UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222005

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۷ Accession No. ص ۳۰۵۸

Author غالب، اسداللہ خاں - ع - ع

Title عود ہندی

This book should be returned on or before the date last marked below.

عودِ ہندی

مسمیٰ باسم تاریخی

مہرِ غالب

یعنی

مجموعہ رقعاتِ اُردو نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ

المتخلص بہ غالب دہلوی

سید عبد الواسع جعفری مالک و منیجر مطبع کے اہتمام سے ۱۹۱۸ء ۴ مئی

مطبع انوار احمدی واقع الٰہ آباد میں طبع ہوئی

دفعہ اوّل ۱۰۰۰ جلد   قیمت فی جلد ۱۲؍

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ سے خدا کی تعریف ہو کیا مجال ہے زبان مخلوق حمد خالق کر سکے وہم و خیال سے نعت کا رتبہ بلند ہے کم نہیں جس ممدوح کا پروردگار مداح ہو اس کی مدح کے لایق ہم نہیں بندہ سراپا عصیان محمد ممتاز علی خاں جب اپنے کو اس سے عاجز پاتا ہے تو حرف مطلب زبان پر لاتا ہے نجم الدولہ اسد اللہ خاں بہادر غالب جن کی ذات باکمالات محتاج تعریف نہیں مرتبہ سخن کی پابند توصیف نہیں روز روشن میں کوئی آفتاب کی روشنی کے دلائل لاوے تو کب عقل کا مقتضا ہے چودھویں رات کو جو چاند کی تابش کی برہان بتا دے فضولی کا منشا ہے سارا ہندوستان جانتا ہے ایران تک ان کی جادو بیانی کا چرچا ہے مجھے مدت سے اس کا خیال تھا کہ فارسی تصنیفیں تو ان کی بہت مرتب ہوئیں اور چھاپی گئیں لوگوں نے فیض اٹھائے تعویذ بازو بنائے مگر کلام اردو نے سوائے ایک دیوان کے ترتیب نہ پائی یہ دولت ارباب شوق کے ہاتھ نہ آئی جا بجا نثر اردو ان کی دوروں کی غلطی سے جزو دیدہ بہتر ہے یہ سلاست بیان شستگی زبان روزمرہ کی صفائی مضمون کی شوخی کسی کو کب میسر ہے آسکتی ترتیب دیجئے قدردانوں پر احسان کیجئے ان سے عنایت فرما مرزا صاحب کے شاگرد یکتا چودھری عبدالغفور صاحب

سرور تخلص سے یہ ذکر آیا تو انھوں نے جتنے خطوط مرزا صاحب کے ان کے نام آئے تھے سب کو ایک جا کر کے اور اس پر ایک دیباچہ لکھ کے وہ مجموعہ عنایت کیا عرصہ تک سرگرم تلاش رہا جا بجا سے اور تحریرین مرزا صاحب کی بہم پہنچائین بڑی محنت اٹھائی تب تمنا برآئی اور مجموعہ مرتب ہوا آج پورا اپنا مطلب ہوا خواجہ غلام غوث خاں صاحب بہادر بے خبر تخلص جو نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کے میر منشی اور میرے مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کے مخلص باختصاص ہیں اس تلاش میں میرے معین اور مددگار رہے بہت کچھ ذخیرہ ان کی بدولت بہم پہنچا اس کتاب کی دو فصل اور ایک خاتمہ ہے پہلی فصل مین چودھری صاحب کے مرتب کئے ہوئے خطوط اور ان کا لکھا ہوا دیباچہ دوسری فصل مین میرے جمع کئے ہوئے رقعات اور خاتمہ میں چند نثرین ہیں جو جناب غالب نے اوروں کی کتابوں پر تحریر فرمائی ہیں۔ **عود ہندی** اس کتاب کا نام ہے خوشبو اس کی تمام عالم میں پھیلے اسی دعا پر ختم کلام ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی فصل

چودھری عبدالغفور سرور کا لکھا ہوا دیباچہ

دیباچۂ انشا کی آرائش ستائش کا تب برحق ہے کہ نہ طاقتِ قلم ہے نہ تابِ زبان اور عنوان املا کی نمائش حمد املا گر مطلق ہے کہ نہ یارائے لسان ہے نہ زہرۂ بیان اس نظم گاہ زمانہ میں صانع نے کیا کیا صنائع اور بدائع اپنی قدرت کاملہ سے دکھائے اور کیسے کیسے منشی بنائے ظہوری کو ظہور دیا اور نظیری کو بے نظیر کیا جامی نامی ہوئے اور نظامی خداوند شیریں کلامی غالب کو غلبہ شیوا بیانی و ہمہ دانی دعندلیبِ معانی کو شیریں زبانی عطا فرما کر کوس یکتائی بجوایا اور حلاوت کلام سے ایک عالم کو شیریں کلام فرمایا زہے کرم کریم وخہے رحمت رحیم اور ممدوح کبریا کی نعت یعنی رسول مقبول کا بیان صفات بشر سے محال ہے ملائک کی زبان ناطقہ اس جگہ لال ہے وہ رسول مجتبیٰ امقیم مقام قاب قوسین او ادنیٰ کلیم کلام ما ینطق عن الہوٰی بدر الدجیٰ شمش الضحیٰ کہ جس کی ہدایت زبانی پر معانی دونوں جہان کے مطالب کی

کتاب ہے جو کلمہ ہے رحمت کا باب ہے جو فقرہ ہے مغفرت انتساب ہے صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ اجمعین۔ اب شنیدن کو بگوش شنوا نوید اور گفتن کو زبان گویا مژدہ ہو کہ
شاہد سخن بصد ناز و ادا مقنعہ رخ سے اٹھاتا ہے اور معشوق فکرت بغنج و کرشمہ
جلوہ دکھاتا ہے لیلی شیرین لقاے فصاحت کہ جس کا ایک جہاں مجنوں ہے دیدار نماے
طالبان سخن سنج معنی رس ہوتی ہے اور عذراے خود آراے بلاغت کہ جس کا ایک
جہاں وامق ہے سلک نثر میں موتی مضامین رنگین کے پروتی ہے مخفی و محتجب نہ رہے
کہ سخن آفرین نے کوئی زمانہ سخنگو اور معنی فہم سے خالی نہیں رکھا اوقات ماضیہ
میں نظامی سے انتظام نظم بخشا دست جامی سے جام معنی چکایا ظہوری سے
نظم و نثر کو ظہور دیا عرفی سے سخن مشہور ہوا اس وقت میں عمدۃ البلغا قدوۃ الفصحا
سخنور یگانہ فردوسی زمانہ خاقانی جاہ انوری پناہ سحبان زمان خان دوران جان
سخن روح معنی نظامی نظام ظہوری جلوہ نظیری لوا فیضی فیض ضمیری ضمیر شانی شان نوائی
نوا فغانی فغان محمودی استادی نجم الدولہ دبیر الملک محمد اسد اللہ خان بہادر
نظام جنگ کو وہ قدرت سخن سنجی اور معنی آفرینی عطا فرمائی کہ تمام عالم ان کی
ہمہ دانی کا قائل اور شیوا بیانی کا مائل ہے بشر اگر صلاحیت کرامت سے آئین
ہم آہنگ نظم میں وہ پایہ بلند کہ شعریٰ ان کے ہر شعر پر آل انجم تصدق کرتا ہے
خوبان گلرو ان موتی سے عروس ہر مصرعہ پہ دل و جان سے صدقہ و قربان ہو
ترکیب الفاظ اور ربط قوافی و ردیف کا عجب ڈھنگ ہے کہ سخنوران مسلم الثبوت
کی عقل دنگ ہے قافیہ تنگ ہے عرفی کو کہاں سے لاؤں جو اپنے کلام کی
تصدیق چاہوں اگر نظیری ہوتا داد سخن دیتا اعتقادات اصحاب زمانہ سے ڈرتا

ہوں ورنہ کہتا ارنالو نے سبق خوانی اے کرتا شعر ہیں وہ پایہ ارجمندی کہ نثر ہی اس سلسلہ کا ایک
زینہ ہے وہ بیر فلک ان کی خاتم کا نگینہ ہے اگر فقرات سہ نثر ظہوری شراب بیغش
کے پیالے ہیں تو کلمات عبارت رنگین جناب غالب شیریں کے نوالے ہیں طاہر
وحید انشا طرازی میں یکتا ہے لیکن یہ انداز کہاں ابوالفضل نثر پردازی میں بے ہمتا
ہے مگر یہ برگ و ساز کہاں چنانچہ مہر نیمروز کی تابش اور ماہ نیم ماہ کی تابش اور دستنبو
کی خوشبو اور نگینی قاطع برہان کے دلائل کی دلنشینی شاہد مدعا ہے سچ تو یہ ہے سخن
کی آبرو فقط آپ کی ذات باکمالات سے باقی ہمارے قول کو کلام ممدوح کا نی
جو کہوں وہ بجا ہے تلفظ عبارت رنگین پیچ آہنگ با سحر داؤدی ہے کہ آہنین
دلوں کو موم کرتا ہے مطالعہ ہر سطر نثر کا جوہر سرمہ صفائی ہے کہ پتھرائی ہوئی آنکھوں
کو جلا بخشتا ہے الحق کہ موجد تازہ مضامین ہیں اور آفرینندہ معانی دل نشین ریختہ
کا وہ انداز ریختہ خامہ سحر نگار سے کہ ہر کوزہ کھلا ہے سودا کو دل لیا ہے عبارت
اردو باغ و بہار ہے دیکھ لو شکستہ نمونہ از خروار ہے اگر کوئی سخن ہیں حرف چینی
کرے تو ہرزہ درائی ہے اور عیب بینی اس کی عین نابینائی اب ارباب علوم کو
معلوم ہو کہ میں خاکسار ذرہ بے مقدار عبدالغفور متخلص بہ سرور مارہروی بدو شعور سے اہل
سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواہاں تھا جب کلام بلاغت نظام رشک
صائب فخر طالب جناب اسداللہ خاں صاحب غالب کا دیکھا دل کو بھایا یکتا
پایا تو سلسلہ مراسلات میں قدم بڑھایا ہر کتابت کا جواب آیا سبحان اللہ وہ
زبان کہاں پاؤں کہ ان کے خلق کا بیان لب پر لاؤں مجھے ناچیز حقیر پر وہ ذرہ
نوازی مہر وار فرمائی کہ میری نظر میں میری آبرو بڑھائی کبھی جواب مراسلہ میں لکھا

و در نگ اور صلاح شعر و عبارت میں دریغ اور ننگ نہ فرمایا جو نامہ کہ بنام میرے بہ عبارت اردو تحریر کیا ہر مکتوب سادہ رویوں سے دلربا تر اور ہر سطر اس کی سلسلہ مویوں سے تاب فرسا زیادہ ہے جس آنکھ نے دیکھا وہ بینا ہے جس کان نے سُنا وہ شنوا ہے پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اٹھانا خلاف انصاف جانا دل مائل تمام بشہرت عام ہوا اور ہنوز یہ قصد نا تمام تھا کہ بحسن اتفاق فخر زمان وحید دوران جناب **ممتاز علی خاں** صاحب متوطن میرٹھ کہ رلیعان شباب میں بہ تہذیب نفس شب بیدار تہجد گزار دل نرم ہنگامۂ محبت گرم اخلاق مجسم شفیق مکرم فطرت ارجمند ہمت بلند خصائل حمیدہ اوصاف پسندیدہ پاک نہاد متحد باتحاد پاکیزہ روشس اخلاق منش سخن شناس انصاف اساس خوش تقریر یہ عدیم النظیر ہیں رونق افزائے مارہرہ ہوئے اور قدوم تقدس لزوم سے اِس قصبہ کو مشرف کیا ایک روز محفل ممدوح میں ذکر ہمہ دانی و شیوا بیانی جناب استاذی و مخدومی درمیان آیا ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلکشا ہے۔ فارسی کا کیا کہنا اردو بھی یکتا ہے نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع ہوا لیکن نثر اردو زیور طبع سے عاری رہا اگر وہ خطوط کہ بنام تمہارے آئے اور تم نے سُنائے ہیں جمع کرو تو میں اُس کے انطباع کا بیڑہ اُٹھاتا ہوں اس تقریر سے نسیم تاثیر نے غنچۂ دل کھلایا منشاء خاطر ظہور میں آیا وہ مکتوب کہ بنام میرے آئے تھے ترتیب دیئے گویا جواہر بے بہا کان قلمدان سے نکال کر کشتی اوراق میں جمع کیے چوں کہ محبت جناب غالب میرے حال پر بہت غالب ہے لہذا نام اس انشاء کا **مہر غالب** یکسر سیم مناسب سال ختم تالیف بھی اس نام سے مطابق

پایا طبیعت اور بڑھی تحریرِ تاریخ کو دست و قلم بڑھایا ؎

انشا مملو بصد مطالب لکھی   یعنی پئے دستانِ طالب لکھی
موسوم کیا جو مہرِ غالب سے سرور   تاریخ بھی اس کی مہرِ غالب لکھی

کوکبِ شعر شاعرانِ ہند پرتو التفاتِ غالب سے روشن اور خاکِ فکرِ ہندیان آبیاریِ مکرمت ممدوح سے گلشن ہوجیو آمین ثم آمین۔

چودھری عبدالغفور سرور کے نام

(۱)

چودھری صاحب شفیق مکرم کی خدمت میں بعد ارسال سلام مسنون عرض کرتا ہوں کہ آپ نے ذرہ پروری اور درویش نوازی کی ورنہ میں سزاوار ستائش نہیں ہوں ایک سپاہی زادہ ہیچمدان اور ہیچ دل افسردہ و زبان فرسودہ ہاں ایک طبع موزون اور فارسی زبان سے لگاؤ رکھتا ہوں اور یہ بھی یاد رہے کہ فارسی کی ترکیب الفاظ اور فارسی اشعار کے معنی کے پرداز میں میرا قول اکثر خلاف جمہور پائیےگا اور حق بجانب میرے ہوگا پہلے میں حضرت سے پوچھتا ہوں کہ یہ صاحب جو شرحیں لکھتے ہیں کیا یہ سب ایزدی سروش ہیں اور ان کا کلام وحی ہے اپنے قیاس سے معنی پیدا کرتے ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ ہر جگہ ان کا قیاس غلط ہے مگر یہ بھی کوئی کہہ نہیں سکتا کہ جو کچھ یہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے اسی چھاپے میں کہ جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں منکہ با تخم عقل کل الخ اس شعر کی شرح کو ملاحظہ کیجئے عبارت وہ تعقید سے لبریز کہ مقصود شارح کا سمجھا ہی نہیں جاتا اور جب غور و تامل کے بعد سمجھ لیجئے تو وہ معنی ہرگز لائق اس کے نہیں ہیں کہ فکر سلیم اس کو قبول کرے پھر احسان تو بشگافتہ الخ اس مصرعہ کی توجیہ کتنی بیہودہ اور بے لطف ہے عرفی کو کہاں سے لاؤں جو اس سے پوچھوں کہ بھائی تو نے اس شعر کے کیا معنی رکھے ہیں قصہ کوتاہ

نظم

دیوانگی صحبت تو بہ کام و مسلم است مارا بہ بیگانہ زتاج کرد تارک بہ آوارہ کفش کردیا را

جیساکہ دوسرے شعر کے مفہوم کو شارح کہتا ہے کہ دیوانگی میں یہ حالت بعید نہیں ایسا ہی اگر کوئی کہے کہ منصب دیوانی سے یہ بات بعید ہے تو پھر شارح کیا جواب دیگا ہاں یہ کہیگا کہ غلبۂ محبت میں پاس وضع نہ رہا اور دیوان جی صاحب کچہری سے ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل بھاگے ہم نے مانا مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ دیوانگی کیوں نہ لکھیں کہ دوسرے شعر کے معنی سب بے تکلف منطبق ہو جائیں اور توجیہات درمیان نہ آئیں فقیر کے نزدیک دیوانگی محبت تو صحیح اور بے تکلف ہے اور دیوانگی و محبت تو غلط محض اور دیوانگری محبت تو تکلف محض دیوانگی اور محبت دو صفتیں کیوں جمع کریں غور کیجیے عطف کا واو یہ چاہتا ہے کہ یہ شخص پہلے سے دیوانہ تھا اور پھر اسی حالت میں اس کو محبت پیدا ہوئی دیوانگی میں تاج و کفش بیچا تھی محبت پیدا ہونے کے بعد یہ حالت طاری ہوئی کیا بے مزہ توجیہ ہے ہاں دیوانگی محبت یعنی وہ جنون جو فرط محبت میں بہم پہنچا اُسنے اس حال کو پہنچایا فقیر دیوانگی محبت رکھیگا اور دیوانگی و محبت کہنے کو منع کریگا اور دیوانگری محبت کہنے کو نہ مانع آئیگا نہ تسلیم کریگا زیادہ اس سے کیا عرض کروں یاد آوری اور مہر گستری کا شکر بجالاتا ہوں اور بس

اب یہاں سے رُوئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی طرف ہے اپنے مخدوم و مطاع حضرت صاحب کی خدمت میں بندگی عرض کرتا ہوں اور حیران ہوں کہ اور کیا کہوں یہ مدعا چودھری صاحب کی تحریر سے معلوم ہو گیا تھا اُس کا جواب لکھا گیا حضرت کے دستخط خاص کی لکھی ہوئی عبارت سے جو سمجھتا ہوں اُس کا جواب لکھتا ہوں اور جو کچھ سمجھ سے نہیں پڑھا گیا وہ تعویذ باندھ کر رکھتا ہوں اگر بفرض محال کبھی ملاقات ہوگی تو آپ سے دریافت کر کے پاسخ گزار ہونگا

ہاں حضرت سچ ہے میر امن حسن خاں میرے دوست ہیں اور مرزا عباس میرا بھانجہ فتنہ و فساد کے زمانہ مین بلگرام میں رہا اور اب وہ فرخ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہے آپ کی اور بھائی منشی نبی بخش صاحب کی ملاقات سے میرا دل بہت خوش ہوا ہاں رہے سخن فہمی اس بزرگوار کا حق ہے اب آگرہ میں بیکار اور پنشن کے امیدوار ہیں

ع تا ہرچہ گفتی از تو مکرر شنودی۔ شدے کی رعایت سے کہ وہ بیائے مجہول ہے بمعنی ہمیشہ اکثر صاحب گفتی کو بھی بیائے مجہول پڑھتے ہیں تاکہ میگفت کے معنی پیدا ہوں اس صورت میں خطاب سے بطرف غیب کے رجوع کرتے ہیں اور گفتی کی یائے معروف سے جو صیغۂ واحد حاضر ہے ازمنہ میں سے اشعار زمانہ ماضی رکھتا ہے اور شدی اور شنودی یہ سب استقبال کے مقتضی ہیں اور معروف گفتی ماضی ہے پس اگر گفتی بیائے معروف کہیئے تو اوپر کے مصرعہ میں بدی کہنا ہوگا بودی کا مخفف خلاصہ یہ کہ اگر وہاں بدی کہیئے تو یہاں گفتی بیائے معروف بے تکلف درست اور بیائے مجہول غلط ہے اور اگر وہاں شدے کہیئے تو یہاں گفتے بیائے مجہول کہیئے غیبت اور خطاب کا تفرقہ مٹا دیجئے گفتے بیائے مجہول میں خطاب حاضر مقرر رہتا ہے اور تو کا لفظ جو قریب ہے وہ اس معنی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا نظائر اس کے فارسی میں بہت ہیں رباعی کے باب کی پرسش ہرگز ضرور نہیں کہی زیادہ حد ادب۔

(۲)

بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کی ہے پھر تتبع کلام اہل زبان لیکن

نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے اس کے کہ ان کو موزونی طبع کا نتیجہ کہیئے اور کسی تعریف کے شایاں نہیں ہیں نہ ترکیب فارسی نہ معنی نازک ہاں الفاظ فرسودہ عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ہیں جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید و وطواط اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بالاستیعاب دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لیجائے تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے منکہ باشم اس کی جو شرح چھاپہ میں لکھی ہے اسکو ملاحظہ کیجئے اور معنی میرے خاطرنشان کیجئے تو میں سلام کروں پہلے نظر یہاں لڑنی چاہیئے کہ از اوج بیان نداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور منکہ کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤگے تو بے شبہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہریں گے ایک ناوک انداز ادب اور ایک مرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے اب فقیر سے اس کے معنی سنئے من انداختہ کا مفعول را مقدر منکہ کا کاف توصیفی ناوک انداز ادب ادب آموز یعنی استاد مرغ توصیف تو فاعل مجھکو کہ عقل کل کا استاد ہوں میرے مرغ توصیف نے اوج بیان سے گرادیا عقل کل تک کہ وہ علویوں میں اعلیٰ ہے اس کا ناوک پہنچ سکتا تھا مگر مرغ اوصاف اس مقام پر ہے کہ جہاں اس ناوک انداز کو ناوک پہنچانے کی گنجائش نہین اوج بیان سے گرنا عاجز آجاتا ہے اور قدرت وہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ اور عجز یہ کہ اوج بیان سے گرگیا اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی کا اور کیا خوب مضمون ہے اظہار عجز باوجود دعوی قدرت مصرعہ ایثار تو بردوختہ چشم و دہن آموز

اس شعر کے تو معنی وہی ہیں جو دیباچہ میں لکھے ہیں مصرعہ ثانی کی شرح میں گمراہ ہو گیا۔ مصرعہ احسان تو ہر قطرہ دریا بشکافت ۔ تاہم بقیہ حساب نیامد بیچارہ اس معنی کے معنی نہیں سمجھا سیدھی بات ہے مگر خیال بر جانب اس کی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم ہوں کمال ایثار و عطا میں مرد ایسا ہو یا قوت و بحر و معدن کی کم تحقیق آتی ہے لعل و دُر کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا نئی نئی طرح سے باندھا ہے چنانچہ میں نے کسی زمانہ میں اسی زمین میں ایک قصیدہ لکھ کر وزیر الدولہ والی ٹونک کو بھیجا تھا اس میں کے دو شعر آپ کو لکھتا ہوں نظم

ناموس نگہداشتی از جود و گدائی
جز پردگیان حرم معدن و یم را
وقت ست کہ این قوم بہ ہر چیز بنازد
پرسند ز ہم قصہ رسوائی ہم را

پردگیان حرم معدن و یم و لعل و گوہر دو کثرت ایثار سے کوچہ و بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں وہ باہم گریہ مندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ اس شخص نے سب کی حرمتیں رکھ لیں اور سب کی آبروئیں بچائیں ہم کو اس قدر بے حرمت اور ذلیل کیوں کر رکھا ہے قطرہ دریا کا حساب کے واسطے چیر ڈالنا بے حساب ہے مقصود عرض کا یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے وہ بخش دیئے اور بخشش کا ذوق باقی رہا چونکہ قطرہ میں بالقوہ استعداد موتی ہو جانے کی ہے تو اس احتمال سے ہر قطرہ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ آویں تو وہ سائلوں کو دیئے جاویں پہلے مصرعہ میں حرص کا سیر کر دینا موافق مسلمات شعرا کے ممتنع اور اس کا وقوع میں آنا اغراق

دوسرے مصرع میں باحتمال استعداد بالقوہ قطرہ کو گہر ٹھہرانا اور یہ اسطرح کہ ہر قطرہ کو
بہ اغراق سے گزر کر تبلیغ و غلو ہے ۔

یہاں سے خطاب حضرت صاحب عالم کیطرف ہے مخدوم مکرم و مطاع معظم
قبلۂ دید و دل کہ جو میرے ارادے تھے اُنکے سوا تقسیم قرض کا حال نہیں جانتے ہیں خدا
کرے ایسا ہی ہو جیسا وہ جانتے ہیں تقسیم معاش ہو اگر دنیا میں ظہور ہر امر بحسب
مساعدت اسباب ہے تو اس تمنا کا حصول مانند عادہ شباب ہے کوئی وجہ نہیں
پاتا آپکے یہاں تشریف لانے کی اور کوئی صورت نہیں نظر آتی میرے وہاں
آنے کی اگرچہ میرا امکان سے باہر نہیں مگر وقوع میں تامل ہے اب جو بھائی منشی
نبی بخش صاحب کو خط لکھونگا تو آپکا سلام ضرور لکھونگا آپ نے احباب
المعاصر کی خیر و عافیت عموماً لکھی بالتخصیص حضرت شاہ علا صاحب کا سلام نہ
لکھا کیا وہ وہاں نہیں ہیں اگر اور کہیں ہیں تو ان کا حال مجھکو لکھئے اور اگر وہاں
ہیں تو میرا سلام ان کو کہئے رباعی کے باب میں بیان مختصر یہ ہے کہ اس کا ایک وزن
معین ہے عرب میں دستور نہ تھا سوائے عجم کے یہ بحر ہزج میں سے نکالا ہے مفعول
مفاعیلن فعولن ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور اس وزن پہ فعلن بڑھا دیا ہے
مفعول مفاعیلن فعولن فعلن زحافات اس میں بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے
نزدیک چوبیس ہیں اور وہ سب جائز اور روا ہیں اور اس بحر کا نام بحر رباعی ہے
رباعی سمجھئے کہ سوائے اس بحر کے اور بحر میں نہیں کہی جاتی اور یہ جو مطلع اور شعر
مطلع کو رباعی کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ مصرعے چار ہیں کسو ورنہ رباعی نہیں سب نظم ہے
قدما کو بیشتر اس کا التزام تھا کہ ہر مصرعہ میں قافیہ رکھتے تھے خاقانی برعایت صنعت

ذو قافیتین کہتا ہے۔ شعر

من بودم و آں نگار روحانی روی
افگندہ دراں دو زلف چوگانی گوی
خلقے بدر ایستادہ خاقانی جوی
من در حرم وصال سبحانی گوئی

میں پانچ سات برس سے بہرا ہو گیا ہوں ایک رباعی چار قافیہ کی اس مضمون خاص کی میں نے لکھی ہے بے رعایت صنعت ذو قافیتین رباعی

دارم دل شاد و دیدہ بینائی
وز کری گوشم نبود پروائی
خوبست کہ نشنوم ز ہر خودرائی
گلبانگ انا ربکم الاعلائی

فقیر اس باب میں متعصب ہے اور وزن کی دوبیت میں قافیہ والی کو رباعی نہ کہیئے گا نثر عاری نہ قافیہ نہ وزن نثر مسجع قافیہ موجود وزن مفقود مگر اس میں ترجیع کی رعایت ضرور ہے یعنی فقرہ میں کے الفاظ مماثل اور ملائم ہمدگر ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوگی اور صرف قافیہ ہوگا تو اس کو مقفی کہیں گے نہ مسجع نثر مرجز وہ ہے کہ وزن ہو اور قافیہ نہ ہو جب آپ لا الہ قتیل کے گزرے ہوئے فقرے دیکھ چکے ہیں تو مجھکو فقرہ تراشی کی تکلیف کیوں دیتے ہیں زمانہ گزشتہ میں بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نیر تخلص ایک مختصر سا دیوان حضرت نظامی کا مجھکو دکھانے لائے تھے اس میں نثر مرجز تھی میں اس وقت نواب مصطفیٰ خاں حسرتی شیفتہ کو خط لکھا

چاہتا تھا اسی وضع پر خط لکھا اور وہ خط پنج آہنگ میں ہے مگر یہاں میں نے اس طرز
میں بمقتضائے شوخی طبع یہ بات کی ہے کہ ایک جگہ جو فقرے مقفیٰ ہو گئے ہیں اور وہ لفظ
مجھکو پسند آئے ہیں تو میں نے اس کو یوں ہی لکھنے دیا ہے اس کو دستور میں تصوّر نہ
کیجئے گا وہ رقعہ یہ ہے **رقعہ** ہاں خواجہ بے پروا من بندہ کہ غمناکم و ز غصہ جگر چاکم
خواہم سخنے گفتن آں روز کہ میر قتند آں نامہ فرستادند کرمویدی آن خون شد دل
تا جگر از اندہ گفتم چہ کنم غالب چوں کار دگرگوں شد می بایدم اینک رفت تا عذر سخن
خواہم چوں گرد غباری بود رفتن نتوانستم آں روز بشام آمد لابد کہ سیہ تر شد سر ماندہ
بہ بالین سر چوں غمزدگان خفتم ہے ہے چہ تواند خفت آں محنت کہ غمخوارش بر زخم نمک ریزد
دو دیدۂ بیدارش شورابہ رواں باشد چوں از افق شرقی خورشید درخشندہ تا گاہ سحری
بر زد آتش بجہاں دو زد مرغ سحری پر زد گفتم بجگر کاوی واں راز نہانی را از دل بزبان
دادم در صورت تنہائی بے پردہ چو ہمرازان نی آمد و ہمدم شد چنداں کہ دم اندرونی از
مہر و مہ سیدم من چوں من بنوا آمد و آں نالہ کہ بر لب بود از باطن نی سر زد آندم کہ نفس
بالی زنیکونہ کشاکش کرد یک کاغذ نوشتہ بود دست بدستم در چوں نالہ نمودی داشت
زاں شعلہ کہ دودی داشت بر صفحہ نشانہا ماند گفتم مگر ایں صفحہ غمنامہ راستی فہرست
نیازستی باید کہ فرو پیچم وانگہ بہ نشانمندی زمی خواجہ رواں سازم کوتاہ کنم گفتن آں
نامہ کہ من گفتم حجاب دسولا بردند و رواں کردند ہر چند در اندیشہ پیداست کہ خوشش
باشد با خواجگی استغنا بایں ہمہ خوش بود پوزش نہ پذیرفتن امروز سحرگاہاں روشن
گہر آں نیر کش روح و رواں دانم بل خوشتر ازاں دانم دیوان نظامی را آورد بسوئے
من زنیکونہ نوا ہا بود در پردۂ گفتارش کز ذوق بہنجارش ایں زمزمہ سر کردم والا گہر

اکبر خاں خوانند سلام از من۔

(۴۳)

بندہ پرور آپ کا نوازش نامہ محررۂ پندرہ نومبر آج پنجشنبہ کے دن اٹھارہ نومبر کو یہاں پہنچا مارہرہ کا خط دلی چوتھے دن آیا ہر دلی کا خط مارہرہ دیر میں کیوں پہنچتا ہے تمہاری خوشی اب کے یہ خط بیرنگ بھیجتا ہوں مگر مجھ کو اطلاع دیجیے گا کہ یہ کس دن پہنچا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو یہاں فساد شروع ہوا میں نے اسی دن سے گھر کا دروازہ بند اور آنا جانا موقوف کر دیا بے شغل زندگی بسر نہیں ہوتی اپنی سرگذشت لکھنی شروع کی جو سنا گیا وہ بھی ضمیمہ سرگذشت کرتا گیا مگر بطریق لزوم مالا یلزم اس کا التزام کیا ہے کہ بزبان فارسی قدیم جو دساتیر کی زبان ہے اس میں یہ نسخہ لکھا جائے اور سوائے اسما کے کہ وہ نہیں بدلے جاتے کوئی لغت عربی اس میں نہ آوے چنانچہ ایک نسخہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں مگر یہ نذر ہے جناب قبلہ و کعبہ حضرت صاحب عالم صاحب کی اور چھوٹا کہ وہ آپ کے بزرگ ہیں جرأت نہ کر سکا کہ آپ کی نذر کروں اور میر صاحب اُن کو مشترک رکھیں نذر ان کی ہے اور فیض یابی آپ کے مطالعہ سے ہیہات یہ کاتب اساتذہ کے کلام کو کیا بگاڑ دیتے ہیں گویا مسخ کر دیتے ہیں اُن سے بعید نہیں لیکن تم سے اور حضرت صاحب سے بعید ہے کہ سہو کاتب کا دیکھ لیا ۵

مصرع آں دریاے آشوبم کہ از تاثیر خامیست

وہ کافوری کیا علی التواتر آتا دوسری بات ہے دریاے آشوب کیا ٹکسال باہر لفظ ہے استعارہ بالکنایہ صحیح مگر یہ محل نہیں ہے یہاں تو دریا چاہیے بے شائبہ استعارہ

وکنایہ عیاذاً باللہ عرفی اگر ایک بڑا قدح بھنگ کا یا ایک بوتل شراب کی پئے ہوئے ہوتا تو بھی یوں نہ لکھتا اس غریب کا مصرع یوں ہے ع من آن دریا پر آشوبم کہ از تاثیر خاصیت دریا موصوف پر آشوب صفت دوسرے مصرع کا کاف صفت کا ہے

اب روئے سخن حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف امیدوار ہوں کہ میرے ہم عمر مرشد میرے ہم فن مخدوم میری تقصیر معاف کریں اگرچہ ترسٹھ برس کی عمر میں بہرا ہو گیا ہوں پر بینائی میں فتور نہیں عینک سے اعانت چاہی منظور نہیں باوجود حدت بصر بسبب نقص فہم کے دستخطی عبارت مجھ سے پڑھی نہیں جاتی آگے جو دو بار میں نے جواب لکھا ہے صرف قرائن ملحوظ رکھے ہیں ورنہ عبارت باستثنا مجھ سے نہیں پڑھی گئی آخر چودھری صاحب تو آپ کے معتقدوں میں بمنزلہ عزیزوں کے ہیں جو آپ فرمایا کریں وہ انھیں الفاظ کو لکھ دیا کریں اب سب عبارت کا جواب جب لکھوں گا کہ کتاب کی رسید اور اس مطلب کا اعادہ تحریر بہ دستخط چودھری صاحب میرے پاس آ جائے گا زیادہ حد ادب۔

(۴)

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چھبیسویں اور دسمبر کی پہلی کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نام آور آدمی نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں اب طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں مگر صرف سلام علیک زیادہ ربط نہیں ہے سو ان کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں

ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھ سے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں حضرت سے کچھ نہ فرمایئے گا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھکو بھجوائیگا ضرور اور جلد شفیق مکرم جناب چودھری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام پہنچے۔

(۵)

جناب چودھری صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں اور شکر احسان بجالاتا ہوں۔ اور حاشا اور حاش اللہ کے جواب کو حوالۂ ان سطور پر رکھتا ہوں کہ جواب جناب حضرت صاحب کے ارشاد کے جواب میں لکھوں گا آپ کو اتنا لکھنا اور کافی ہے کہ اپنے عم والاقدر جناب چودھری غلام رسول صاحب کو فقیر کا سلام نیاز پہنچایئے اور جناب شیخ عطا حسین صاحب عطا کو بھی سلام کہیئے۔

اب خطاب جناب حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف ہے پیر و مرشد قلم کا کام زبان سے لینا یعنی تحریر کے مطالب کو پڑھنا اور پڑھا دینا آسان ہے اور زبان کا کام قلم سے لینا دشوار ہے یعنی جو کچھ کہا چاہیئے اس کو کیونکر لکھا چاہیئے وہ بات کہاں کہ کچھ میں نے عرض کیا کچھ آپ نے فرمایا دو چار باتوں میں جھگڑے نے انجام پایا خیر دولت ہم۔ باقی کہاں میسر آپ کے حکم بجالانے کو اپنا شرف جانتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ نظامی اور ایسا ہوا کہ جب تک فرید آباد کا کھتری دیوانی سنگھ ثم متخلص بہ قتیل جس کو حضرت نے مرحوم لکھا ہے اس کی

تصدیق نہ کرے تب تک اُس کا کلام قابل استناد و نہ قتیل اساتذہ سلف کے کلام سے قطعاً آشنا ہی نہیں اُس کے علم فارسی کا ماخذان لوگوں کی تقریر ہے کہ جو نواب سعادت علی خاں کے وقت میں ممالک مغربی کی طرف سے لکھنؤ میں آئے اور ہنگامہ آرا ہوئے بیشتر سادہ کشمیری یا کابلی و قندھاری و کرانی احیاناً کوئی عامہ اہل ایران میں سے بھی ہو جاتا کہ عظمائے ایران میں سے بھی کوئی ہو گا تقریر اور ہے تحریر اور ہے اگر تقریر بعینہ تحریر میں آیا کرے تو خواجہ بقراط سے اور شرف الدین علی یزدی اور ملا حسین واعظ کاشفی اور طاہر وحید یہ سب نثر میں کیوں خون جگر کھایا کرتے وہ سب طرح کی نثر میں جو لالہ دیوانی سنگھ قتیل متوفی نے بتقلید اہل ایران لکھی ہیں نہ رقم فرمایا کرتے یہ شخص مدعی ہے کہ کدہ کا لفظ سوائے پانچ چار اسم کے اور اسم کے ساتھ ترکیب نہیں پاتا بس آتشکدہ اور دیوکدہ اور نشترکدہ اور امثال اس کے جو ہزار جگہ اہل زبان کے کلام میں آیا ہے وہ نادرست ہے میں اور آپ بیٹھیں اور اس کے خرافات پڑھے جائیں اور جو میں عرض کروں اس پر حضرت غور فرمائیں تب معلوم ہو کہ یہ کتنا لغو اور فارسی دانی سے کتنا بیگانہ ہے آمدم برسر مدعا نثر مرجز اس کو کہتے ہیں کہ وزن او قافیہ ہو مقابل مقفی کہ قافیہ ہو اور وزن نہ ہو اور یہاں یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ وزن میں قید منظور نہیں مثلاً حضرت نظامی علیہ الرحمۃ کی نثر کا وزن یہ ہے مفعول مفاعلن حضرت ظہوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎ رتبش سرو بن گلشن فتح ٭ خنجرش ماہی دریائے ظفر ٭ یہ نثر مرجز ہے وزن اس کا فعلاتن فعلاتن فعلن کاتبوں نے مقفی کرنے کے واسطے صورت بدل دی ہے اور کچھ تصرف کیا ہے کہ نثر نہ مرجز رہی نہ مقفی چنانچہ اساتذہ فن

لن تنالوا البر حتی تنفقوا اس آیت سراسر عاہت کو نثر مرجز کہتے ہیں اور اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ویرزقہ من حیث لا یحتسب اس کا وزن فعولن فعولن فعولن فعول بندہ کی تحقیقات یہی ہے کہ نثر تین قسم پر ہے مقفیٰ قافیہ ہے اور وزن نہیں مرجز وزن ہے اور قافیہ نہیں عاری نہ وزن ہے نہ قافیہ مسجع ہی مقفیٰ ہے کہ دونوں فقروں میں الفاظ ملایم اور مناسب ہوں اگر ہوں نظم میں صنعت آ پڑے تو اس کو مرصع کہتے ہیں اور نثر اس صنعت پر مشتمل ہو تو اس کو مسجع کہتے ہیں اس قاعدہ کو نہ عبدالرزاق بدل سکتا ہے نہ صاحب قلزم ہفتگانہ یہ قطرہ ہی بے سروپا حاشا و حاش للہ کلام اہل عرب میں اسی طرح ہے جس طرح آپ فرماتے ہیں مگر فارسیوں نے از راہ تصرف کے بمعنی زنہار قرار دیا ہے یعنی تاکید اگر منفی پر آئے تو نفی کی تاکید اور مثبت پر آئے تو اثبات کی تاکید میں کسی کلمہ کا استعمال نہیں کرتا جب تک اہل زبان کے کلام میں نہیں دیکھتا عیشی بیچارہ لایق اس کے نہیں کہ مستند علیہ پڑے مگر یہ لفظ غلط نہیں لکھا ہے اس غریب نے حضرت قبلہ فارسیوں کے تصرفات اگر دیکھئے تو حیران رہ جائیے مجھکو اس وقت کہاں یاد ہے اور کتاب کے نام تو کوئی ورق بھی لکھا ہوا میرے پاس نہیں حاشا کا کوئی شعر موکد نفی اگر یاد آ جائیگا تو آپکو لکھا جائے گا۔ شعر

ہرزہ مشتاق وفی جادہ شناساں بر دلم باد کہ در راہ سخن چون تو ہزار آمد و رفت

مثنوی جس میں یہ مصرعہ ہے مع۔ حاش للہ کہ بد نسبت گویم۔

کلکتہ میں میں نے لکھی ہے پانچ ہزار آدمی فراہم تھے اور جو اعتراض مجھ پر کئے تھے اس میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ ہمہ عالم غلط ہے۔

یعنی ہمہ کا لفظ عالم کے لفظ کے ساتھ ربط نہیں پا سکتا تمثیل کا حکم یوں ہے عرض کیا گیا کہ حافظ کہتا ہے مصرعہ۔ ہمہ عالم گواہ عصمت است سعدی کہتا ہے ع عاشقم بر ہمہ عالم کہ ہمہ عالم از دست غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ یہ مثنوی وہاں لکھی گئی اور ایک ایک نقل مولوی کرم حسین بلگرامی اور مولوی عبد القادر رامپوری اور مولوی نعمت علی عظیم آبادی اور اُن کے امثال اعد اللفائر کے پاس بھیجی گئی اگر یہ لوگ جگہ پاتے تو میری کھال ادھیڑ ڈالتے اب ایک نسخہ ہے ابطال ضرورت اگرچہ صاحب اس کا ہندی ہے بلکہ ہندو ہے مگر قابل اچھا ہے دیکھئے اساتذہ کیا کیا تصرفات نمایاں کر گئے ہیں میں نے آج تک اردو میں انتظاری بمعنی انتظار یہ نہ آپ لکھا نہ اپنے شاگردوں کو لکھنے دیا اساتذہ مسلم الثبوت کے ہاں فارسی میں موجود ہے حاشا ایسا نہیں کہ ان میں فارسی والوں کو تامل ہو زیادہ حد ادب

(۶)

جناب چودھری صاحب آپ کو بعد ابلاغ سلام آپ مجھے خط کے بھیجنے سے آگہی دیتا ہوں اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ آپ کے چچا صاحب کے خط کا جواب اس سے آگے بھیج چکا ہوں میں نہیں آ سکا یہاں پنشن کا مقدمہ پیش ہے کبھی صاحب کمشنر بہادر کے پاس کبھی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس جانا ہوتا ہے خود نہ جاؤں تو یہ خیال رہتا ہے کہ خدا جانے کس وقت بلا بھیجیں یا کس وقت کوئی پرسش آ جائے باعث پہنچنے سے وہ نرمی کہ جو مقسوم جسم اور مفرح روح فقط مسعود ہے کب کہاں پاؤں اور کیوں کر چیونٹی الحمد کہ گستاخانہ نہیں شہر اپنے شعر گورنمنٹ کے پولیٹکل ۔۔۔ سے

سیر رشتہ سے مقرر کی ہوئی ہے سو دہلی کی ایجنٹی کا دفتر فرد فرد لٹ گیا کوئی کاغذ باقی نہیں رہا اب یہ شہر پنجاب احاطہ میں مل گیا پنجاب کا نواب لفٹنٹ گورنر بہادر یہاں کا صدر ٹھہرا اُس دفتر میں میری زیست کا میری معاش کا میری عزت کا نام و نشان نہیں ہے ایسے ایسے پیچ پڑ گئے ہیں کچھ نکل گئے ہیں کچھ باقی رہے ہیں یہ بھی نکل جائینگے۔ ع کارہا آساں شود اما بہ صبر

یہاں سے روئے سخن صاحب عالم صاحب کی طرف ہے جناب رفعت مآب مولائی و مرشدی تسلیم قبول کریں اور اس تحریر سے جواب میرے پاس بھیجی ہے مجھکو شاداں اور اپنے بخت اور قسمت پہ نازاں تصور فرماویں سب سمجھا اور سب مطالب کا جواب لکھتا ہوں پہلے اپنا ایک شعر کمال گستاخی کو کار فرما لکھتا ہوں اور یہ نہیں لکھتا کہ یہ شعر میں نے کیوں لکھا ہے۔ شعر یہ ہے شعر

مرا بفیسر زیک جنبش دشنہ آوردہ فغاں کہ نیست ز پروانہ فرق تا مگسش

بہرحال حضرت کو یہ معلوم ہے کہ میں اہل زبان کا پیرو اور ہندیوں میں سوائے امیر خسرو دہلوی کے سب کا منکر ہوں جب تک قدما یا متاخرین میں مثل صائب و کلیم و اسیر و حزین کے کلام میں کوئی لفظ یا ترکیب نہیں دیکھ لیتا اس کو نظم اور نثر میں نہیں لکھتا جن لوگوں کے محقق ہونے پر اتفاق ہے جمہور کو ان کا حال کیا گزارش کروں ایک ان میں صاحب برہان قاطع ہے اب ان دنوں میں برہان قاطع دیکھ رہا ہوں اور اس کے فہم کی غلطیاں نکال رہا ہوں اگر زیست باقی ہے تو ان نکات کو جمع کر کے اُس نسخہ کا نام قاطع برہان رکھونگا۔ مصرعہ

کجا بود منزل کجا تاختم

شعر فردوسی میں انگبین و شہد اور شعر اوستاد میں حرص و آز واقعی بادی النظر میں زائد معلوم ہوتا ہے شیر ناب بہتر ہے لیکن حرص و آز کو کیا کیجئے گا میں عرض کرتا ہوں کہ وہاں بھی خشم و آز ہے ہرگز حرص و آز نہیں ہے حکما اور صوفیہ قوت غضبی اور قوت شہوی کی تعدیل میں مختلف کرتے ہیں قوت غضبی کی اصلاح سے فضیلت شجاعت اور قوت شہوی کی اصلاح سے فضیلت عفت حاصل ہے اور یہ مسئلہ علم اخلاق میں مبرہن ہے ودیدۂ من حرص و آز بے معنی محض اُستاد کو بدنام کیا ایک اسم سے دو مسمٰی تراشے واحد حقیقی کا تثنیہ اس سے علاوہ مرد عارف حکیم نے قوت شہوی کی اصلاح کا ذکر کیا اور قوت غضبی کا مذکور بھی نہ کیا میں نے خود خشم و آز دیکھا ہے اور یہی بجا ہے شہد کی جگہ شیر اور حرص کی جگہ خشم درست میری رائے آپ کی رائے کے مطابق مگر گوگرد سُرخ اور پیل سفید میں ساکت ہوں یہ تقریر کہ گوگرد سُرخ کمیاب اور پیل سفید نایاب ہے میرے دلنشین نہ ہوئی کبریت احمر اور کمیاب عنقا ان سب کا ایک حکم ہے نظر اس قاعدے پر لعل سپید بہتر ہے اور کبریت احمر اور پیل سپید بے جوڑ ہے جیسے امیر خسرو کی املیان ایک قاعدہ اور عرض کرتا ہوں کم کا لفظ اہل فارس کی منطق میں نہیں فائدہ معنی سلب کلی بھی کرتا ہے جیسے کم آزار یعنی بیازارندہ نہ یہ کہ کم آزارندہ کم ہمتا یعنی بے ہمتا بلکہ اندک کا لفظ بھی اس طرح آتا ہے جیسا کہ میرا خداوند نعمت نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتا ہے شعر

بس پیش چوں آفتابم یکے ست
نزد غم فراواں قریب اندکی ست

یعنی قریب بالکل نہیں نہ یہ کہ کچھ ہے پس کمیاب اور نایاب ایک چیز ہے نظامی نے لعل سپید کہا ہے کسی صاحب طبع نے اس کو غلط سمجھ کر پیل سپید

بنا دیا ہے انگبین و شہد ناب شاید مثل شیر و شہد وہ مسرت و فرحت ہو یا نہ ہو شیر ناب
آتی ہو بلکہ شیر ناب بہتر ہے لیکن حرکت و آثار کسی طرح درست نہیں عارف کا دعویٰ ثابت
ہو رہا جاتا ہے اگر یہ قسم حرکت لازم نہ آتی تو کوئی ہم حرکت و آثار کو مسلم نہ رکھتے کس
واسطے کہ غلام کا شبہ بکمال تصحیح ختم اندوہ و شہد دل و داد کا نظیر نہیں ہو سکتا ہاں انگبین
و شہد کے جواز میں ہم مضائقہ نہ کریں گے کہ شیر ناب کو اس سے اچھا سمجھیں کہ شہد
میوہ کی حلاوت سے کے واسطے شیر افزائش لطافت کے واسطے حاشا و حاش اللہ کا جواب
آغاز تحریر میں لکھ چکا آپ کی اس نظیر لکھنے سے اس کے جواز پر میرا یقین نہ بڑھا لو
کشف الغطاء از روئے یقیناً نثر مرجز کے باب میں پیر و مرشد کو اتنا تامل کیوں ہے یہ
جو نثریں آپ نے لکھی ہیں سوائے اس نثر کے کہ جس کو آگے لکھوں گا یہ تو سب
مسجع ہیں یعنی پہلے فقرہ کا ہر لفظ وزن میں موافق ہو دوسرے فقرے کے لفظ سے
نظم میں یہ صنعت آ پڑے تو نظم کو مرصع کہیں گے اور نثر میں واقع ہو تو نثر کو مسجع کہینگے۔
جو حضرت کہ اس نثر کو مرجز کہتے ہیں وہ نثر مسجع کی مثال ہم کو دیں زنہار زنہار یہ نثر
مرجز نہیں مسجع ہے ہاں یہ نثر مرجز ہے صاحبا مشفقا شفیق ولی زید الطافکم الی الابد
بعد تبلیغ بندگی و نیاز بر ضمیر منیر روشن باد + اگر وہ نثر جس کو میں نے مسجع کہا ہے۔
مرجز ہے تو اس کمبخت نثر کا کیا نام ہے نہیں وہ مسجع ہے اور یہ مرجز ہے میں تو بہت
مختصر مفید لکھ چکا ہوں آپ نہ مانیں تو کیا کروں وزن نہ ہو قافیہ ہو وہ مقفی وزن
ہو قافیہ نہ ہو وہ مرجز ہے الفاظ فقرتین وزن میں برابر ہوں وہ مسجع اس صنعت
کو بیشتر نثر مقفیٰ میں صرف کرتے اور چاہو قافیہ کا التزام نہ کرو بہ
رنگ اقسام ثلثہ نثر ہی ہے حضرت نے نثر مسجع کو مرجز کہا ہے

جواب واقعی ہے کہ اگر مرجز یہ ہے تو سجع کس نثر کو کہتے ہیں اس سے زیادہ نہ مجھکو علم نہ یارا ہے کلام قتیل لکھنوی اور غیاث الدین ملائے مکتبی رام پوری کی قسمت کہاں سے لاؤں کہ تم جیسا شخص میرا معتقد ہوا اور میرے قول کو معتمد سمجھے بعد اتمام خط کے تحریر کے خیال آیا کہ شاید کسی بات کا جواب رہ نہ گیا ہو میں نے آپ کے خط کو دیکھا اور ایک بات دستور شگرف کی عبارت میں نظر آئی مرجز کلامیست منثور کہ وزن دارد سجع ندارد اس تعریف کو دیکھئے اور نمونہ نثر کو دیکھئے وہ موزون کہاں ہے جو وزن وارد اس پر صادق آئے وزن معنی تقطیع شعر مفقود سجع ندارد خدا جانے یہ بزرگ سجع کس کو کہتا ہے سجع ہموزن ہونا دو لفظوں کا فقرتین میں یا مصرعین میں سو اس نثر میں موجود ہے موجود کو مفقود اور مفقود کو موجود لکھا ہے اور پھر کلام اس کا مقبول ہے اللہ اللہ اللہ ملا غیاث الدین لکھتا ہے پس مرجز نثری باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جا ہا ہم ہموزن باشد در تقابل یکدیگر بدون رعایت سجع خدا کے واسطے سجع تو اسی کو کہتے ہیں کہ کلمات فقرتین یا مصرعین ہم وزن یک دیگر ہوں سو اس نثر میں موجود ہے کہ بدون رعایت سجع کے کیا معنی مگر یہ دونوں صاحب وزن کو برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہیں اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہیں اس عقدہ کی رکالت اظہر من الشمس ہے صاحب دستور شگرف کا کلام نص اور مولوی غیاث الدین کا کلام حدیث نہیں ہے آپ ہی غور فرمائیے اور انصاف کیجئے۔

صاحب عالم کے نام

(۷)

میکنم عرض گو مکرر باشد۔ پیر و مرشد آج ہی ایک خط چودھری عبدالغفور صاحب کے نام کا روانہ کیا ہے اور اس خیال سے کہ وہ گرمی ہنگامۂ شادی میں اس خط کا آپ کی نظر سے گزرانا بھول نہ جائیں یہ خط جداگانہ آپ کو آج ہی بھیجتا ہوں اصحاب ثلثہ کی عبارت نثر مرجز کے باب میں اتنی ہے کہ وزن دارد سجع ندارد خدا کے واسطے وزن تقطیع شعر کو کہتے ہیں وہ مثال کی نثر میں کہاں ہے سجع اس کو کہتے ہیں کہ کلمات فقرتین وزن میں برابر ہوں یہ صنعت مثال کی نثر میں موجود ہے جو ہے اس کا سلب جو نہیں اس کا ثبوت کیوں کر مانوں کیا آپ کی یہ مرضی ہے کہ الفاظ کے ہموزن ہونے کو وزن تقطیع شعر کو سجع مان لوں میں تو نہ مانوں گا آپ کو اختیار ہے یہ کلام معصوم کا نہیں کہ اس کے مسلم نہ رکھنے سے آدمی کافر ہو جائے زبان فارسی فردوسی کا مال ہے عرب کے ہاتھ بطریق یغما آیا ہے جس طرح چاہیں صرف کریں خواجہ نصیر الدین طوسی آٹھ حرف کا زبان فارسی میں نہ آنا لکھتے ہیں اور ذال نقطہ دار کا ذکر نہیں کرتے الّا کوئی لغت فارسی ایسا بتائیے کہ جس میں ذال آئی ہو گزاشتن و گزشتن و پزیرفتن سب زے سے ہے کاغذ دال مہملہ سے ہے اس کا ذال سے لکھنا اور کواغذ کو اس کی جمع قرار دینا تعریب ہے نہ تحقیق اور اسم آتش بدال ابجد ہے نہ بذال گنبذ کوئی لفظ متحد المزاج فارسی میں نہیں بلکہ قریب المخرج بھی نہیں تے ہے طوے

نہیں سین سے ثے نہیں اور صاد نہیں ہا سے ہنوز ہے ہمائے حطی نہیں
یہاں تک قاف نہیں اس راہ سے کہ غین متحد المخرج بلکہ قریب المخرج ہے زیکیے ہوئے
ذال کیونکر۔ وہ میاں صاحب ہانسی کے رہنے والے بہت چوڑے چکلے
جناب عبدالواسع فرماتے ہیں کہ بے مراد صحیح اور نامراد غلط ارے تیرا ستیاناس
جائے بے مراد اور نامراد میں وہ فرق ہے جو زمین و آسمان میں ہے نامراد
وہ کہ جس کی کوئی مراد کوئی خواہش کوئی آرزو بر نہ آوے بے مراد وہ کہ جس کا
صفحۂ ضمیر نقوش مدعا سے سادہ ہو اور قسم بے مدعا بے غرض بے مطلب حسبتہً للہ
ان دونوں امروں میں کتنا فرق ہے ناپروا اور ناکام اور نادرست اور ناچار کہ
یہ مخفف ناچارہ اور ناہار کہ یہ مخفف ناہار ہے اور نامراد اور ناانصاف یہ سب
درست ہیں ہاں کہاں گئے ہانسی والے معلم۔ قافیہ شائگان کہ جس کو عرب ایطا
کہتا ہے وہ دو طرح پر ہے خفی و جلی اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی
ہے خفی و جلی کی تفسیر میں کچھ لکھتا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اس کو نہ سمجھے
چہ جائے کہ مانے اصل یہ ہے کہ ایطا وہ قافیہ ہے کہ جو دو حرف ایک صورت
کے ہوں جیسے الف فاعل گویا و بینا و شنوا شعر اسیر مبیت اے ہنت تشبیہ
خیالت دل دانا + سر حلقۂ مستان رخت دیدۂ بینا + اور نون و ال مضارع کا
جیسا استاد کے اس مطلع میں ہے شعر

دل شیشہ و چشمان تو ہر گوشہ برندش ۔۔ مست ست مبادا کہ بناگہ شکنندش

اور ایسا ہی ہے الف نون جمع کا مثل چراغان و جانان اور ایسا ہی ہے
الف نون حالیہ مانند گریاں و خنداں پس اگر یہ مطلع میں آپڑے تو ایطا ہے

جلی ہے اگر غزل یا قصیدہ میں بطریق تکرار قافیہ آپڑے تو ایطائے خفی ہے
ایسے فن سے نے وہ کچھ لکھا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا اگر قابل تحقیق ہو تو میرے
بیان پر غور کرو اور جو عبدالواسع اور غیاث الدین اور عبدالرزاق ان ناموں
کی شوکت نظر میں ہے تو تم جانو ایک شخص بھیک مانگتا ہے باپ نے اس
کا نام میر بادشاہ رکھ دیا ہے اصل فارسی کو اس کھتری بچہ قتیل علیہ ما علیہ
نے تباہ کیا رہا سہا غیاث الدین رام پوری نے کھو دیا ان کی سی قسمت
کہاں سے لاؤں جو صاحب عالم کی نظر میں اعتبار پاؤں خالصاً للہ غور
کرو کہ وہ خسران نامشخص کیا کہتے ہیں اور میں خستہ و دردمند کیا بکتا ہوں
واللہ نہ قتیل فارسی شعر کہتا ہے اور نہ غیاث الدین فارسی جانتا ہے
میرا یہ خط پڑھو یہ نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی پڑھو قوت ممیزہ سے
کام لو ان غولوں پر لعنت کرو سیدھی راہ پر آجاؤ اگر نہیں آتے
تو تم جانو تمہاری بزرگی پر اور میرزا الفت کی نسبت پر نظر کر کے
لکھا ہے نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی میری تحریر کو مانو مگر اس
کھتری بچہ سے اور اس معلم سے مجھ کو کمتر نہ جانو عربی کا حرف
اور ہے اور فارسی کا قاعدہ اور ہے سمجھو یا نہ سمجھو تم کو اختیار ہے
عقل کو فرمانروائے شعور کرو سمجھو عبدالواسع پیغمبر نہ تھا قتیل پیغمبرانہ تھا
واقف غوث الاعظم نہ تھا میں جو کہہ رہا ہوں شمر نہیں ہوں مانو یا نہ مانو
نہ مانو تم جانو۔

جناب عالی آج آپ کا تفقد نامہ مرقومۂ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ
بقید روز دوشنبہ پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب کے تطابق میں میں الجھا پھر
خط کے جلد پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خبر ادھر پڑھا ادھر جواب
لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے اور یہ آپ کو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے
خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی
مقام سے بدستور جاری ہو گئی ہے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو
نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا ان کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول
صدق ارادت و مودت بہ سبیل ڈاک آگیا پھر قصیدۂ بہاریہ تہنیت و مدحت
میں بھیجا گیا اس کی بھی رسید آگئی وہ یہ ہے خاں صاحب بسیار مہربان دوستان
القاب اور کاغذ افشانی ازاں بعد ایک قصیدۂ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب
لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا
اس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر کل مجھکو آگیا پنشن
ابھی تک مجھ کو نہیں ملی جب ملے گی حضرت کو اطلاع دی جاوے گی پیر و مرشد
عالم الٰہی اور [illegible] ہوویں ان کے تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر
بجا لایا اے حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی
خدمت میں انھیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی تہنیت آرائی
نہ طرح آرائی کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جاوے گا آپ کا
بھی تو مارچ کا خط مجھکو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں مجھکو
محجوب کرتے ہیں اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ اتحاد مشترک ہے

قصیدہ و مثنوی بھیج دیجئے لطف اٹھاؤں گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئیگا
بے تکلف عرض کر دوں گا میرا سلام کہئے اور مثنوی و قصیدہ ان سے لے کر
جلد بھیج دیجئے اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور کہئے
کہ حضرت خلاصۂ مکتوب سابق یہ ہے الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیّر
بالمعروف ہو تو ہو یہ شادی بصد ہزار مسرت آپ کو مبارک ہو اور
ان کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علی خاں
صاحب کو میرا سلام پہنچے میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ
کا مدّاح رہوں گا خط کا لفافہ اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں یہ آج
پہنچا اور آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا کاتب وہی ہے جو لفافۂ
ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے۔

(۹)

جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکریہ بجا لاتا
ہوں آپ کا خط مع قصیدہ و مثنوی پہنچا مثنوی کو جداگانہ بطریق پمفلٹ پاکٹ
بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں لفافہ اس کا بھی آپ
کے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے
چچا صاحب کے کہنے سے نظر تا بستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم
ہوا آپ سمجھے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا ڈاک کی سواری
پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر یہاں شہر
میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرر رکھتا ہے اگر نہ مجبور ہو تو ہوا

اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجئے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور آگرا اور بلاد شرقیہ کے مثل ہے یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو رائے میں آوے وہ ایسا ہی کرے بہرحال مصرعہ آے وائے ز محرومی و دیدار دگر ہیچ۔ بہ انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن و امان کی ہو جائے گی مگر میری آرزو باستیفا اس صورت میں بھی نہ بر آئے گی میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے دیگا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہوں گے تب یہ تراوش خونناب ظہور میں آئی ہو گی مزہ یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب انھیں کے معلوم ہوتا ہے چوں کہ اصل کار میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے اس واسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا تک واصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرماویں میں نے بحسب دستور اپنے ہر جگہ منشاء اصلاح لکھ دیا ہے میر اشیخ صاحب سے سلام کہیے گا کہ کیا کروں دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت سے کے مراسم تقدیم کچھ نہیں پہنچا سکتا خدا تمہارا نگہبان رہے والسلام۔

(۱۰)

بھائی صاحب چودھری صاحب آپ کے تلطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے کی حیرت باعث اس کی ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور باآں کہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھوں بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی اب آپ کے خط کو پڑھ کر کارپردازان ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی انھوں نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہہ دیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید موجود ہے اب اس پارسل کی جواب دہی وہاں والوں کے ذمہ ہے پس میں نے یوں مناسب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیجوں آپ سکندرہ کے ڈاک خانہ میں بھجوا کر ان سے پارسل منگوا لیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت سے ضرور نہیں والسلام۔

(۱۱)

مخدوم زادۂ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دعا درویشانہ قبول فرماویں آپ کا بخیر وہاں پہنچنا اور بزرگوں کے قدم بوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو مصرعہ

یوسف از مصر بکنعاں آمد

تفرقۂ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ ہنوز تمہارے مسودات نہیں دیکھے گئے تا نزول باران رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیے گا اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس

سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچا دیجئے گا اور عرض کیجئے گا کہ آرزوئے دیدار حد سے گزر گئی یا رب جب تک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور انوار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہولوں میری روح کے قبض کا حکم نہ ہو لیکن سنہ ۱۲۸۲ھ میں دو مہینے باقی ہیں اب کی محرم سے اس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہوجائے مشفقی مکرمی چودھری عبد الغفور صاحب کو میرا سلام شوق کہیے گا اور یہ پیام پہنچائیے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے ع خواہش وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں + ان کے اس خط کا جواب جو پرسوں مجھکو پہنچا ہے موم جامہ میں پیسٹ کر پہنچے گا انشاءاللہ العزیز ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے جناب میر وزیر علی خاں صاحب بلگرامی یہاں تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں اترے ہیں مرفی صاحب کا کام ان کے سپرد ہوا ہے یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں لیکن ہنوز قائم مقام ہیں وہ صاحب جس کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سیتاپور گیا ہے ایک دن فقیر بھی ان کے مکان پر چلا گیا تھا حسن صورت اور حسن سیرت دونوں ان میں جمع ہیں آنکھیں ان کے حسن صورت سے روشن ہوگئیں اور دل ان کے حسن سیرت سے خوش ہوگیا واہ خاک پاک بلگرام میں سے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا

(۱۲)

شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول ہوئی میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف سے خاطر جمع کر دیجئے گا کہ اب سبیل اچھی نکل آئی ہے چودھری صاحب کے ذریعہ جو کچھ بھیجنا ہوگا بھجواؤنگا جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی محمد باقر دہلوی کے مطبع سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلا کرتا تھا مسمی بدہلی اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر احیاناً آپ کے یہاں یا کسی آپ کے دوست کے یہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکے اس کے نام کے کہکر نذر کرنے کا ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجئے آپ کو معلوم رہے کہ اکتوبر کی ساتویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہکر گزرانے ہیں احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لئے جائیں یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر یہ مثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اس پر علم ہو تو وہاں سے منگوا کر بھیجئے

والسلام مع الاکرام۔

(۱۳)

شفیق میرے عنایت فرما میرے تمہارے مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں
نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی طرف سے ظہور میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع
جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے آپ بھی اب فکر نہ کیجے
اگر کہیں سے آپ کے پاس آ جائے تو مجھکو بھیج دیجئے میرے پاس آ جائیگا
تو میں تم کو اطلاع دے دونگا عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہو گا اس
کی پرسش نامہ میں خدمت گزاری کو حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام
بھیج دیں میرا سلام اور یہ پیام کہدیجئے گا صاحب تم نے ہمارے پیر و مرشد کو
ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم کو تو فرما دیں کہ غالب کو میری
دعا لکھ بھیجنا بہر حال میرا سلام نیاز عرض کیجے اور ان کے مزاج مبارک کی
خیر و عافیت لکھئے اور یہ بھی لکھئے کہ اگر خدانخواستہ وہ مجھسے ناخوش ہیں تو ناخوشی
کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام نیاز پہنچائیگا اور مولانا
عطا کو سلام شوق کہئے گا۔

(۱۴)

میرے شفیق ولی چودھری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے دیکھو
میرے حواس کا اب یہ عالم ہوگیا ہے کہ تمہارے نام کی جگہ تمہارے چچا صاحب
کا نام لکھتا تھا اسی طریق سابق کے خط میں سرنامہ پر لکھ گیا ہونگا بیت

بہار بیشہ جوانے کہ غالبش نامند   کنون ببین کہ چہ خون میچکد ز ہر نفسش

خطوط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں انکے بھیجنے کی کیا حاجت

تھی آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دلنشین اور خاطر نشان ہے
جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے۔ بیت

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئیگا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اس کے نکل جائیگا بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھسے لیکر جمع کر لیا کرتے تھے سو ان کے لاکھوں روپے کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتب خانہ بھی گئے اس میں وہ مجموعہائے پریشان بھی غارت ہوئے میں خود اس مثنوی کے واسطے خون جگر ہوں ہائے کیا چیز تھی پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے خدا نے بچایا چوں کہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا از راہ احتیاط پارسل میں سے نکال لئے۔

۱۵۔ شاہ عالم کے نام

مخدوم زادہ عالیشان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم امن و امان عزت و علم و عمر سے برخوردار رہیں ہمارے حضرت ہم کو بھول گئے ہاں سچ ہے انکا لطف چودہری عبدالغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا جب جوہر نہ رہا تو عرض کہاں بہر حال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطریں ان کی نظر سے گزر جائیں چودہری عبدالغفور صاحب کو سلام کہئے گا اور یہ پوچھئے گا کہ قصیدے کا بعد اصلاح کے نہ بھیجنا میرا

گناہ ہے یا اُس کے سوا اور کوئی قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجئے اور اگر کوئی اور جرم بھی ہے تو مجھے اطلاع دیجئے ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے آپ کا خط میرے نام کا اور اسکے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا جو آدمی خط لیکر گیا تھا دو بار جواب مانگنے کو گیا پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نہ ملے میں نے اسکے جواب سے قطع نظر کی اپنی خدمتگزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ دی کی یائے تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اُس نے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع ان کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں باقی انکے حالات انکے خط سے معلوم ہو جائیں گے اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچائے گا۔ والسلام

(۱۶)

جناب عالی چھاچھوا ترجمۂ سندی ایک بار چھاگغایت کرتا ہے الواح انواع ہماری آپکی بول چال میں ہے لیکن تحریر میں درست نہیں چمن پر فضا چمن پر فزا لئے ہوئے سے کیوں لکھا خطاب واحد غائب وقت اشین ہے نہ اُش ہاں اگر آخر لفظ مبنی ہائے انتہائی حرکت پر ہو مثل غمزہ و چشمہ و خانہ و دانہ تو اُس کو یوں لکھتے ہیں چشمہ اش غمزہ اش خانہ اش دانہ اش اور باقی اور سب الفاظ کا حرف آخر شین سے ملجاتا ہے خطاب واحد حاضر خطاب واحد غائب خطاب متکلم ت ش م ہے الف کو یہاں

کیا دخل اور وہ جو دکھنی یو بہرہ یعنی جامع برہان قاطع ات اش ام لکھتا ہے غلط کرتا ہے جہاں تم نے بعد اپنے نام کے یہ اشعار لکھے ہیں۔ ؎

پریشاں تر زخویشم داستانی است الخ

وہاں ربط کلام جاتا رہا تھا ایک جملہ فاصل کر دیا ہے یعنی بدیں اشعار زمزمہ سرا است یہ خبر اس کاف توصیفی کی ہے اور آگے تو نثر ہے اس کا فاعل وہی مصنف ہے حضرت پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی خدمت عالی میں میرا سلام مسنون عرض کیجیے گا اور یہ عرض کیجیے گا کہ آپ کے منشور عطوفت کا جواب بالانفراد آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔

۱۷۔ صاحب عالم کے نام

پیر و مرشد اس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھوں اور اس کا شکر کیوں کر بجا لاؤں خدا کی بندہ نوازیاں ہیں کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہلواتا ہے ظاہرا میرے مقدر میں یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ انھیں وبائے عام میں جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے کشتنی و سوختنی کو یوں بچایا اور پھر اس رتبہ کو پہنچایا کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائیں باغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے میں محابا نہ کرے گا کتاب اغادت مآب پنج آہنگ نسخہ لطیف تالیف شریف اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ اسیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں کہ آیا میرا قیاس مطابق واقع ہے یا نہیں ہاں چودھری صاحب اور مولوی

نفضل احمد صاحب ان دو ناموں میں تردد باقی نہیں معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک نسبی بھائی ہے نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجمع نثرین اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ میں تھے وہ کتاب خانہ کہ ذکر عرض کرتا ہوں بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا لٹ گیا ایک ورق نہیں رہا ہاں چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بدو عیب ہیں ایک تو یہ کہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں دوسرے یہ کہ کاپی نویس نے وہ اصلاح بسیعیری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں بہر حال اگر فرمایئے تو لیکر بھیجدوں مخدوم زادہائے والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا مگر پہلے ان کی خدمت میں اور پھر حضرت سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزون عرض کرتا ہوں۔

(۱۵)

میرے مشفق کو سلام پہنچے دونوں مخمس بعد اصلاح پہنچتے ہیں نشاء اصلاح سمجھ لیجئے سید عالی نسب و سرورِ والا حسب یہ افتتاح کلام اور ابتدائے خطاب کے درخور نہ تھا مصرعہ ثالث اس کی جگہ رکھ دیا گیا دوسرے بند کی دو طرح پر تخمیس ہے دونوں بے عیب ہیں اور مزید لطف کسی میں نہیں جن مصرعوں کو چاہو رہنے دو گزشت از افلاک وز افلاک گزشت ایک فارسی رہا اور ایک ہندی حضرت نے دونوں فارسی میں لکھے تھے ندامت فعل پر مترتب ہوا کرتی ہے ترجمہ اس کا پشیمانی حضرت یوسف کو ندامت

کیوں ہو مگر خجالت اس کا ترجمہ شرمندگی آپ غور کیجئے کہ ندامت اور خجالت میں کتنا فرق ہے جہاں آپ نے عرق زیر ندامت لکھا وہ محل خجالت کا تھا آپ نے ندامت کیوں لکھا بہر حال وہ مصرعہ تو بدل گیا لیکن اطلاع ضرور تھی طرح بفتح اول و سکون ثانی بمعنی قریب ہے اور تصویر کے خاکے کو بھی کہتے ہیں اور بمعنی آسائش و دنیا بھی مجاز ہے مرادف طرز دیوش بھی طرح ہے بفتحتین اس کا تفرقہ منظور رہا کرے نسیم تخلص اچھا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ نسیم مونث ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جرأت اور وحشت اور ایسے بہت تخلص ہیں کہ وہ مونث ہیں بایں ہمہ اگر بدلا چاہئے تو اس کا ہموزن سلام و سلیم اور خیال بھی ہے اس میں سے جو پسند آئے آپ کے عم عالی مقدار اور آپ کے بزرگ آموزگار کو میرا سلام پہنچے۔

یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم کی طرف ہے پیر و مرشد کی خدمت میں سلام اور مرشد زادوں کی جناب میں دعائے طول عمر و دوام دولت پہنچا کر یہ عرض کرتا ہوں کہ واقعی حضرت شاہ عالم کا عنایت نامہ آیا تھا اور میں اس کا جواب بھیج چکا ہوں عجب ہے کہ حضرت کی تحریریں جہاں ان کے خط کا ذکر تھا وہاں میرے خط کا مذکور نہ تھا اور ان سطور کی تحریر کے بعد اپنے خط کا پہنچنا گمان نہیں کر سکتا میں اس میں ان کو یہاں کا حال لکھ چکا ہوں پنج آہنگ آپ نے لی دیوان فارسی آپ کے پاس ہے مگر یوں سمجھئے کہ یہ دونوں ناتمام ہیں اور اب کہیں سے اس کا اتمام ممکن نہیں خیر جو کچھ ہے غنیمت ہے دستنبو میں نے نذر کی ہے مہر نیم روز معلوم نہیں آپ کے پاس ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ شعر کو مجھ سے اور مجھ کو شعر سے ہرگز نسبت باقی نہیں رہی اس فتنہ و فساد کے بعد

ایک قصیدہ یہ جو دستنبو میں ہے اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب شمال کی مدح میں اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی مدح میں اور دو بیت کا ایک قطعہ اور ایک رباعی اس نظم کے سوا اگر کچھ لکھا ہو تو مجھ سے قسم لیجئے

قطعہ

با آدم زن بشیطان طوق لعنت :: سپرد ند از رہِ تکریم و تذلیل :: ولیکن در اسیری طوق آدم گران تر آمد از طوقِ عزازیل

رباعی

دنیا ہیچ است و شادی و غم ہیچ است ہنگامۂ سور و بزم ماتم ہیچ است :: رو دل بیکے دہ کہ دو عالم ہیچ است این نیز فرد گزار کایں ہم ہیچ است :: اس واماندگی کے دنوں میں چھاپہ کی برہان قاطع میرے پاس تھی اس کو میں دیکھا کرتا تھا ہزارہا لغت غلط ہزارہا بیان لغو عبارت پوچ اشارات پادر ہوا میں نے سو دو سو لغت کے اغلاط لکھ کر ایک مجموعہ بنایا ہے اور قاطع برہان اس کا نام رکھا ہے چھپوانے کا مقدور نہ تھا مسودہ کاتب سے صاف کروا لیا ہے اگر کہو تو بہ سبیل مستعار بھیج دوں تم اور چودھری صاحب اور جو اور سخن شناس اور منصف ہوں وہ اس کو دیکھیں اور پھر میری کتاب میرے پاس پہنچ جائے۔

(۱۹)

میرے کرم فرما میرے شفیق سے شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من است :: آپ کے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر اس التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب اور اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار از روئے اضطرار مایوس کا سمجھتا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ

ہم اپنے ہاتھ سے نقل کر کر جلد بھیجئے تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا
لکھا ہے جناب چودھری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام نیاز استاد
شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام۔

(۴۰)

میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے کل انشا کا پارسل پہنچا اور آج خط انشا
کا نام بہارستان اور اب آپکا تخلص سرور بہارستان مضاف مضاف الیہ بہارستان سرور
اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف
زیادہ دیگا اور اگر نہ پہنچے گا تو محل شکایت نہ ہوگا رفع فتنہ و فساد اور بلاد میں مسلم
یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے اہل دہلی عموماً بُرے ٹھہر گئے یہ داغ آج کی
جبیں حال سے مٹ نہیں سکتا میں اموات میں ہوں مردہ شعر کیا کہے گا غزل کا ڈھنگ
بھول گیا معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے رہا قصیدہ
ممدوح کون ہے ہائے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے ۔ اے دریغا نیست
ممدوحی سزاوار مدیح ۔ اے دریغا نیست معشوقی سزاوار غزل ۔ گورنمنٹ کے
دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے اشرفیاں نہیں اور
خلعت ریاست دو دو مالی کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالائے مروارید
مجھکو ملا کرتا ہے اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلائے جانے
کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت شعر اعضا و جوارح کا کام
نہیں دل چاہئے دماغ چاہئے ذوق چاہئے امنگ چاہئے۔ یہ سامان کہاں سے
لاؤں جو شعر کہوں کھنڈ کیوں کہوں جو ساٹھ برس کی عمر ولولہ شباب کہاں رعایت

فن اُس کے اسباب کہاں اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ پیر و مرشد کو سلام نیاز پہنچے کف الخضیب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہے اُس کے طلوع کا حال مجھکو کچھ معلوم نہیں اختر شناسان ہند کو اس کا کچھ حال معلوم نہیں اور اُن کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا قبول دعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کر منگوایا اور قطعات زمرد اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر ظاہر نہ ہوا ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں تحویل آفتاب بہ حمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۱ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے اس سے تجاوز نہیں رہا جامع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن مبلغ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں بیت۔ ندانم کہ گیتی جہاں میر دو ؛ چہ نیک و چہ بد در جہاں میر دو ؛ میں تو آب روز و شب اس فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گذری اب دیکھئے موت کیسی ہو سے عمر بھر دیکھا کئے مرنے کی راہ ؛ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا ؛ میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گراہ کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہکر گذرانے بادشاہ نے پسند کئے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے انھوں نے دلی اردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھاپے اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اس زمانہ میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سنے ہیں الحمد ان کو یاد ہیں اب یہ دونوں

سے سرکار کے نزدیک میرے کیے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے ہیں ہر چند قلمرو ہند میں دلی اردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ دھبہ مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا خیر جو کچھ ہوا چوں کہ موافق رضائے الٰہی کے ہے اس کا گلہ کیا ہے

چوں جنبش سپہر بفرماں داورست ؎ بیداد نبود انچہ بما آسماں دہد

یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بہ سبیل شکایت گویند از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسی را کہ خدا از وے فرض طلبد و پیمبر سنت و زن نان خواہد و ملک الموت جان قصہ مختصر اب زیست بامید مرگ ہے قاطع برہان جو دھری صاحب کی نثر کے اجزا کے ساتھ بھیجا جائے گا بمقابلہ برہان قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعائے افزونی عمر و دولت پہنچے۔

(۲۱)

میرے شفیق آپ کا خط آیا اور اس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا ایک قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں اگر اس کو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اٹھ جائے گا اور رجسٹری کا درد سر جاتا رہے گا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی خط بیرنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں اشٹامپ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں بانی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا پنشن جاری ہو گئی تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ

مل گیا بعد ادائے قرض ۱۱۱ ؏ بچے اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین مہینے ستمبر اکتوبر نومبر ملیں گے دسمبر ۱۸۶۰ء سے تنخواہ ششماہی ہو جائے گی اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سیکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کرے گا اس حساب سے میرے حصہ میں اڑھائی روپیہ مہینہ آیا ؏ کے ساٹھ رہیں گے کچھ رام پور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دونوں آمدنی ملکر خوش ناخوش گزارا ہو جاتا ہے یہاں شہر ڈھ رہا ہے بڑے بڑے بازار نامی خاص بازار اور اردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں صاحب امکنہ اور دکانیں نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا آب تیشہ کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے غلہ گراں ہے موت ارزاں ہے میوہ کے مول اناج بکتا ہے ماش کی دال آٹھ سیر باجرا ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر چنا ۱۶ سیر گھی ڈیڑھ سیر ترکاری مہنگی ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینہ جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم دھوپ تیز روز لوں چلتی ہے جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے حضرت رفعت درجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بانکسار تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے میں نے مرشد زادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں ہاں آپ کی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اس کے وصول کی صورت ان سطروں سے جو آغاز مکتوب میں چودھری عبد الغفور صاحب کی

خدمت میں لکھی گئی ہیں مع روداد شہر معلوم کر لیجئے گا لالہ گوبند پرشاد صاحب
ہنوز میرے پاس نہیں آئے میں دنیادار نہیں فقیر خاکسار ہوں تواضع میری
خو ہے انجاح مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو انشاء اللہ
العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے جناب مستطاب حضرت محمد امیر
صاحب کی خدمت میں بعد سلام نیاز یہ گذارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام
پیام سوائے اب کی بار کے کبھی نہیں پہنچا اب ان سطور کو اپنا ذریعۂ افتخار سمجھا
اور نوید مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا یہ جو ناخوشی اور گریز پائی اور بے
التفاتی کا آپ کو مجھ پر گمان اور اس کا رنج ہے یہ کسی نے خلاف واقع آپ
سے کہا ہے میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں
دروازہ سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ نکالا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں
کہ میرے خدا نے مجھ پر عنایت کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو میں کسی
طرح کا فرق نہیں آیا تنخواہ جس کو حضرت نے یومیہ لقب دیا ہے اس کا حال اوروں
کی تحریر سے دریافت ہوگا فقیر کو اپنا دوست و معتقد اور مشتاق تصور فرماتے
رہیے گا مرشدزادہ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا ڈپٹی صاحب
سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے ان کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں
مجھ کو افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر حسب اتفاق کہیں ملاقات ہوگئی تو
آپ کا سلام کہوں گا آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجئے گا۔ مصرع
بندۂ شاہ شمائیم و ثناخوان شما

(۴۲)

میرے مشفق چودھری عبدالغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا
مجھ کو شکرگزار قصیدۂ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار
تصور فرمائیں اور ان دونوں قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں ؎

نوید وصل دہم میدہد ستارہ شناس ، نکرد ژرف نگاہے مگر در اختر من

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض انتساب جامع مدارج الجمیع بزم وحدت
کے فروزندۂ شمع مستغرق مشاہدہ شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب
قدسی صفات کی طرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر
میں خارج بحث معلوم ہونگی لکھی جاتی ہیں۔ میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرا
نو برس کا تھا کہ چچا مرا اس کی جاگیر کے عوض میرے اور میرے شرکائے حقیقی کے
واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے انہوں
نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال اس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے
سات سو روپیہ سال ہیں سے سرکار انگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا کولبرک صاحب
بہادر رزیڈنٹ دہلی اور اسٹرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق
ہوئے میرا حق دلانے پر رزیڈنٹ معزول ہو گئے سکرتر بمرگ ناگاہ مر گئے بعد
ایک زمانہ کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپے مہینا مقرر کیا ان کے ولیعہد نے
چار سو روپے سال ولیعہد اس تقرر کے دو برس کے بعد گئے واجد علی شاہ بادشاہ
اودھ کی سرکار سے بصلۂ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس
سے زیادہ نہ جئے یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہی
سلطنت دو ہی برس میں ہوئی دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس

مجھ کو روٹی دیکر بگڑی ایسے مربی کش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں اب میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مر جائے گا یا معزول ہو جائیگا اور اگر یہ دونوں امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اس کی ضائع جائے گی اور والی شہر مجھ کو کچھ نہ دے گا اور احیاناً اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں ملجائیگی اور ملک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں ہونی اور واقعی ہیں اگر ان سے قطع نظر کر کے قصیدہ کا قصد کروں قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کرے گا سوائے ایک ملکہ کے وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیوں کر یہ شعر کہے تھے عبدالقادر بیدل کا یہ مصرعہ گویا میری زبان سے ہے مصرع

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

پایان عمر ہے دل و دماغ جواب دے چکے ہیں سو روپے رامپور کے ساٹھ روپے پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں گرانی اور ارزانی امور عامہ سے ہے دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں قافلہ کے قافلے آمادۂ رحیل ہیں دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گذشتہ میں گزر گئے مجھ میں قصیدہ کے لکھنے کی قدرت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیشی پر کیا پیش آئے ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیوں جیوں گا۔

(۲۳)

بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبلۂ دو جہان جناب
صاحب عالم کو بندگی اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد کیا عرض کروں
کہ میرا کیا حال ہے اضمحلال قویٰ کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ
جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں جو
کچھ لکھتا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں آج دوپہر کو میر عبد العزیز
صاحب آئے میں بے کلاہ و پیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا ان کو دیکھکر اُٹھا مصافحہ
کیا انھوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں
جاؤں گا عرض کیا گیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لاویں خط کا جواب اور اصلاحی
مسودہ لیجائیں وہ تشریف لے گئے میں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں
ہے جی میں کہا آؤ بیکار کیوں رہو خط کا جواب آج لکھ رکھو اٹھے کون کمبخت کھولے
کون لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لے ادب مقتضی اس
کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو حضرت نسخۂ قاطع برہان تیسرا یا چوتھی نظر میں
مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالہ ہوئے آٹھ جز لکھے گئے کم و بیش دو
جزو باقی ہیں پرسوں تک آجائیں گے بعد اس کے اُس کے انطباع کی فکر ہوگی
جب وہ عزیمت امضا پذیر ہو جائیگی حضرت کی نظر سے بھی شرف پائیگی حضرت
سید عالم کو نیاز خورشید عالم کو سلام چودھری صاحب کو نہ نیاز نہ سلام
صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو طرح روح سمجھتے تھے باتوں کا مزہ فقط
خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ روحانی منقطع کیوں ہوا صاحب یہ

روش اچھی نہیں گاہ گاہ ارسال رسائل کا طور بنا رہے۔

(۲۴)

حضرت چودھری صاحب عنایت نامہ سابق پہنچا تھا تو خط پر نہ تھا جواب طلب ہو کوئی اس کا جواب کیا لکھتا ہو آج دو پہر کو یہ خط پہنچا آج ہی آخر روز جواب لکھکر رکھ چھوڑتا ہوں کل صبح کو بشرط حیات ڈاک میں بھجوا دوں گا قاطع برہان کے مجلدات جو بموجب توقیع خریداری میری ملک ہیں وہ اوّل جولائی میں میرے پاس آویں اور ان میں سے دو مجلد آخر جولائی میں آپ کے پاس پہنچیں گی ایک آپ رہنے دیں گے اور ایک پیر و مرشد کی نذر کریں گے انشاء اللہ العلی العظیم شعر ع ہنذا فیض تعلق معجز کلک تش نگر ہو گر رہ صد سالہ رہ پیش نظر باشد ہلال یہ شعر مولانا نورالدین ظہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ممدوح کی خوشنویسی کی تعریف میں ہے مبالغہ سرحد تبلیغ اور غلو کو پہنچ گیا ہے خلاصہ یہ اسکا لکھا ہوا قطعہ یا کوئی عبارت سو برس کی راہ پر سے آدمی کو نظر آتا ہے وجہ اسکی یہ کہ حرف بہت روشن اور صاف و جلی ہیں اور چونکہ یہ امر بحسب عادت و عقل ممتنع ہے اس رو سے اس کو معجزۂ قلم کہا اور چونکہ معجزہ خرق عادت ہے اور خرق عادت ایک امر ہے مسلمات جمہور میں سے پس منکر کو گنجایش انکار نہ رہی یہاں یہ خیال آئے گا کہ فیض تعلق بیکار رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الہام ہے یعنی نگاہ کو ازانجا کہ باصرہ مشتاق حسن ہے اُس خط سے وہ تعلق بہم پہنچا ہے کہ اگر وہ خط سو برس کی راہ پر ہو تو بھی نگاہ اس سے متعلق رہتی ہے جیسے طائر کو اپنا آشیانہ اور مسافر کو اپنا وطن اور عاشق کو معشوق کا خد و خال مسافت بعیدہ سے پیش نظر رہتا

ہے جاہو ایک معلول کی دو علت سمجھو فیض تعلق مذکور اور حسن خط مقدر جاہو فیض تعلق کو ادعا کہو اور حسن خط جو تقدیر میں ہے اس کو سبب سمجھو تعلق کا اور موکد جانو ادعا کا سنو دعوی کے واسطے دلیل موضوع ہے ادعا کو دلیل ضرور نہیں ہے ہاں ادعا پر تاکید طریقہ بلاغت ہے یہ لطافت معنوی خاص اس بزرگ کے حصہ میں آئی ہیں میں جانتا ہوں مشتری اور عطارد نے ملکر ایک صورت پکڑی تھی اس کا اسم نور الدین اور تخلص ظہوری تھا اللہ اللہ فرماتا ہے

شعر مروت کرد شبہا بر تو سیر بام و ہر لازم ہمی باشد چراغی خانہائے بینوایان را ؎

ظہوری کا ممدوح اور معشوق ایک ہے یعنی سلطان جلیل القدر ابراہیم عادل شاہ بادشاہوں کے منظر بلند ہوتے ہیں اور کیا بعید ہے کہ رعایا ملازمین میں سے کچھ لوگ زیر قصر رہتے ہوں اس واسطے بادشاہ دن کو اس منظر بلند پر نہیں چڑھتا کہ مبادا رعیت یا ملازموں کی جورو بیٹیاں نظر آئیں رات کو ان کے گھر تاریک ہوتے ہیں اگر کوئی بلند مکان پہ چڑھا تو کچھ نظر نہ آئے گا یہ مدح ہوئی عفت کی اور عفت ایک فضیلت ہے فضائل اربعہ میں سے اب ایہام کو سوچئے ممدوح نے راتوں کو کوٹھے پہ چڑھنا اپنے اوپر لازم کیا ہے اس واسطے کہ ان کے گھروں میں چراغ نہیں اگر کسی کو کسی کپڑے میں پیوند لگانا یا کوئی چمڑے کی چیز گانٹھنی یا کسی مریض کا نفحص حال منظور ہو تو وہ گھر اس ممدوح کے پرتو جمال سے روشن ہو جائے چراغ کی حاجت باقی نہ رہے جو کام جو شخص چاہے وہ کرے مروت کے لفظ کا مزہ وجدانی ہے سوائے اس لفظ کے کوئی لفظ یہاں کام نہیں آتا اگر حفظ ناموس رعایا ہے تو مروت ہے اور اگر مفلسوں کی کار برآری ہے تو مروت ہے قالب معنی کی جان ہے ظہوری

ناطقہ کی سر بفرازی کا نشان نہ ہے ظہوری نیاز کیا لکھوں۔

(۲۵)

جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا کچھ حال کا
کچھ تذکرہ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا اور اگر اطلاع پاتا تو حصول
صحت کی دعا کیونکر مانگتا کل سے وقت خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں یقین ہے
کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ازاں بعد یہ خط پاؤ گے اکثر صاحب اطراف و جوانب سے
ماہ نیم ماہ کے بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں سو در میں جی ہیں کہتا ہوں کہ جب مہر نیم روز
کی عبارت کو نہیں سمجھتے تو ماہ نیم ماہ کو لیکر کیا کریں گے صاحب مہر نیم روز کے دیباچہ
میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے اور اس کی دو مجلد ہیں
پہلی جلد میں ابتدا آفرینش عالم سے ہمایوں کی سلطنت تک کا ذکر دوسرے حصے
میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ کا نام مہر نیم روز دوسرے حصے
کا اسم ماہ نیم ماہ بارے پہلا حصہ تمام ہوا چھاپا گیا جا بجا پہنچا قصد تھا جلال الدین
اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تیمور تک کا نام و نشان مٹ گیا آن دفتر را گاؤ خورد
گاؤ انقلاب برد قصہ بدر رہ مرد جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں کہاں سے پیر
و مرشد کو میری بندگی اور صاحبزادوں کو دعا خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا
قصد مجھے یاد دلاتے ہیں ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی شیخ
محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں
مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں اب وہ دل کہاں سے لاؤں
طاقت کہاں سے پاؤں نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنے آموں کی

گنجایش نہار منہ مین آم نہ کھاتا تھا کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعامین آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھاتا تھا پیٹ ابھر جاتا اور دم پیٹ مین نہ سماتا تھا اب بھی اسی وقت ہوں مگر دس بارہ اگر پیوندی آم بڑے ہوے تو پانچ سات بلیت ذریغا کہ عہد جوانی گزشت ٭ جوانی مگو زندگانی گزشت ٭ اسکے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا اس کے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاڑے مین نہ برسات میں مصرع ع اے وائے ز محرومی دیدار دگر ہیچ۔

(۲۶)

بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اوسکے اور نام آپ کا پایا دستخط دیکھکر مفہوم ہوا خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضۂ تپ و لرزہ رنجور ہیں الحمد اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہین خدا وہ دن دکھائے کہ تمہارا خط تمہارے دستخطی آئے سرنامہ دیکھکر دل کو فرحت ہو خط پڑھکر دو فی مسترت ہو جب تک ایسا خط نہ آئیگا دل سوداز دہ آرام نہ پائیگا قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہوں گا آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع حقوق اشتیاق و الوف احترام جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں ان کے کف پائے مبارک سے ملیں میں سلام کروں گا تم معرف ہونا کہ غالب یہی ہے اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے مین نے عزم قدمبوسی کیا پیرو مرشد نے مجھے گلے لگا لیا فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے عرض کرتا ہوں کہ الحمد اللہ حضرت

کا مزاج مقدس کیسا ہے ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسین تیری تعریف بہت کرتے رہتے ہیں جناب یہ انکی خوبیاں ہین ایسا نہین ہون جیسا وہ کہتے ہیں کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے ضعف قویٰ و اضمحلال کہتے تاکہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا اُن کی غمخواری اور دردمند نوازی کا دم بھرتا شعر

درکشاکش ضعفم نگسلد رواں از تن اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھ مین اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤن دام پہ گر کے دانہ زمین پر سے اٹھاؤن حضرت سچ تو یوں ہے کہ غمہائے روزگار نے مجھکو گھیر لیا ہے سانس نہیں لے سکتا اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سے خیال میں آئی پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو یا تین سوچا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یوں ہی رویا کرون گا دوسری یہ کہ آخر ایک نہ ایک دن مرون گا یہ صغریٰ اور کبریٰ دلنشین ہے نتیجہ اس کا تسکین ہے ہیہات شعر

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید ناامیدی اسکی دیکھا چاہیئے

ابی حضرت شاہ عالم صاحب میرا اسلام لیجئے کاغذ باقی نہیں رہا اپنے سب بھائیوں کو مع وزیر علی صاحب میرا اسلام کہدیجئے۔

(۲۷)

جناب چودھری صاحب سیاہی پھیکی کاغذ پتلا پیر و مرشد کی عبارت یک طرف آپ کی تحریر بھی مغشوش ہو گئی میرا ہو گیا ہوں مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے تمہاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا قرینہ سے محاورہ بھی معلوم ہو گیا

حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو
خدا ایسے پھوٹین ایمان نصیب نہ ہو وہ خط بدستور آپ کے پاس واپس بھیجتا
ہوں اردلی سفید کاغذ پر حرف بحرف اسکی نقل کر کے پھر مجھے بھیجدیجئے تاکہ اسکے
جواب لکھنے مین سعادت حاصل کرون لیکن بہت جلد بہت جلد آپ کی نگارش
سے اتنا دریافت ہوگیا کہ اب آپ اچھے ہیں الحمدللہ جناب ممتاز علی خاں صاحب
کہاں اور مارہرہ کہاں بہرحال میرا سلام۔

(۲۸)

چودھری صاحب مشفق مکرم کو میرا سلام آپ کا خط کہ سوائے چند سطر کے
جو تم نے لکھی تھیں سراسر حضرت صاحب کا دستخطی تھا پہنچا سبحان اللہ حضرت
کو کس قدر محبت ہے تمہارے ساتھ تمہاری ناسازی مزاج کا کیسا ملال اور
تمہارے نہ دیکھنے کا کیسا رنج ہے سچ یوں ہے کہ تم خوبان روزگار میں سے ہو توقع
قبول اہل نظر کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے سلامت رہو خوش رہو مختصر مصرع

کارت بجہاں جملہ چنان باد کہ خواہی

اب روئے سخن حضرت صاحب عالم کی طرف ہے خدمت غلام مخدوم خادم
نواز میں بعد تسلیم معروض ہے تفقد نامہ نامی بصورت عز و شرف نظر آیا الحمد
للہ تم نے میری نظر مین میری آبرو بڑھائی حضرت کی قدر دانی کی کیا بات ہے
آپ کا التفات موجب مباہات ہے یہ بات بطریق طے لسان زبان پر آئی ہے
ورنہ قدر دانی کیسی یہ قدر افزائی ہے نظیری علیہ الرحمۃ کا ایک شعر کاغذ پر لکھکر
میرے گلے میں ڈال دیجئے اور زمرہ شعرا میں سے مجھکو نکال دیجئے شعر یہ ہے

شعر جوہر نیش من در تہ زنگار بماند   آنکہ آئینہ ساخت نپرداخت دریغ
دعویٰ اور چیز ہے اور کمال اور ہے علم عربی اور شے ہے اور فارسی کی حقیقت حال اور ہے جلالائے طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیدائے ہندی کو ایک رقعہ لکھا عبارت اس وقت یاد نہیں آتی مگر یہ مضمون اس کا ہے کہ ایک دن مولانائے عرفی علیہ الرحمۃ اور ابو الفضل میں مباحثہ ہوا شیخ نے عرفی سے کہا کہ ہم نے تحقیق کو بسر حد افراد پہنچا دیا اور فارسی میں خوب کمال پیدا کیا عرفی نے کہا کہ اس کو کیا کروگے کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر کے بڈھوں سے اور بڈھیوں سے جو باتیں سنی فارسی میں سنی شیخ گفت ما فارسی از انوری و خاقانی فرا گرفتہ ایم و شما از پیرزالان آموختہ اید عرفی فرمود انوری و خاقانی نیز از پیرزنان آموختہ باشند ختم غالب کہتا ہے کہ ہندوستان کے سخنوروں میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ کے سوا کوئی استاد مسلم الثبوت نہیں ہوا خسرو کیخسرو قلمرو سخن طرازی ہے پایۂ حشم نظامی گنجوی و ہم طرح سعدی شیرازی ہے خیر فیضی بھی نغز گوئی میں مشہور ہے کلام اس کا پسندیدۂ جمہور ہے دیکھو عبد القادر کیا لکھتا ہے زہے سیاہی خالیز آرزو فقیر اور شیدا اور بہار وغیرہم انہیں میں آگئے ناصر علی اور بیدل اور غنیمت انکی فارسی کیا ہر ایک کا کلام بنظر انصاف دیکھئے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا منت اور مکیں اور واقف اور قتیل یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجئے الا حضرت معترض عالم علوم عربیہ کے شخص ہیں خیر ہوں فاضل کہلائیں کلام ہمیں اس کے مرتبہ کمال ایسے ہموں کی سعی اور کمال فارسی کی قاعدہ دانی میں اگر کلام ہے اس میں پیروی قیاس ایک بلائے عام ہے وارستہ سیالکوٹی نے خان آرزو

کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض کیا ہے اور ہر اعتراض بیجا ہے بایں ہمہ وہ بھی جہاں
اپنے قیاس پر جاتا ہے منہ کی کھاتا ہے مولوی احسان اللہ ممتاز کو صنائع لفظی
میں دستگاہ اچھی تھی اس شیوہ و روش کو خوب برت گئے فارسی وہ کیا جانیں
قاضی محمد صادق اختر عالم ہوں گے شاعری سے ان کو کیا علاقہ ایک بات حضرت
کو اور معلوم رہے کہ ہندی فارسی والوں نے کمال کو وہم میں منحصر رکھا ہے کابل
کے نواب زادوں میں سے ایک صاحب قتیل کے شاگرد تھے میں نے ایک رقعہ قتیل
کا ان کے نام دیکھا ہے کہ قتیل ان کو لکھتا ہے کہ جامہ گزاشتن بمعنی مدن مسلم
لیکن بہت احتیاط کیا کرو موقعہ دیکھ لیا کرو جب لکھا کرو میں کہتا ہوں کہ احتیاط
کیا اور موقع کیا فلاں مرد مہمان جامہ گذاشت پھر وہ کہتا ہے کہ کدہ کی سوائے پانچ
سات لفظ کے اور لفظ کو ترکیب نہ دو پھر فرماتا ہے کہ ہمہ کے لفظ کو جمع کے ساتھ
لاؤ مفرد سے نہ ملاؤ نقل میں نے دستنبو میں لکھا ہے کہ ہمہ کس والد ایک شخص
نے کہ وہ بھی مولوی کہلاتا ہے میری غیبت میں کہا کہ ہمہ کس مانند کیا ترکیب
ہے ایک لڑکا میرا شاگرد وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ یہ ترکیب بعینہٖ صائب
کی ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے شعر

ہمہ کس طالب آں سرور واں ست اینجا   آب حیوان و نفس سوختگان ست اینجا

اس نے کہا کہ تمہارا استاد حاشا اللہ کو ماقبل منفی لایا ہے اور یہ جائز نہیں
مصرع حاشا اللہ کہ بد نمیگویم بلہ میرے شاگرد نے کہا کہ یہ ترکیب انوری کی ہے ع

حاشا اللہ نہ مرا بلکہ ملک را نبود   باسگ کوئی تو این زہرہ و یارا و مجال

مولوی ہدایت علی تمکین کا آج تک میں نے نام نہیں سنا تھا چھپے ہوئے رقعہ

ہیں صائب اگرچہ اصفہانی نژاد تھا مگر وارد شاہجہاں آباد تھا استعمام کشیدن و استعمام گرفتن دونوں بول گیا مولوی صاحب بیچ فارسی بولتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کلیم بروزن فعیل صیغۂ اسم فاعل ہے مثل کریم و رحیم و بشیر و سمیع و بصیر و کلیم اسمائے الٰہی ہیں کلیم اگر بمعنی ہم کلام لیجئے تو اسم الٰہی اس کو کیوں کر قرار دیجئے حضرت کا مصرعہ مصرع ہست کلامی نہ کلام کلیم ؎ مخدوش البتہ ہے یعنی یا کلمہ از کلام کلیم یا کلامی از کلمات کلیم چاہئے کلامی از کلام مفرد میں سے مفرد کو نکالا چاہئے گو جائز نہ ہو گو باش و گو باشد ہرگز محل تردد نہیں اوہام و وسواس قواعد میں پیش نہیں جاتے مصرع لے کر یہ کہ از خزانۂ غیب ؎ ہرگز یائے معروف نہیں ہے یائے مجہول ہے یائے معروف یہاں نامقبول ہے مصرع خدائے کہ بالا و پست آفرید ایسا خدا ایسا کریم اس تحتانی کو یائے وحدت کہو یائے توصیف کہو یائے تعظیم کہو جس طرح کہو مجہول آئے گی۔

(۲۹)

بندہ پرور پرسوں تمہارا خط آیا آج جواب لکھ رہا ہوں کل ڈاک میں بھجوا دوں گا سید احوال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہ ہی میرا رنگ ہے ثبور و دوام مرض خاص اور رنج عام یہ ایک اجمال دوسرا اجمال سنو کہ مہینہ بھر سے صاحب فراش ہوں صبح سے شام تک شام سے صبح تک پلنگ پر پڑا رہتا ہوں محلسرائے اگرچہ دیوانخانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جا سکوں صبح کو نو بجے کھانا یہیں آجاتا ہے پلنگ پر سے کھسل پڑا ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا پھر ہاتھ دھوئے کلی کی پلنگ پر جا پڑا پلنگ کے پاس حاجتی

لگی رہتی ہے اٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا اور پڑا رہا مدتوں سے یہ مرض ہے
کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فراش ہونے کو دیکھو اور دم بدم اٹھ آئے
بول کو دیکھو پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک بار جاتا ہوں مگر صعوبت کو
تصور کرو ایک پھوڑا دائیں پہنچے میں جسکو ساعد کہتے ہیں دو پھوڑے بائیں پہنچے
میں یہ سہل ہیں بائیں پاؤں میں کف پا و پشت پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم
اور ورم بھی سخت طلاات و رادعات سے کچھ نہ ہوا اب تجویز ہے کہ نیم کا بھرتا
باندھئے جب پکے پھوٹے تب مرہم لگائے کہ جب کف پا میں جراحت کا عمل ہوا
تو قیام کا کہاں ٹھکانا یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں مجمل اور مختصر ہے میرا
قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ
اس کی یہ ہے کہ میں نے ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک
میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں
کے اشعار کو قتیل و واقف سے لیکر بیدل ناصر علی تک اس میزان میں تولیں
میزان یہ ہے رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہم تک ایک
گروہ ان حضرات کا کلام تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہے پھر حضرت
سعدی طرز خاص کے موجد ہوئے سعدی و جامی و ہلالی یہ اشخاص متعدد نہیں
فغانی اور ایک شیوۂ خاص کا مبدع ہوا خیالہائے نازک و معانی بلند اس
شیوہ کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے سبحان اللہ قالب سخن
میں جان پڑ گئی اس روش کو بعد اس کے صاحبان طبع نے سلاست کا چربا دیا
صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی و اسدی

وفردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز کے بسبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا فغانی کا انداز پھیلا اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے تو اب طرزیں تین ہیں عنصری ہیں خاقانی اس کے اقران ظہوری ہیں کے امثال صائب اس کے نظائر غنا اسعد ممتاز واختر وغیرہم کا کلام ان تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہم نے یہ مانا کہ یہ طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے ہندی ہے دارالضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال باہر ہے داد داد انصاف انصاف اگرچہ شاعران نغز گفتار ز یک جام اندر بزم سخن مست **نظم**

ولے با بادۂ بعضے حریفان خمار چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز سمجھنے میں پارسیوں کے آئی ہے ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے مرتضیٰ علیہ الرحمۃ **بیت**

بدنام ہو گئے جانے بھی دو امتحان کو رکھیگا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
سودا

بیت

دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
قائم

ہ

اب مجھے طلب بوسے کی کیونکر مانگوں ہے تو نادان مگر اتنا بھی بدآموز نہیں
مومن خاں

شعر

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر آتش کے ہاں بیشتر تیز نشتر ہیں مگر مجھے آپ کا اکلوتا شعر اس وقت یاد نہیں آتا یاد کیا آئے پڑا ہوا ہوں دم بدم پاؤں کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(۳۰)

ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گزرانیں پیر و مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں پھوڑوں اور پھنسیوں میں لد رہا ہوں برس دن میں اوجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہو گئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں گہرا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں جڑنے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں بائیں پاؤں پر ورم کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے پنڈلی تک ورم ہے رات دن پڑا رہتا ہوں پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے بہ ہزار خرابی بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا آج اپنے کو طعنے دیکر مرد بنایا جب یہ عبارت لکھی چودھری صاحب کو سلام شاہ عالم صاحب کو حضرت صاحب کو بندگی۔

(۳۱)

اہا ہا جناب منشی ممتاز علی خاں صاحب مارہرہ پہنچے صاحب یہ توستیاں

گیتی نوردثانی مخدوم جہانیاں جہاں گرد ہیں بہرحال آپ نے دیباچہ بہت اچھا لکھا ہے کتاب کو اس سے رونق ہو جائے گی نظم میں وہ پایہ بلند کہ شعریٰ ان کے شعر پر لآلی انجم نثار کرے خود لاگردان ہو لولی سما ہر مصرعہ پر دل وجان وا سے صدقہ قربان ہو وار کرے (بمعنی حملہ کرنے کے ہے) اور وہ جو آپ کا مقصود ہے ان معنوں میں وارنا اور وارے آیا ہے نہ وار کرنا اور وار کرے آپ کو یاد ہوگا کہ چند سطریں میں نے بہزار دشواری لکھکر تمہیں بھیجی تھیں خواہش یہ تھی کہ یہی سطریں میرے مخدوم اور مخدوم زادہ کی نظر سے گزر جائیں آج ایک خط میں نے پیر و مرشد کا اور پایا وہ ابھی نہیں پڑھا مگر شاہ عالم صاحب اس خط کی پشت پر لکھتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں لکھا حالانکہ میں ان سطروں میں یہ لکھ چکا ہوں کہ نہ مجھے تحریر کی طاقت نہ اصلاح کی ہوش ایک بات کو دس دس بار کیا لکھوں اب میرا انجام کار دو طرح پر متصور ہے یا صحت یا مرگ پہلی صورت میں خود اطلاع دوں گا دوسری صورت میں سب احباب خارج سے سُن لیں گے یہ سطریں لیٹے لیٹے لکھی ہیں۔

دوسری فصل

(۳۴)

نواب انور الدولہ سعد الدین خاں بہادر شفق کے نام

قبلہ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چوں کہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی نہ لکھا

اس کو ایک اور دو ورقے پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور اپنی تمنائے دیرینہ حاصل کی
یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس پر ہو گئے احترام الدولہ بہادر
میرے ہمزبان اور آپ کے ثناخوان رہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب
ہیں ہم بطریق کسرۂ اضافی اور ہم بسبیل کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت
رکھے قدردان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایک نام موقر
اور معزز جیسے الفربہ خواہ نخواہ مرد آدمی آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم
فرمایہ رامپور کا رہنے والا فارسی سے ناآشنا محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشائے خلیفہ
و نشآت ملا ہمو رام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ
شاہ محمد و ملا ہمو رام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے یہ لوگ راہ سخن کے غول
ہیں آدمی کے گمراہ کرنے والے یہ فارسی کو کیا جانیں اہل طبع موزون رکھتے تھے شعر
کہتے تھے شعر ہرزہ مشتاب و پئے جادہ شناساں بردار ٭ اے کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت
میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزومند ہوں میرا ایک بھائی
ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین
حال کا چچا تھا اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا یعنی میں نے اپنی ممانی کا اور اس نے اپنی
پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا
میں نے سب سامان سفر کر لیا ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دے دیا قصد یہ تھا کہ
فتحپور تک ڈاک میں جاؤں گا وہاں سے نواب علی بہادر کے یہاں کی سواری
میں باندے جا کر ہفتہ بھر رہ کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسبیل
ڈاک دلی چلا آؤں گا ناگاہ حضور والد بیمار ہو گئے اور مرض نے طول کھینچا وہ

ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اور ننھے خان میرا بھائی مر گیا مصرع
اے دریغا آنکہ تنگ شدہ ✽ واللہ مہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے
تا اگر میں نہ تھا اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا ہرزہ سرائی کا جرم
معاف کیجئے گا میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا اس واسطے جو دل میں
تھا وہ اس عبارت سے زبان پہ لایا۔

۳۳

پیر و مرشد اگر میں نے امید گاہ الطاف شکوہ لکھا تو کیا گناہ خط کا جواب
نہ قصیدے کی رسید بیت زیب خوشی پوزش از من مجو ✽ بود بندہ خستہ گستاخ گوے
اور یہ خوب فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدے کی تحسین
نہیں لکھ سکا بندہ بے طلب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ
سواے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں ہیں جو اپنا کلام آپ کے پاس
بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے پر احسان کرتا ہوں مصرع
وائے بر جان سخن گر بہ سخندان نرسد ✽ افسوس کہ میرا حال مہر یہ لیل و نہار
آپ کی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے دل
اور مرے ہوئے دل پہ کیا گزر رہا ہوں نواب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت
نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے بے تامل اور بے فکر جو خیال
میں آجائے وہ لکھوں ورنہ فکر صعوبت کا تحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا
عبدالقادر شعر جہد با دخور تو انا نیست ✽ ضعف یکسر فراغ می خواہد
مہر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجے کہ کیا کھدوا جائے گا مہدی حسین خان

مهدی حسین خان بہادر لکھ رہا ہوں صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے بھیجے کو آپ نے لکھا سو اب میں مکرر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجے گا یا یہاں خرید جائیگا اور نقش نگیں کیا ہوگا تاکہ شمار حروف کا مجھکو یاد رہے۔ اب جب آپ مجھکو لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا حافظ صاحب کا بھیجنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے مجھکو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں زیادہ حدِ ادب۔

(۲/۴)

پیر و مرشد حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازش نامہ یہ دونوں حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھونگا ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف لیکن تسکین خاطر منحصر اُس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں معہ ۵ روپیہ کی ہنڈی پہنچی اسکا بھی حال سابق کی ہنڈی کا سا ہے یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہکر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بہ سبیل ارمغان آپ کو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو اب میں حضرت سے باتیں کرچکا خط کو

سرنامہ لکھ کر کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کروں گا پیش گاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام۔

(۳۵)

پیرو مرشد آداب مزاج مقدس میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پرسش کا شکر بجالاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے ایک فصد بائیس منضج چار مسہل کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا پانی برف آب ہوگیا ہے کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے یہ ضعف ضعف قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل نہ کرسکیں غزلوں کو پرسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جوان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجئے اور میرے داد دینے کی داد دیجئے مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو وسعدی وجامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ وکعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب وکلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف اور تملق سے کہتا ہوں تو مجھکو ایمان نصیب نہ ہو یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھسے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں کوئی بات بیجا ہو یا کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں زیادہ حد ادب۔

(٣٦)

قبلہ وکعبہ کیا لکھوں امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے کیونکر ہو سکے کہ ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا سبحان اللہ اکثر امور میں تم کو اپنا ہم طالع پاتا ہوں عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہم قوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں سمرقند میں دو چار یا دشت خفچاق میں سو دو سو ہوں گے مگر ہاں اقربا سے پانچ برس کی عمر سے ان کے دام میں اسیر ہوں اکسٹھ برس ستم اٹھائے ہیں۔ **شعر**

گردہم شرح ستمہائے عزیزاں غالب   رسم امید ہما نا ز جہان برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے۔ **بیت**

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ   مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

یہ بھی تو پوچھو کہ آپ کے خط کا جواب اتنی جلد کیوں لکھا یعنی کم و بیش مہینہ بھر کے بعد کیا کروں شاہ اسرار الحق کو آپ کا اور حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا ہفتہ کے بعد جواب مانگا جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدونگا اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا ناچار ان کے جواب سے قطع نظر کرکے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں **شعر**

ازخون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ   اِنِّی رَاَیتُ دَھراً فِی ھِجرِکَ القِیَامَۃ

حافظ حاجی صاحب کو میری بندگی کہئے گا اور یہ خط اُن کو پڑھوا دیجئے گا جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام پہنچے اگرچہ آپ مبتلائے رنج و الم ہیں مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو مورد ستمہائے روزگار ہونا شرافت والے ہونے کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ان کے تخلص نے مجھکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں آپ اُن کا حال لکھیئے خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں سُنئے قبلہ من میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کا طالب نہیں ہوں کہ آپ اُن کے خط کے حاصل ہونے کے انتظار میں مجھکو خط نہ لکھ سکیں مترصد ہوں تاکہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں۔

(۳۷)

ناوک بیداد کا ہدف پیر خرف یعنی غالب آداب بجالاتا ہے نوازش نامہ کو دیکھکر جانا کہ میں نے کمر سے چند کے شعر پر خط بطلان کھینچ دیا یہ تو کوئی گمان نہ کریگا کہ میں کمر کو کمر بند نہیں جانتا معہذا وہاں پہلے مصرعہ میں اگر کمر یعنی کمر بند فرض کیجئے تو بھی تو شعر کاٹ ڈالنے کے قابل نہیں قصد کر کے بیٹھا تھا کہ اس شعر پر صاد کر دوں گا خدا جانے قلم سے خط کیوں کر کھنچ گیا اب حواس بجا نہیں حافظہ رہا نہیں اکثر الفاظ بے قصد لکھ جاتا ہوں ستر برس کی عمر ہوئی کہاں تک خرافت نہ آئے اس شتر کا گنہگار اور حضرت سے شرمسار ہوں معاف کیجئے زیادہ حد ادب۔

(۴۸)

کیوں کر کہوں میں دیوانہ نہیں ہوں ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں، واہ کیا ہوشمندی ہے کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم سُن غالب ہم تجھسے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن ایاز قدر خود بشناس مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد رات کو دو لو تو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے پہلے القاب لکھ۔ پھر بندگی عرض کر پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خیر پوچھ پھر عنایت نامہ کے آنے کا شکر ادا کر۔ اور یہ لکھ کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا اسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالی رفع ہو جائے گی موسم اچھا آگیا ہے شعر گرمی از آب بروں رفت و حرارت زہوا؛ محمل مہرجہاں تاب بمیزاں آمد اگر صرف تبرید تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ کرائیے مجھکو بھی آج دسواں منضج ہے پانچ سات دن کے بعد مسہل ہو گا شب کو ناگاہ ایک زمین نئی خیال میں آئی طبیعت نے راہ دی غزل تمام کی اسی وقت سے یہ خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجوں خدا کرے آپ پسند کریں اور میرے قبلہ جناب میر امجد علی صاحب کو سنا دیں اور میرے شفیق منشی نادر حسین خاں صاحب اور ان کے بھائی صاحب اس کو پڑھیں پروردگار اس مجمع کو سلامت رکھے۔ غزل

اے ذوق نواسنجی بازم بخروش آور　　غوغائے شبیخونی بربنگہ ہوش آور

گر خود بجہد از سرا ز دیدہ فرو بارش
دل خون کن و آں خوں را در سینہ بجوش آور

ہاں ہمدم فرزانہ دانی رہ ویرانہ
شمعی کہ نخواہد شد از باد خموشش آور

شوراۂ ایں وادی تلخ ست اگر دادی
از شہر بسوئے من سرچشمۂ نوش آور

دانم کہ زری داری ہر جا گزری داری
می گر ندہد سلطاں از بادہ فروش آور

گرمی چکد و ریزد بر کف نہ وراہی شو
ور شہ بسبو بخشد بر دار و بدوش آور

ریحاں و مدار مینا رامش جہکد از قلقل
آں در رہ چشم افگن ویں از پئے گوش آور

گاہی بسبکید ستی زاں بادہ ز خویشم بر
گاہے بسیہ مستی از نغمہ بہوش آور

غالب کہ بقایش باد ہم پائے اگر ناید
باری غزلی فردے زاں موئینہ پوش آور

(۳۹)

للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے پہلے نوازش نامہ کا جواب باآں کہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا ہنوز نہیں لکھنے پایا کہ کل ایک اور مکرمت نامہ آیا بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہوگا اس سبب سے اُس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے اور ارنی بروزن جمینی گنجایش پائے تو نعم الاتفاق ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبد القادر بیدل شعر چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و بگذر کہ نیرزد ایں تمنا بجواب لن ترانی اسد اللہ بیگ غالب شعر رفت آنکہ ما ز حسن مدارا طلب کنیم با سر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی

کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان کیا میں سخن ناشناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کی حک و اصلاح پر جرأت کروں ع

چہ حاجتست بمشاطہ روے زیبا را

ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں مصرع

اے مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن

"دو میم آپڑے ہیں ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ع

اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن

اب دیکھیے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں اتنی عنایت فرمایئے گا کہ ہر صاحب کے تخلص کے ساتھ ان کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا زیادہ حدِ ادب۔

(۴۰)

پیر و مرشد یہ خط لکھتا نہیں ہے باتیں کرتی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں پس مہر اور کون کھود سکے گا ناچار میں نے آپ کا نوازش نامہ جو میرے نام تھا وہ ان کے پاس بھیج دیا انھوں نے رقعہ میرے نام کا آج بھیجا سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں میں نہیں سمجھتا کہ قسم دوم پکھراج کی کیا ہے آپ اس کو سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرمادیں روپیہ کے بھیجنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجیے گا تعجب ہے کہ جناب امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا متوقع ہوں کہ چھاپہ کے قصیدے ان کو سنائے جاویں

اور میری بندگی کہی جائے جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو میرا اسلام بصدق ہزار اشتیاق پہنچے۔

(۴۱)

قبلہ وکعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بے چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھئے چوں کہ آپ نے کچھ لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجئے جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا اسلام پہنچے اور آپ ان کی خیر وعافیت لکھیں کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہ ارسال کرتا ہوں آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا یہ چھوٹے بھائی تھے مجتہد العصر لکھنؤ کے نام ان کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی اس میں پانچ بڑھتے تھے یعنی ۱۲۷۸ ہوتے تھے تخرجۂ روش کا میرے خیال میں آیا میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں قطعہ

حسین ابن علی آبروئے علم وعمل — کہ سید العلما نقش خاتمش بودی
نماند و ماندی اگر زندہ پنج سال دگر — غم حسین علی سال ماتمش بودی

زیادہ حد ادب۔

(۴۲)

پیر و مرشد معاف کیجئے گا۔ میں نے جمنا کا کچھ نہ لکھا حال۔ یہاں کبھی کسی نے

اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرستش کے بعد بھی کوئی نئی بات نہیں سنی سنئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی جاڑا برسات تین فصلیں اکٹھی تگرگ باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہوا اور پورب میں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بالانفراد بہ رہی ہے اور وہاں کہیں کوئی اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں مجمع البحار ہے حضرت نے خوب وکالت کی مولانا تلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی کہدو گے کہ گناہ معاف ہو گیا میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانوں گا یہ دن مجھ پر بڑے گزرتے ہیں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے شعر

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں　　سوز غمہائے نہانی اور ہے

(۴۳)

حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست اور عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا مصرع

اینکہ می بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب

منہ پیٹتا ہوں اور سر پٹکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں آگے حیات جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار الدولہ سے ملکر سرگزشت بیان کروں پھر اس کے بعد مرمان روپیہ کا نقصان اگرچہ جانکاہ اور جانگزا ہے پر بموجب تلف المال تلف العمر عمر فرما ہے جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اس کو عمر کی قیمت جانئے اور ثبات

ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت وزیر اعظم
کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عزّ و شان کو برقرار تا قیامت
رکھے میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کی روداد
نثر میں بعبارت فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے
چار جز کی کتاب آگرہ کے مطبع مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے دستنبو اس کا
نام رکھا ہے اور اس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان
سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور
اس کو ہم سخنی اور ہمزبانی جانوں گا جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے
خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے اب کے خط لکھئے
تو انکی خیر و عافیت بہر نمط لکھئے ان کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں
صاحب کو سلام لکھئے۔

(۴۴)

پیر و مرشد ایک نوازشنامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا اس کا
جواب یہی کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانو اور اپنی محنت کارائگاں نہ جانا
یقین جانوں چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا گویا ساغر التفات کا
دوسرا دور پہنچا اب ضرور آپڑا کہ کچھ حال اس ستارۂ دُمدار کا لکھوں چنانچہ
جس وقت سے وہ خط پڑھا ہے سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں چونکہ بسبب فقدان
اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے ناچار مرزا صاحب کا مصرعہ
زبان پر آجاتا ہے مصرع ازیں ستارۂ دنبالہ دار میترسم

یہ مطلع ہے اور پہلا یہ مصرعہ ہے ع زخال گوشۂ ابروی یار میتر سم
کیا آپ مجھکو بے ہنری اور ہیچمیرزی میں صاحب کمال نہیں جانتے اور اس
عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں مانتے پیش ملا طبیب و پیش طبیب
ملا پیش ہیچ ہر دو و پیش ہر دو ہیچ آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف
نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے بہر حال
علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا
ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس بہج میں یہ نظر آئے
اس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں پھر دور زمانہ کا امر اور طریقہ دیکھتے ہیں ہزار طرح
کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں شاہجہاں آباد میں بعد غروب
آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور چونکہ ان دنوں میں آفتاب اول میزان
میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے درجہ اور دقیقہ کی حقیقت
نا معلوم رہی بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب دس بارہ دن
سے نظر نہیں آتا وہاں شاید اب نظر آیا ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا
ہے پس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی
کی قران النحسین پھر کسوف پھر خسوف پھر یہ صورت پر کدورت عیاذاً باللہ
پناہ بخدا یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار میں روشنی
ہوئی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جاتا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا
سنایا گیا نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکۂ معظمہ انگلستان نے
فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا

میں تو قصیدہ اس تہنیت میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں چنانچہ بشمول دستنبو نظر انور سے گزرا ہوگا شعر تا نہال دوستی کے بر دہد ہ، حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم اللہ اللہ اللہ۔

(۴۵)

پیر و مرشد آداب تتمہ غلط نامۂ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن اور آپ کی خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازش نامہ پہنچا قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی یہ ترکیب خلاف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہوسکتی لو صاحب برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط مگر برہان قاطع کی فاعل ہوسکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتی قاطع برہان میں جو برہان کا لفظ ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے برہان قاطع کی رد کو قطع سمجھکر قاطع برہان نام رکھا تو کیا گناہ ہوا دوسرا ایراد یہ ہے کہ مصرع

با انگلستان ستیز ہیچا

انگلش کا نون تلفظ میں نہیں آتا میں پوچھتا ہوں کہ خدا کے واسطے انگلش اور انگریز کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اور اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا وہ ورق چھاپے کا جو آپ کے پاس بھیجا ہے اس کو غلط نامۂ شاملہ کے بعد لگا کر جلد بند ہوا لیجئے حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب

کا حال پوچھا مصرعہ ع اینہم کہ جوانی نتوپسند جواب ست ٭ سمجھ لو اور چپ رہو میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ لکھیگا کہ میں نے مختار سے پوچھا اُس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی یاد کریں گے فقیر کبھی نہ مانیگا ایک حکایت سنو امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں ایک صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبرآباد ہوئے تھے کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی ہوگئے تھے زبان آور اچھا چالاک اکبرآباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا میرے یہاں دو ایک بار آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے ہیں۔ دلّی آ رہا کم و بیش بیس برس ہوئے ہونگے امجد علی شاہ کے عہد میں ان کا خط ناگاہ مجھکو بسبیل ڈاک آیا چونکہ اُن دنوں میں دماغ تندرست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگ ہیں خط میں مجھکو پہلے یہ مصرعہ لکھا ع ازبخت شکر دارم و از روزگار ہم ٭ آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا جے پور میں نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور گیا کیا اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں بہت عنایت کرتے ہیں بادشاہ کی ملازمت انھیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے بادشاہ نے خانی اور بہادری کا خطاب دیا ہے مصاحبوں میں نام لکھا ہے مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھکر میرے پاس بھیجدیجئے گا تو یقین ہے بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچےگا میں نے اسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اسم یہ ہے۔

آغاز قصیدہ

امجد علی شہ آں کہ بذوقِ دعائے او　　　　صد رہ نمازِ صبح قضا کرد روزگار الخ

متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں توکلت علی اللہ بھیج دیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا وزیر پڑھکر بہت خوش ہوا بآئین شایستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا میں متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مہرکن سے میری مہر خطابی کھدوا کر بھیجدیجئے چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیجدیا رسید آئی اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید بس پھر دو مہینے تک ادھر سے کوئی خط نہ آیا میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب کا ملنا غلط بہادری کی مہر تم سے بتقریب حاصل کر کے مرشدآباد کو چلا گیا چلتے وقت وزیر نے دو سَو روپیہ دیئے تھے ایک قاعدہ کلیہ دلی کا سمجھ لو خالق کی قدرت مقتضی اس کی ہے کہ جو اس شہر کے پناہ کے اندر پیدا ہو مرد یا عورت خفقان و مراق اس کی خلقت و فطرت میں ہو آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر مینہ خوب برسا لیکن نہ دریا چارہی ہوئے نہ طوفان آیا ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے دس بیس آدمی دبکر مرے دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا جا بجا اخبار نویسوں نے ان سے سن کر درج اخبار کیا لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے وہی خفقانی

صاحب اب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال پڑیگا مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس منضبط رہے نیلامی لوگ کڑی تختہ کیواڑ چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالحہ سب لے گئے اب ان غربا کو وہ مکان ملے تو ان میں مرمت کا مقدور کہاں فرمائیے مکانات کیونکر نہ گریں۔

(۴۶)

پیرو مرشد ۱۲ بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا سر سے سنئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہنچا اس کی رسید آئی کئی کٹے ہوئے شعر آئے آئے ان کی قباحت پوچھی گئی قباحت بتلائی گئی الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیئے گئے لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو اس نگارش کا جواب آج تک نہیں شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ ان کو دیا جواب میں جو کچھ انھوں نے زبانی فرمایا وہ آپ کو لکھا گیا حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا شعر

پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑئیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے باسی کڑھی میں ابال کیوں آئے بندگی بیچارگی پانچ لشکر کا حملہ پے بہ پے اس شہر پر ہوا پہلا باغیوں کا لشکر اس میں

اہل شہر کا اعتبار لٹا دوسرا لشکر خاکیوں کا اس میں جان و مال و ناموس
و مکان و مکین و آسمان و زمین آثار ہستی سراسر لٹ گئے تیسرا لشکر کال کا اس
میں ہزارہا آدمی بھوکے مرے چوتھا لشکر ہیضہ کا اس میں بہت سے پیٹ بھرے
مرے پانچواں لشکر تپ کا اس میں تاب و طاقت عموماً لٹ گئی مرے آدمی کم لیکن
جس کو تپ آئی اس نے اعضا میں طاقت نہ پائی اب تک اس لشکر نے شہر
سے کوچ نہیں کیا میرے گھر میں دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں ایک بڑا لڑکا اور
ایک میرا داروغہ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے برسات یہاں بھی اچھی ہوئی
ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں زمیندار خوش کھیتیاں تیار ہوئیں
خریف کا بیڑا پار ہے ربیع کے واسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب کا پارسل
پرسوں ارسال کیا جائیگا آہا ہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی مغل
علی خاں غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی ہو کر مر گئے ہے ہے کیوں کر لکھوں حکیم
رضی الدین خاں کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی ماردی اور احمد حسین خاں
چھوٹے بھائی بھی اسی دن مارے گئے طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے
رخصت آئے تھے غدر کے سبب نہ جا سکے یہیں رہے بعد فتح دہلی دونوں بے
گناہوں کو پھانسی ملی طالع یار خان ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ
مردہ سے بدتر ہوں گے میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی حال صاحب زادہ میاں
نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگ گئے تھے وہاں وہ بھی بھاگ
گئے تھے بڑودہ میں رہے اورنگ آباد میں رہے حیدرآباد میں رہے سال گذشتہ
یعنی جاڑوں میں یہاں آئے سرکار سے ان کی صفائی ہو گئی لیکن صرف جان بخشی

روشن الدولہ کا مدرسہ عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی اور نیلام ہوکر روپیہ سرکار میں داخل ہوگیا ہاں قاسم خاں کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام الدین کے والدہ کے نام ہیں وہ اُن کو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں شاید بہاولپور بھی جائیں گے۔

(۴۷)

خداوند نعمت شرف افزا نامہ پہنچا شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب انکی خدمت میں بھیجدیا گیا جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں اگر جواب بھجواویں گے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا قصیدہ کو بالید دیکھا اور غور کی جس طور پر ہے اس میں گنجایش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے ورنہ کوئی لفظ بے محل بےجا بے موقع نہیں کوئی ترکیب فارسی ٹکسال باہر نہیں مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیئے دوسرا قصیدہ اسی زمین میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بارد ہے بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہ ہو بس شرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط خجلت سے سر در پیش ہوکر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض وموی بلائے جانی انواع واقسام کے اوہام وشور شایع چارہ ناسود مند اور سعی ضایع میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی

تھی یا خود قہر الٰہی کا پے درپے نزول ہوا تھا بہ قدر خصوصیت دلی ممتاز ہے ورنہ سرتاسر قلمرو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام

(۴۸)

پیر و مرشد میں آپ کا فرمان پذیر اور آپ کا حکم بطیب خاطر بجا لانے والا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں وہ مکتوب کہاں بھیجوں آپ کے پاس بھیج دوں یا انھیں منشی صاحب کے پاس بھیج دوں اور وسیم الدین و ظہیر الدین کو منشی میر شیخ خواجہ کیا کر کے لکھوں وہ حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اس زمانہ میں سیکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے بایں ہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ اب سعی منحصر اس میں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پائے خواہش کیا ہے اور کارپردازی کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں پھر جو کچھ لکھوں اس کو کہاں بھیجوں طریق تو یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لے کر منشی صاحب کے پاس جائیں اور بذریعہ اس خط کے روشناس ہوں میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے منشی صاحب کو خط بھیجدوں ان کے نزدیک احمق ہوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجھکو لکھا ہے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھکر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ آپ کے نام کا روانہ

کرتا ہوں اس میں صرف ایک خط موسومۂ منشی صاحب ہے کھلا ہوا اس کو پڑھ کر میاں امیر الدین کے پاس بھیج دیجئے گا مگر گوند لگا کر اور یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجئے کہ اس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں۔

(۴۹)

پیر و مرشد شب رفتہ کو مینہ خوب برسا ہوا میں فرط برودت سے گزند پیدا ہو گیا اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے ابر تنک محیط ہے آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے میں عالم تصور میں آپ کو مسند عز و جاہ پر جا نشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپ کا جلیس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کورنش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے منت پذیری میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں حضرت آپ غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہے اور اس اصل کا عکس پر یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا فقیر کو تو یہ طرز پسند نہ آئی مطلب اصلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے یوں لکھنا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ اور اس کے ساتھ نسب نامۂ خاندان مجد و علا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے جناب عالی یہ تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا آپ نے اس کو مصاحب بنا رکھا ہے اس سے اسکا دماغ

چل گیا ہے قبلہ و کعبہ کیا جناب مولانا قلق ہیں حضرت شفیق نے جو غالب کی شفاعت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جناب ہاشمی کو اپنا ہمزبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں آپ کی بات اس باب میں کبھی نہ مانوں گا جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائیے گا اس سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی میں موجود ہوں والسلام۔

(۵۰)

پیر و مرشد کورنش مزاج اقدس الحمد للہ تو اچھا ہے حضرت دعا کرتا ہوں پرسوں آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا آپ کو مبدء فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا مختتانہ محبتانہ ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے ڈاک کا ہرکارہ جو بلی ماروں کے محلے کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں میں ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ یا ڈھمک داس میں بالاخانے پہ رہتا ہوں حویلی میں آکر اس نے داروغہ کو خط دیا اور اس نے خط دیکر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا اب کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا حیران کہ یہ کیا کہتا ہے سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم سیادکیشتان لکھا تھا اس محرم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشسان کو کپتان پڑھا بھائی ضیاء الدین خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں شاید آخر ماہ حال یعنی جولائی یا اول ماہ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں آپ کو نوید تحقیق تصدیع دیتا ہوں آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اٹھائیں جس قدر کہ علم ان کو اس خاندان

مجلدات نشان کے حال پر حاصل ہوگیا ہے کافی مولانا قلق کے نام سے عرضی اُن کو پہنچا دیجئے گا اور جناب نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔

۵۱۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز کے نام

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھکر انجان بنے جاتے ہو واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا ہاں بھائی ضیاء الدین خاں صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب ہندی اور فارسی نظم اور نثر کے مسودات مجھسے لیکر اپنے پاس جمع کرلیا کرتے تھے۔ سو اُن دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں ہاں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارھویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی اور فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اس نثر کے ساتھ شامل ہے یہ کتاب مطبع مفید خلایق آگرہ میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ مہر اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اس کے سوا اور کہیں نہیں مگر جناب منشی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو یہ نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلایق میں سے منگا لیں اور ملاحظہ

فرمائیں۔

(۵۲)

میاں گل زین العابدین فوق کا خط مع اشعار کے ٹکٹ دار لفافہ کے اندر رکھ کر بسبیل ڈاک بھجوا دیا ہے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو میں نے جواب لکھا تیسرے پہر کو روانہ کیا موتیوں کا پھنکا البتہ بہت مناسب ہے خیر موتیوں کا نوالہ بھی سہی حافظ کے شعر کی حقیقت جب سمجھوگے جب قواعد مقررۂ اہل سخن دریافت کر لوگے قاعدہ یہ ہے کہ اگر مطلع میں یا اور اشعار میں قصیدہ کی احتیاط آ پڑے اور اس کی اطلاع ایک شعر میں کر دیں تو وہ عیب جاتا رہتا ہے جیساکہ اُستاد کا قطعہ ہے اس میں ریو وغیرہ یود کا لیو قافیہ ہے اور شعر اخیر قطعہ کا یہ ہے **شعر** غلط کردم دریں معنی کہ گفتم ؛ ز نخدانِ نگارِ خویش را سیو حالانکہ صحیح سیب ہے بیائے موحدہ شاعر نے اطلاع دی کہ میں نے غلط کیا جو سیو لکھا اسی طرح حافظ فرماتا ہے **مصرع**

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حاصل اس کا یہ کہ دیکھ کتنا تفاوت ہے ایک جگہ حرف روی ساکن اور ایک جگہ متحرک مگر یہاں ابھی معترض کو گنجایش ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہاں تفاوت کو ہم بھی جانتے ہیں سوال یہ ہے کہ یہ تفاوت تم نے کیوں رکھا ہے اس کا جواب پہلا مصرع ہے **مصرع** صلاح کار کجا و من خراب کجا ؛

یعنی حافظ فرماتا ہے کہ میں عاشق زار و دیوانہ ہوں صلاح کار سے مجھکو کیا کام پورب کے ملک میں جہاں تک چلے جاؤ گے تذکیر و تانیث کا جھگڑا

بہت پاؤگے سانس میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر کوئی مونث بولے گا تو میں اسکو منع نہیں کرسکتا خود سانس کو مونث نہ کہوں گا سیف کو عدو کش کہو اور کمند کو عدو بند سیف عدو بند نہیں ہوسکتی تلکو کہتا ہوں کہ تم تلوار کو عدو بند نہ کہو کوئی اور اگر کہے تو اس سے نہ لڑو زلف کو شب رنگ اور شبگون کہتے ہیں شبگیر زلف کی صفت ہرگز نہیں ہوسکتی شبگیر اس سفر کو کہتے ہیں کہ پہر چھ گھڑی رات رہے چلدیں نالۂ شبگیر آہ و زاری آخر شب کو کہتے ہیں زلف شبگیر نہ مسموع نہ معقول سخن کا قافیہ بن بھی درست ہے اور تن بھی جائز ہے یعنی سخن کا دوسرا حرف مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی ہے اور اس پر متقدمین اور متاخرین اور اہل ایران اور اہل ہند کو اتفاق ہے قبہ خشخاش پوست کے ڈوڈے کو کہتے ہیں اس میں کچھ تامل نہیں چاہئے تم اپنی تکمیل کی فکر میں رہا کرو نہ کسی پر اعتراض نہ کیا کرو والدعا۔

۵۳۔ میر مہدی کے نام

برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا میں اس خیال میں تھا کہ اول کچھ حال معلوم کرلوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو اس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں چونکہ آج تک ان کا خط نہ آیا میں نے سوچا کہ اگر اسی انتظار میں رہونگا اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہوگا ناچار جو کچھ الور کا حال سنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں ہرچند میں نے دریافت کرنا چاہا مگر حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ

کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لیکر بلا لیا ہے کہتے ہیں کہ صاحب ایجنٹ الوسنے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ ان کا راج اُن کو ملجائے کہتے ہیں کہ راؤ راجہ نے اہل خطہ کے فراق کی شکایت حاکم سے کی تھی جواب پایا کہ وہ لوگ مفسد اور بدمعاش ہیں اور تمھاری برادری کے لوگ ان سے ناخوش ہیں ان کے آنے میں فساد کا احتمال ہے وہ نہ آنے پائیں گے مولا غالب علیہ الرحمہ ان دنوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کی داستان اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے سترہ بوتلیں بادۂ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں **بیت**

کسے کایں مرادش میسر بود اگر جم نباشد سکندر بود

امیر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں اہا ہا میرا پیارا مہدی آیا آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رام پور ہے دارالسرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اُس کا نام ہے۔ بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اس میں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی آب حیات تو عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا تمھارا خط پہنچا تردد عبث میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ہے نہ عرف لکھنے کی حاجت نہ محلہ کی حاجت بے وسواس خط بھیجدیا کیجے اور جواب لیا

کیجئے یہاں کا حال سب طرح خوب اور صحت مرغوب ہے اس وقت تک مہمان
ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہے دونوں لڑکے
دونوں میرے ساتھ آئے ہیں اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا

(۵۴)

اے جناب میرن صاحب السّلام علیکم حضرت آداب کہو صاحب آج
اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور میں کیا منع کیا کرتا ہوں میں
نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی
ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا
ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں نہیں میرن صاحب اس کے خط کو آئے ہوئے
بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے حضرت وہ آپ کے
فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے
کیوں باز رکھتے ہو سبحان اللہ سبحان اللہ اے لو حضرت آپ تو خط نہیں
لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم
کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے
کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور حظ اٹھاتا اب جو میں
وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط جاوے میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا
ہوں میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیئے گا میاں بیٹھو ہوش
کی خبر لو تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی
تمہاری باتوں میں آ گیا اور آج تک اس کو خط نہیں لکھا لاحول ولا قوۃ سنو

میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ نہیں یہ اپنے خط کا جواب لکھو تب تو رفع ہوگئی ہچکی
کے رفع ہونیکی خبر شتاب لکھو۔ پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو یہ بڑی بات ہے
کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں تمہارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی از بے
چادری ہوگا حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے دیکھو
بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف میں اور ان میں کچھ کونسل ہو تو رہی ہے پنجشنبہ
روانگی کا دن ٹھہرا تو بھی اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو ان سے یہ پوچھو کہ جناب
ملکۂ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمہاری کیا گت ہوئی تھی اور
یہ بھی معلوم کر بھیجو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ دفتر را گاو خورد اس کے معنی کیا
ہیں پوچھو اور نہ چھوڑو جب تک نہ بتائیں اس وقت پہلے تو آندھی چلی پھر مینہ
آیا اب مینہ برس رہا ہے میں خط لکھ چکا ہوں سر نامہ لکھ کر رکھ چھوڑونگا جب
ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لیجائے گا میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے
الحمد للہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے تو وہاں کے لوگ
تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں میر نصیر الدین کو دعا کہتا۔

۵۵۔ مرزا علاؤ الدین خاں کے نام

سنو عالم دو ہیں ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل حاکم ان
دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لمن الملک الیوم اور پھر آپ جواب
دیتا ہے للہ الواحد القہار ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح
میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج

کر سزا دیتے ہیں چنانچہ ۸ رجب سنہ ۱۲۱۲ء کو مجھکو روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا ۱۳ برس حوالات میں رہا ۱۷۔ رجب سنہ ۱۲۲۵ء کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اُس زندان میں ڈال دیا نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا برسوں کے بعد میں یہ جیلخانہ میں سے بھاگا تین برس بلاد شرقیہ میں پھرتا رہا پایاں کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اسی مجلس میں بٹھا دیا جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے دو ہتکڑیاں اور بڑھا دیں پاؤں بیڑی سے فگار ہاتھ ہتکڑیوں سے زخم دار مشقت مقرری اور مشکل ہوئی طاقت یک قلم زایل ہو گئی بیحیا ہوں سال گذشتہ بیڑی کو زاویہ زندان میں چھوڑ مع دونوں ہتکڑیوں کے بھاگا میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا کچھ دن کم دو مہینہ وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی حکم رہائی دیکھئے کب صادر ہو ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اسی ماہ ذیحجہ سنہ ۱۲۷۷ء میں چھوٹ جاؤں بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤنگا شعر

فرخ آں روز کہ ازیں خانہ زندان بروم
سوئے شہر خود ازیں وادی ویراں بروم

(۵۶)

اے میاں سید زادہ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ ڈھیے ہوئے اردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو برا کہنے والے نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم نظام الدین ممنون کہاں ذوق کہاں مومن خاں کہاں ایک آزردہ کلو خاموش دوسرا غالب وہ خود مدہوش نہ سخنوری رہی نہ سخندانی کس برتے پر تتا پانی ہائے دلی وائے

دلّی بھاڑ میں جائے دلّی سُنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص
ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ملد دلاور خاں اور نانا اُس احمد حسین خاں کے
غلام حسین خاں ولد مصاحب خاں اس شخص کا حال از روئے تحقیق مشرح اور
مفصل لکھو قوم کیا ہے معاش کیا ہے طریق کیا ہے احمد حسین خاں کی عمر کیا ہے لیاقت
ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے بھائی لکھو اور جلد لکھو۔

(۵۷)

نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو تمہارے دستخطی خط
نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوبؑ کے ساتھ کیا تھا میاں یہ ہم تم
بوڑھے ہیں یا جوان ہیں توانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال
غنیمت ہیں کوئی جلا بھنا کہتا ہے شعر

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ   یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالاخانہ ہے اور وہی میں ہوں۔ سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر
سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خاں آئے مرے
ہوؤں کا نام نہیں لیتا بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنتے ہیں اللہ اللہ ہزاروں کا
میں ماتم دار ہوا میں مروں گا تو مجھکو کون روئیگا سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاط
کی باتیں کرو کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب
کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے
کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت جاؤنگا میں نے انکی زبانی کچھ پیام میرن صاحب
کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائینگے پہنچا دینگے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ صاحب اپنی نہیں ہے

نہ ہو غلام اشرف نہین ہے نہ ہو اگر منظور کیجیے تو مین صوفی ہوں ہمہ۔ وست کا دم بھرتا ہوں بموجب مصرعہ کے **مصرع** ۔ دل بدست آور کہ حج اکبر ست تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش اگر غلام اشرف جانو تو راضی رات کو اپنے گھر میں باتین بناؤ دن کو مجھسے جی بہلاؤ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ سیلانور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہین مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہین دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں کیا مجمع برہم ہوا ہے مجھکو کیسا غم ہوا ہے تم اس جرگے سے جدا ہو تو تم کو اندیشہ کیا ہے میر قربان علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو میر مہدی صاحب سارا خط پڑھکر کہینگے مجھکو دعا بھی نہ لکھی بھائی میری دعا پہنچے میر نصیر الدین ایک دن میرے یہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں ہوں تو دعا کہنا میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی حاجت کیا دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے بھلا دیکھیں تو سہی تم جانتے ہو یہ خط کس کا ہے۔

(۵۸)

سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ ہاتھ آیا ہے کہ تمنے سارے جہان کو سر پر اٹھا لیا ہے ایک غریب سید مظلوم کے چہرۂ نورانی پر مہاسا نکلا ہے تم کو سرمایہ آرایش گفتار بہم پہنچا ہے میری ان کو دعا پہنچاؤ اور اس کی خیر و عافیت جلد لکھو یہاں کا بھائی نقشا ہی کچھ اور ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا ہوا ہے اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت بہت تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی الگ مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے آج ۲۷ مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں آج ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک

اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹننٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹننٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تم کو خدا یہاں لائے گا تو اسکی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے وہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور خط دکھا دینا۔

(۵۹)

بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اس واسطے ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے ان کو دیکھ کر دل خوش ہوا تمنے بھی خط لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ ادھر گئے اور میں ادھر آیا ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں ان کی کتاب رہ گئی وہ اب ان تک کیونکر پہنچے گی خدا خیر کرے میاں لڑکے سنو میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا اس واسطے میر نصیر الدین کو بہ بندگی لکھتا ہوں اور بہ تمہارے علاقہ سے ان کو دعا لکھتا ہوں صوفی صافی ہوں

اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہین مصرع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی
یہ جواب ہے تمہارے اس سوال کا کہ جو پہلے خط ہین تم نے لکھا تھا اب کے خط میں
تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا
کہ اگر تمہارے خط میں ان کو دعا سلام لکھوں گا تو ان سے تم کاہے کو کہوگے پیرزادہ
صاحب یعنی میر نصیر الدین نے ان کی بندگی مجھ سے کہی ہے واسطے خدا کے میری دعا
ان کو کہہ دینا۔

(۶۰)

برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعائے حیات و صحت کے معلوم ہو بھائی تم نے بخار
کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا
تھا جو مانع نہ آئے کیا تپ ابن بنکر آئی تھی جو ان کو روکتے ہوئے شرماتے حکیم اشرف
علی ابھی گئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھ کر آج ڈاک میں بھیجدیا ہے ہو کہ یہ خط
بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں
دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے حق تعالیٰ تمکو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی
کی خبر مجھکو سنائے۔

سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں تم نے مجھکو ایک خط لکھا وہ بھی اس
طرح کا کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے مصرعہ بہ غیر دل نگرانست درو بمادارد
پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجھکو
کیا پیام ہے کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو ادھر خاتمہ بالخیر ہے یارب سرنامہ
میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا یہ

کیا سیر ہے میں اپنے خط کا جواب کیوں لکھوں میری بلا لکھے اب جو تم خط لکھوگے
اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کروگے اور میرن صاحب کا نام اور اُن
کے لیے سلام تک بھی اس میں نہ ہوگا تو میں اسکا جواب آنکھوں سے لکھوں گا اور
ہاں میاں پھر تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اسکا مرنا
سنا ہوگا اس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں باقی
ہیں کیا چچا کو نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری کاش اس کے باپ کا نام لکھتے
تاکہ میں جانتا کہ کون سی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لیکر روؤں اور کس
کی فاتحہ دلواؤں اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے توضیح بقید
نام لکھو۔

(۶۱)

میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب ساندرس بہادر
نے مجھکو بلایا پنجشنبہ ۲۴۔ فروری کو میں گیا صاحب شکار کو سوار ہوگئے تھے میں
الٹا پھر آیا جمعہ ۲۵۔ فروری کو گیا ملاقات ہوئی کرسی دی بعد پرسش مزاج کے ایک
خط انگریزی چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط
ہے مکلوڈ صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باب میں لکھتے ہیں کہ انکا
حال دریافت کرکے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے
ہو حقیقت کہی گئی ایک کاغذ آمد ولایت لے گیا تھا وہ پڑھوایا پھر پوچھا تم نے
کتاب کیسی لکھی ہے اس کی حقیقت بیان کی کہا ایک مکلوڈ صاحب نے دیکھنے کو
مانگی ہے اور ایک ہم کو دو میں نے عرض کیا کل حاضر کروں گا پھر پنشن کا حال پوچھا

وہ بھی گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمۂ ولایت
کی کیا خبر کتابوں سے کیا اطلاع پنشن کی پرسش سے کیا مدعا یہ استفسار بحکم نواب
گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے غرضکہ دوسرے دن
یکشنبہ یوم التعطیل تھا میں اپنے گھر رہا دوشنبہ ۲۸۔ فروری کو گیا باہر کے کمرے
میں بیٹھ کر اطلاع کروائی کہا اچھا توقف کرو بعد تھوڑی دیر کے گڑھ گپتان کی چٹھی آئی
سواری مانگی جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون
لال کو دے جاؤ وہ ادھر سوار ہو گئے میں ادھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا سہ شنبہ
یکم مارچ کو پھر گیا بہت استنباط اور اختلاط سے باتیں کرتے رہے کچھ سارٹیفکٹ
گورنروں کے لے گیا تھا وہ دکھائے ایک خط مکلوڈ صاحب بہادر کے نام لے گیا تھا
وہ دیکر یہ استدعا کی کہ کتابوں کے ساتھ یہ بھی بھیجا جائے بہت اچھا کہکر رکھ لیا
پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم ان سے
ملو عرض کیا بہتر اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تم کو معلوم تھا گئے ہوئے تھے کل وہ آئے
آج میں نے ان کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دینگے اس کے موافق عمل کروں گا جب
بلائینگے تب جاؤں گا دیکھو سید اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کہ اپنے غلام کو کس
طرح سے بچایا بائیس مہینے تک بھوکا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج
سلطنت کا دہندہ ہے میرے تنقد کا حکم بھجوایا حکام سے مجھکو عزت دلوائی میرے صبر و
ثبات کی داد ملی صبر و ثبات بھی اس کا بخشا ہوا تھا میں کیا اپنے باپ کے گھر سے
لایا تھا میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور ان کو نصیر الدین چراغ دہلی کو اور میران
صاحب کو دعا کہنا۔

(۶۲)

میاں کس حال میں ہو کس خیال میں ہو کل شام کو میرن صاحب روانہ ہوئے یہاں
انکی سسرال میں قصے کیا کیا نہ ہوئے ساس اور سالیوں نے اور بی بی نے آنسوؤں کے
دریا بہا دیئے خوشدامن صاحب بلائیں لیتی ہیں سالیاں کھڑی ہوئیں دعائیں دیتی ہیں
بی بی مانند صورت دیوار چپ جی چاہتا ہے چیخنے کو مگر ناچار چپ وہ تو غنیمت تھا کہ شہر
ویران نہ کوئی جان نہ پہچان ورنہ ہمسایہ میں قیامت برپا ہو جاتی ہر ایک نیک بخت
اپنے گھر سے دوڑی آئی امام ضامن علیہ السلام کا روپیہ بازو پر باندھا گیا ۱۵ روپئے
خرچ راہ دئے مگر ایسا جانتا ہوں کہ میرن صاحب اپنے جد کی نیاز کا روپیہ راہ ہی
میں اپنے بازو سے کھول لیں گے اور تم سے صرف پانچ روپئے ظاہر کریں گے اب سچ
جھوٹ تم پر کھل جائے گا دیکھنا یہی ہوگا کہ میرن صاحب تم سے بات چھپائینگے اس
سے بڑھ کر ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے ساس غریب نے بہت سی جلیبیاں
اور تودۂ قلاقند ساتھ کر دیا ہے اور میرن صاحب نے اپنے جی میں یہ ارادہ کیا ہے کہ
جلیبیاں راہ میں چٹ کریں گے اور قلاقند تمہاری نذر کر کر تم پر احسان دھریں گے
بھائی میں دلی سے آیا ہوں قلاقند تمہارے واسطے لایا ہوں زنہار باور نہ کیجیو مال
مفت سمجھ کر لے لیجیو کون گیا ہے کون لایا ہے کلو اباز کے سر پہ قرآن رکھو کلیان کے
ہاتھ گنگا جلی دو بلکہ میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ ان تینوں میں سے کوئی نہیں لایا واللہ
میرن صاحب نے کسی سے نہیں منگایا اور سنو مولوی مظہر علی صاحب لاہوری
دروازہ کے باہر صدر بازار تک ان کے پہنچانے کو گئے رسم مشایعت عمل میں آئی
اب کہو بھائی کون برا اور کون اچھا ہے میرن صاحب کی نازک مزاجیوں نے کھیل

بگاڑ رکھا ہے یہ لوگ تو اُن پر اپنی جان نثار کرتے ہیں عورتیں صدقہ جاتی ہیں، مرد پیار کرتے ہیں مجتہد العصر سلطان العلما مولانا سرفراز حسین کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ حضرت ہم تم کو دعا کہیں اور تم ہم کو دعا دو میاں کس قصّے میں پھنسا ہے فقہ پڑھ کر کیا کرے گا طب و نجوم و ہیئت و منطق و فلسفہ پڑھ جو آدمی بنا چاہے خدا کے بعد نبی اور نبی کے بعد امام یہی ہے مذہب حق والسلام والاکرام علی علی کیا کر اور فارغ البال رہا کر۔

(۶۳)

واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں جو سخن پردازی کروں بھائی تم تو اردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو اردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رودنیل بن گئے ہو کیا قتیل کیا رودنیل یہ سب کہنے کی باتیں ہیں لو سنو اب تمہاری دلی کی باتیں ہیں چوک میں بیگم کے باغ کے دروازہ کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا اس میں سنگ و خشت و خاک ڈال کر بند کر دیا بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کی کئی دوکانیں ڈھاکر راستہ چوڑا کر لیا شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے پنشنداروں سے حاکموں کو کام کچھ نہیں تاج محل مرزا قیصر مرزا جوان بخت کے سالے ولایت علی بیگ جے پوری کی زوجہ ان سب کی الٰہ آباد سے رہائی ہو گئی بادشاہ مرزا جوان بخت مرزا عباس شاہ زینت محل یہ کلکتہ پہنچے اور وہاں سے جہاز پر چڑھائی ہو گی دیکھیے

کیمپ میں رہیں یا لندن جائیں۔ خلق نے از روئے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہے سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں لوگ عموماً شہر میں آباد کئے جائیں گے اور پنشنداروں کو جھولیاں بھر بھر روپئے دیئے جائیں گے خیر آج بدھ کا دن ۲۲۔ دسمبر کی ہے اب شنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو اب صورت کیا ہے اور آیندہ عزیمت کیا ہے میر اشرف علی صاحب اب دائر سائر ہیں پانی پت میں ہیں یا قیم کچھ کر ہو گئے کچھ کہیئے نہیں جانوں میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے حضرت آئیے سلام علیکم مزاج مبارک کیسے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین کم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپکی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کہیں وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جب ایک جا ہوں گے تو انتقام لیا جائیگا۔ ہے ہے کیونکر ایک جا ہوں گے دیکھیے زمانہ اور کیا دکھائے گا اللہ اللہ اللہ۔

(۵۲)

میاں کیوں تعجب کرتے ہو یوسف مرزا کے خطوط کے آنے سے وہ وہاں اچھی طرح ہے حاکموں کے یہاں آنا جانا نوکری کی تلاش حسین مرزا صاحب بھی جاتے ہیں وہاں کے حکام سے ملتے ہیں وہاں کی پنشن کی درخواست کر رہے ہیں ان دونوں

صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجھکو آتے ہیں جواب بھیجتا ہوں بھائی لکھنؤ
میں وہ امن و امان ہے کہ نہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہوگا نہ اس
فتنۂ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں یہ چین ہوگا امرا اور شرفا کی حکام ملاقاتیں
بقدر رتبہ تعظیم و توقیر پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف
و نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کمشنر بہادر
اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود بھرے ہوئے ہیں اہل اسلام نہیں تمام ہنود کو اور علاقوں
پر بھیج دیا اور ان کی جگہ مسلمانوں کو بھرتی کیا یہ تو آفت دلی ہی پر دوڑ پڑی ہے
لکھنؤ کے سوا اور سب شہروں میں عملداری کی صورت وہ ہے جو غدر سے پہلے تھی اب
یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں میں نے بھی دیکھے فارسی عبارت یہ ہے ٹکٹ آبادی
درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے آج پانچ ہزار
ٹکٹ چھپ چکا ہے کل اتوار یوم التعطیل ہے پرسوں دوشنبہ سے دیکھیے یہ کاغذ
کیونکر تقسیم ہوں یہ تو کیفیت عموماً شہر کی ہے خصوصاً میر احوال سنو بائیس مہینے
کے بعد پرسوں کوتوال کو حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خان پنشندار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے
مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کوتوال نے موافق ضابطہ کے مجھسے چار گواہ مانگے
ہیں سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترہ جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر کرائینگے
تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ ملجائیگا اور آیندہ کو پنشن
جاری ہو جائیگی نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہروں گا
چھ مہینے کا یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانے کا میرن صاحب یہ والسمع گئے ہیں
اس مطلب کے جواب میں یہ کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیجدو

تو میں آؤں دیکھو اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا میر نصیر الدین کو دعا کہنا میرن صاحب کو مبارکباد کہنا۔

(۶۵)

کیوں یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں تمہارا خط پڑھ کر دو سو بار یہ شعر پڑھا شعر وعدۂ وصل چوں شود نزدیک ٭ آتشِ شوق تیز تر گردد کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیگا نہیں میں آتا ہوں بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں انکو بلاتا انہیں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں دو گھڑی کے بعد وہ آئے ادھر کی بات ادھر کی بات کوئی انگریزی کاغذ دکھایا کوئی خط فارسی پڑھوایا اجی کیوں حضرت آپ میرن صاحب کو نہیں بلاتے صاحب میں تو ان کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا ان کو پتہ لکھا ہے کہ وہاں ٹھہر کر مجھکو اطلاع کرو میں شہر میں بلالوں گا صاحب اب وہ ضرور آئینگے آخر کار ان سے اجازت لیکر اب تم کو لکھتا ہوں کہ ان سے مختصر یہ کلمہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو باسی عید یہاں کرو یہ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجھکو آگیا ہے اس طرف سے خاطر جمع رکھنا رمضان کا مہینہ روزہ کھا کھا کر کاٹا آیندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے بس جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا میر نصیرالدین

کو دعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا یہ خط پڑھوا دو اور ادھر کو روانہ کرو کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں شکرم میں کرانچی میں جو بیٹھے ہیں یعنی ڈاک میں آئیں بلی ماروں کے محلہ میں میرے مکان پر اتر پڑیں مرزا قربان بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں میرے ان کے مسکن میں ایک میر خیرات علی کی حویلی درمیان ہے ڈاک کو نہار کوئی نہیں روکتا صلاح تو ایسی ہے اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔

(۶۶)

برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ سچ میر احلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے یعنی خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لفافہ میں رکھ ٹکٹ لگا سرنامہ لکھ کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا اور وہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھو میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہو گا بے اصل باتیں ہیں پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اس میں کیا ضرر یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا میں نے بکس بند کیا باہر کوں

پر آبیٹھا شام ہوئی چراغ روشن ہوا منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم الیقین سید نصیر الدین آیا ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اس پر گھاس بھری پھبی ہوئی میں نے کہا اہاہا سلطان العلما مولانا میر سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے فیض خاص نہیں لطف عام ہے شراب نہیں آم ہے خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک آم کو ایک ایک سربمہر گلاس سمجھا لمکور سے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ پینسٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ گرا ہے میاں کہتا تھا کہ یہ اسی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے تا انکی برائی اوروں میں سرایت نکرے ٹوکرے میں سے پھینک دیئے میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے مگر میں تمہاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا تمہارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے خانہ آباد دولت زیادہ لمکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے قوام کی بہت لطیف اور خوش رنگت کی بہت خوب اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام قوام پتلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ میں نہ پاؤ گے۔

میاں فرہنگ مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ ان کے علم کی کنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس روپئے کو لے گئے ہیں میری دعا کہدینا۔

(۶۷)

میری جان خدا مجکو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑھا ہونے آیا ڈاڑھی میں بال سفید آگئے مگر بات سمجھنی نہ آئی پنشن کے باب میں الجھے ہو اور کیا بیجا الجھے ہوئے تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشنداروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملی یہ فروری ۱۸۵۹ء

بائیسواں مہینہ ہے چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد
خرچ مل گیا باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے
ابھی کچھ حکم نہیں ہوا تو اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اسکو کچھ نسبت
ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انگلی ہے (چیل بسولا لی گئی تو کاہے سے ٹھونکوں
راب) علی بخش خاں پچاس روپیہ مہینہ پاتے تھے بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں انکو
چھ سو روپیہ مل گئے باقی روپیہ چڑھا رہا آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں غلام حسین خاں
سو روپیہ مہینے کا پنشندار بائیس مہینے کے بائیس سو روپیہ ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے
دیوان کشن لال ڈیڑھ سو روپیہ مہینے کا پنشندار بائیس مہینے کے تینتیس سو روپیہ ہوتے
ہیں اسکو اٹھارہ سو ملے منا جمعدار دس روپیہ مہینے کا سکہ نمبر سال بھر کے ایک سو بیس
لے آیا۔ اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں مجھکو
پھر مدد خرچ نہیں ملا جب کئی خط لکھے تو آخر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ
سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ ملجائیں میں نے وہ سو روپیہ نہیں لئے اور پھر صاحب
کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پانے والا ہوں سال بھر کے
ساڑھے سات سو روپیہ ہوتے ہیں سب پنشنداروں کو سال سال بھر کا روپیہ ملا۔ مجکو
سو روپیہ کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ ملجائے ابھی اس
میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن
صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے دلی کے جمقا جو باہر پڑے ہوئے ہیں منہ
کھول کر رہ گئے اب جب وہ معاودت کرینگے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور ہی
صورت نکل آئے میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں

(۶۸)

سید صاحب نہ تم مجرم نہ میں گنہگار تم مجبور میں ناچار نواب کہانی سنو میری سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفیٰ خاں بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو ان کی تقصیر معاف ہوئی اور ان کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہے جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں میں بمجرد اس خبر کی استماع کے ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا ان کو دیکھا چار دن وہاں رہا پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا دن اور تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا آج بدھ دوم فروری ہے مجھکو آئے ہوئے نواں دن ہے انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اس کا جواب لکھا جائے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو میں جواب لکھتا ہوں روز شہر میں ایک نیا حکم ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے حاکم کے یہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید رہتا ہے اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے میں نہ لکھ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ عبارت یہ کہ اسد اللہ خاں پنشن دار سنہ ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے والے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں

کے وقت میں کہیں گیا نہ گوروں کے زمانہ میں نکلا اور نہ نکالا گیا کرنیل براؤن صاحب بہادر کے زبانی حکم پر اسکی اقامت کا مدار ہے اب تک کسی حاکم نے وہ نہیں بدلا اب حاکم وقت کو اختیار ہے پرسوں یہ عبارت جمعدار نے محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی میں بھیجدی کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان و دوکان کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں انھیں ڈھادو اور آیندہ کو ممانعت کا حکم سنادو اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچھزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور اس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد ہوجائے آپ شہر میں آباد ہوجائے آجتک یہ صورت ہے دیکھئے شہر کی بستی کی کون صورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوے ہیں وہ شہر میں آتے ہیں الملک اللہ والحکم للہ نور چشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کرلیں۔

(۶۹)

میر مہدی جیتے رہو آفرین صد ہزار آفرین اردو عبارت لکھنے کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجھکو رشک آنے لگا سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں کی گئی ہے یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلے کا رہنے والا لے گیا مگر میں نے اسکو بحل کیا اللہ برکت دے میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کما حقہ سمجھ لو وللرحمٰن الطاف خفیہ ایک طرز خاص پر تحریر ہوئی نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلانے شخص

کی پنشن کے کل چڑھے ہوئے روپے کے یکمشت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ روپیہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیجدیں سو یہاں اس کی تعمیل فوراً بطرز مناسب ہوگئی کم و بیش دو مہینے میں روپیہ سب ملجائے گا اور وہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانے سے منگوا لو میں نے کہا صاحب یہ کیسی بات کہ اوروں کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجراء کا حکم ملجائے گا اوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئے گی میں چپ ہو رہا آج دوشنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیجکر سو روپیہ منگا لوں پہ یار ولایت آگے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم تو اسی علم کے ساتھ اس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھ کر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور اس میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب مجھ سے ہی لکھکر مانگی اور میں نے دی اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے اس وقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجھ کو باتیں کرنے کا مزا ملا دونوں کا جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں میر سرفراز حسین میرن صاحب میر نصیر الدین کو دعا۔

(۷۹)

مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کجرفتار کا برا ہو ہم نے اس کا کیا بگاڑا

تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر ہنس بول لیتے تھے شعر

وہ بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک　　　اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے کل سے مجکو بیکش بہت یاد آتا ہے سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں، وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھسے خط پہ خط لکھواتے ہو آنسوؤں پیاس نہیں بجھتی یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کر سکتی بہر حال کچھ لکھتا ہوں دیکھو کیسا لکھتا ہوں سنو پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم دیر آید درست آید کی مثل ہے تم نے بہت آزردہ ہوں میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا ان کا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اچھلتے کودتے پھرتے ہیں اس کے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمہاری ہم کو پسند نہیں آتیں۔ تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہوگا بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں شعر

کیوں نہ میرن کو مغتنم جانو　　　دلی والوں میں اک بچا ہے یہ

میر تقی کا مقطع یوں ہے شعر

میر کو کیوں نہ مغتنم جانو　　　اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ ارے میاں تم نے کچھ اور بھی سنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا تھا کہ نصیر خان عرف نواب جان والدان کا دایم الحبس ہو گیا حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی یوسف مرزا تو نصوانہ

نکالے کو لکھے گا خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو۔ تو بھی اب تم چاہو بیٹھے رہو چاہو اپنے گھر جاؤ میں تو روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی صرف ایک ہیں اور ایک میرا پیارا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ خوار ہیں وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے منگادو میں بھی بجار جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط ان کو ضرور سنا دینا۔ بخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہنچے۔

(۱۷)

جو بی دینی دنیا روزی باد میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا صاحب قصور تمہارا ہے کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو کہ میں کب سے دلی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام ہونے دیا نہ کوئی اپنا ہم عرف بننے دیا نہ اپنا ہم تخلص بہم پہنچایا فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی اس نے اچھی لکھی کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی مجکو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا کچھ سہل سوال مجھسے کئے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ پندرہ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام فخر الدین خاں کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں صورت اچھی ہے خدا چاہے تو رہائی ہو جائے صاحب ہم نے گھبرا کر اس تحریر فارسی کو تمام کیا و فتر بند کر دیا اور لکھدیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے پندرہ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تمکو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو اب

پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ میں اس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آ جائیں تو مجکو اطلاع کرنا۔

(۶۲)

سید صاحب تمہارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا ڈھائی سو دیئے ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی کے پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلا سے آبرو بچی جان بچی اب میر سرفراز حسین کو چاہیئے کہ الور چلے جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصد اپنے ہاتھ سے مجکو لکھیں پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں حاکم خط کا جواب نہیں لکھتے عملہ میں ہر چند تفحص کیجئے کہ ہمارے خط پہ کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں بتاتا بہر حال اتنا سنتا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ میں بے گناہ قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہوں بس اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر میاں کیا باتیں کرتے ہو میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانے کو نہیں شراب پینے کو نہیں جاڑے آئے ہیں لحاف توشک کی فکر ہے کتابیں چھپواؤں گا۔ منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے سابقہ معرفت مجھسے نہ تھا ایک دوست ان کو میرے گھر لے آیا انہوں نے دو نسخے دیکھا چھپوانے کا قصد کیا آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا اسکو میں نے لکھا

اُس نے اہتمام کو اپنے ذمہ لیا مسودہ بھیجا گیا ۸؍ فی جلد قیمت ٹھہری پچاس جلدین منشی اُمید سنگہ نے لیں پچیس روپئے چھاپہ خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دیئے صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہی مستحق حکام نے بکمال خوشی اجازت دی پانسو جلد چھاپی جاتی ہے اُس پچاس جلد میں سے شاید پچیس جلد منشی اُمید سنگہ مجھکو دینگے میں عزیزون کو بانٹ دون گا۔ پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرما چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اگست میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۸ء کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اس کی اطلاع دے دی ہے امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیوں کر لکھتا اُن کو جاگیر اگست میں ملی بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا منشی اُمید سنگہ اندور جانے والے تھے اگر ختم کر کر مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون اہل خطہ کا حال از روے تفصیل مجکو کیونکر معلوم ہو سنتا ہوں کہ دعوی خون پیش کیا چاہتے ہیں سودا ہو گیا ہے مسودہ ہو رہا ہے بلنگ صاحب کے جے پور میں ٹکڑے اڑ گئے گورنر مدعی نہ ہوے قصاص نہ لیا اب ایک ہندوستانی کے خون کا قصاص کون لے گا شعر

اے سبزۂ سر رہ از جور پارچہ نالی — درکیش روزگاران گل خوں بہا ندارد

خیر جو ہونا ہے ہو رہے گا بعد وقوع ہم بھی سن لیں گے تم اتنا کیوں دل جلا رہے ہو

میری جان وہ پارسی قدیم جو ہوشنگ و جمشید و کیخسرو کے عہد میں مروج تھی اُس میں خر بجائے مضموم نور قاہر کو کہتے ہیں اور چونکہ پارسیوں کی دید و دانست میں خدا کے سوا آفتاب سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں ہے اسی واسطے آفتاب کو خر لکھا اور شید کا لفظ بڑھا دیا شید بشین مکسور و یائے معروف بروزن عید روشنی کو کہتے ہیں یعنی یہ اُس نور قاہر ایزدی کی روشنی ہے خر اور خرشید یہ دونوں اسم آفتاب کے ٹھہرے جب عرب و عجم مل گئے تو اکابر عرب نے کہ وہ منبع علوم ہوئے واسطے دفع التباس کے خر میں واو معدولہ بڑھا کر خور لکھنا شروع کیا ہر آئینہ متاخرین نے اس قاعدہ کو پسند کیا اور منظور کیا اور فی الحقیقت یہ قاعدہ بہت مستحسن ہے فقیر خورجہان بے اضافہ لفظ شید لکھتا ہے موافق قانون عظمائے عرب بواو معدولہ لکھتا ہے یعنی خوراں جہاں باضافہ لفظ شید لکھتا ہے وہاں بہ پیروی بزرگان پارسی سر بسر لفظ خور کو بے واو لکھتا ہے۔ یعنی خرشید خر کا قافیہ در اور بر کے ساتھ جائز اور روا ہے۔ خود میں نے دو چار جگہ باندھا ہوگا وہاں میں بے واو کیوں رہا خورشید چاہو بے واو لکھو چاہو مع الواو لکھو میں بے واو لکھتا ہوں مگر مع الواو کو غلط نہیں جانتا اور خر کو بھی بے واو نہ لکھونگا قافیہ ہو یا نہ ہو یعنی نظم میں وسط شعر میں آپڑے یا نثر کی عبارت میں واقع ہو خور لکھونگا یہ بات بھی تم کو معلوم رہے کہ جس طرح خر ترجمہ نور قاہر کا ہے اسی طرح جم ترجمہ قادر کا ہے کہ باضافہ لفظ شید اسم شہنشاہ وقت قرار پایا ہے مجتہد العصر میر سرافراز حسین کو دعا پہنچے سچ کہیے تمہیں وہاں کوئی مجتہد العصر کہتا ہوگا نہ کہو ہم کو کیا میں نے تم نے مان لیا اب کوئی کہے یا نہ کہے میاں بدر الدین سے ایک مہر کھدوا دونگا مصرع جناب مجتہد العصر سرافراز حسین۔

پس تم پیشتر خطوں پر مہروں پر تمسکوں پر کرنی شروع کرنا سب کے سب تم
کو مجتہد العصر کہنے لگیں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو اور ان کے فرزند کو دعا پہنچے میران
صاحب کو دعا پہنچے بھائی میران اب وہ حسن کا پردہ کھول ڈالا صافیاں جھجھر پر لپیٹتا
ہوں دمبدم بھگوتا ہوں وہ کون کہاں جو پہر دسے سے لپیٹ کر پانی کو لیکر اور پانی
کو ٹھنڈا کرے وہ پانی جو میر مہدی اور تم اور حکیم جی پیا کئے ہو اب کہاں برف پندرہ
دن کی اور باقی ہے آئندہ خدا رزاق ہے۔

(۴۷)

ہاں صاحب تم کیا چاہتے ہو مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا اب
اور کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں میں فقیر نہیں جو دعا لکھوں تمہارا
دماغ چل گیا ہے لفافہ کو کریدا کرو مسودہ کو کاغذ کو بار بار دیکھا کرو پاؤ گے کیا یعنی تم
کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں یہاں خیریت ہے وہاں کی عافیت مطلوب
ہے خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا جی خوش ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا
ہے برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا اور ہاں حکیم اشرف علی اور میر
افضل علی کو بھی دعا کہنا لازمہ سعادتمندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح سے خط بھیجتے
رہو کیوں پیچ کھیو اگلوں کے خطوط کی تحریر یہ لایعنی طرز تھی ہائے کیا اچھا شیوہ ہے
جب تک یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے چاہ بے آب ہے ابر بے باران ہے
نخل بے میوہ ہے خانہ بے چراغ ہے چراغ بے نور ہے ہم جانتے ہیں کہ تم زندہ ہو تم
جانتے ہو کہ ہم زندہ ہیں امر ضروری کو لکھ لیا زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا اگر
تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی ساڑھے تین سطریں

ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا نماز قضا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خفا نہ ہو میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی نثر میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا تم کو بھیجدوں نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علی خاں مر گئے حامد علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہوگئی کلو داروغہ بیمار ہوگیا تھا آج اس نے غسل صحت کیا باقر علی خاں کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے حسین علی خاں کے گلے میں دو غدود ہوگئے ہیں شہر چپ چاپ نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگاکر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے نہ آہنی سڑک آتی ہے نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خموشان ہے کاغذ نبڑ گیا ورنہ تمہارے دل کی خوشی کے واسطے ابھی اور لکھتا۔

(۷۵)

سید صاحب کل پہر دن رہے تمہارا خط پہنچا یقین ہے کہ اسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں حال سفر کا جو کچھ ہے ان کی زبانی سن لو گے میں کیا لکھوں میں نے بھی جو کچھ سنا ہے انہیں سے سنا ہے ان کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدہ اور میرے تصور کے مطابق ہے میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا سو روپے کی ناحق زیرباری ہوئی چونکہ یہ زیرباری میرے بھروسہ پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چھیاسٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایکاسی میر سرفراز حسین کی

زیر باری سے دل کڑھتا ہے۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں یہی ایک تیر باقی تھا قتل ایسا عام لوٹ ایسی سخت کال ایسا پڑا وبا کیوں نہ ہو لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔ شعر

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام — ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا۔ واقعی اس میں میری کسرشان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائے گا۔ کلیات اردو کا چھاپہ تمام ہوا۔ اغلب کہ اسی ہفتہ میں غایت اس مہینے میں ایک نسخہ بہ سبیل ڈاک تم کو پہنچ جائے۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بن گیا تو وہ بھی چھاپا جائے گا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں اگر مقدور مساعدت کرے گا تو میں بے شرکتِ غیر اس کو چھپواؤں گا مگر یہ خیال محال ہے میرے مقدور کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے واللہ علیٰ کلِّ شیٍٔ قدیر خدا کا بندہ ہوں علی کا غلام میرا خدا کریم میرا خاوند سخی۔ علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آنچ مدہم ہو گئی ہے پانچ سات دن بڑا زور و شور رہا پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو اس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ الور میں بھی وبا ہے الگزنڈر ہیدر نے مشتہرہ الکہ صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھ میں متوسط تھا اسی جرم میں ماخوذ ہو کر مرا خیر یہ عالم اسباب ہے اس کے حالات سے ہم کو کیا۔

(۱۳۷)

جانِ غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود افسوس تھا پانچویں دن غذا کھائی اب اچھا ہوں تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے اُن کو دیکھا نہیں اب کی بار درد میں مجکو غفلت بہت رہی اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے تمہاری آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اُس کو آپ نے ازراہِ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا یہ رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس الفت پر اطلاع پائیں۔

(۷۷)

جانِ غالب تمہارا خط پہونچا غزل اصلاح کے بعد پہونچتی ہے مصرعہ

ہر کسی سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے

مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی۔ مصرعہ

میاں یہ اہلِ دہلی کی زبان ہے

ارے اب اہلِ دہلی یا ہندو ہیں یا اہلِ حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں

کچھ فرق نہیں آیا ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں خس کی ٹٹی پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ جہت وسمت بدلی ہوئی ہے بہرحال میگذرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہوگیا لال ڈگی کے کنویں یک قلم کھاری ہو گئے خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے پرسوں میں سوار ہو کر کنوؤں کا حال معلوم کرنے گیا تھا مسجد جامع ہوتا ہوا راج گھاٹ دروازہ کو چلا مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ ایک صحرا لق دوق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھا لیجائیں تو ہو کا مکان ہوجائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغچہ کی اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغچہ کے صحن کے برابر ہوگیا یہاں تک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہوگیا فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازے سے کابلی دروازہ تک میدان ہوگیا۔ پنجابی کٹرہ دھوبی داس کا واڑہ رامجی گنج سعادت خاں کا کٹرہ جرنیل کی بی بی کی حویلی نہیں رامجی داس گودام والے کے مکانات صاحب رام کا باغ حویلی ان میں سے کسی کا پتا ملتا قصہ مختصر شہر صحرا ہوگیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہوگیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہوجائے گا اللہ اللہ دلی نہ رہی اور دلی والے ابتک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حسن اعتقاد ارے بندۂ خدا اردو بازار نہ رہا اردو کہاں دلی اب شہر نہیں کیمپ چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام الکزنڈر بیدر نے کا کوئی خط نہیں آیا ظاہرا ان کے مصاحب نہیں ورنہ وہ مجکو ضرور خط لکھتا رہتا میر سرفراز حسین اور میرن

صاحب اور نصیر الدین کو دعا کہنا۔

(۸۷)

بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلّی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے قلعہ چاندنی چوک کرندہ بازار مسجد جامع کا ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہونگے دیکھئے کہاں اترتے ہیں اور کیوں کر دربار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا جھجر بہادر گڑھ بلب گڑھ فرخ نگر دوجانہ پاٹودی لوہارو چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے ان میں سے دوجانہ ولوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کلکٹر بہادر ان دونوں کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں میرٹھ میں مصطفےٰ خان سلطان جی میں مولوی صدرالدین بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم بہ اسد تینوں مردود و محروم و مغموم شعر

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ جان نثار کے چھتے کی سڑک خان چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کوچے کا ڈھینا جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز گول میدان نکلا سن جاؤ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا یوسف ہند میر افضل علی کو دعا۔

(۷۹)

میاں کیوں ناسپاسی و حق ناشناسی کرتے ہو چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ
جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لایق کہاں چشم بیمار میرن صاحب
قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جسکو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں تم گنوار چشم بیمار کو کیا
جانو خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو تم تو زجر کی عادت رکھتے ہو عوارضِ چشم
سے تم کو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دکھی اور یہ بال بال بچ گیا جو اس کے
خلاف کہے اس کو غلط جاننا میں نے خط تمہیں بہان کر نہیں لکھا تم نے لکھا تھا کہ
بعد عید میں وہاں آؤں گا مجکو بھیجنے میں تامل ہوا لکھیے کچھ ہو کرتے کچھ ہو تنخواہ کی
سنو تین برس کے روپے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ
کٹ گئے ڈیڑھ سو عملہ فعلہ کی نذر ہوئے مختار کار دو ہزار لایا چونکہ میں اس کا قرضدار
ہوں روپے اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے حساب کیا
سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرے قرض متفرق کا حساب کر
کچھ اوپر گیارہ سو نکلے میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے تو سو نیچے آدھے تو لے
آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو پانسو سات تم لو یہ جھگڑا نبٹ جائیگا
تب کچھ ہاتھ آئے گا خزانے سے روپیہ آگیا ہے میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں
پھوٹیں بات رہ گئی پت رہ گئی حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہیں
جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا میرا دار و گیر سے بچنا معجزۂ
اسد اللہی ہے ۔ ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیہ ید اللہی ہے حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز
پنشن پانے کا مستحق نہیں حاکم صدر مجکو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے ۔ میرن صاحب

کو دعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں جواب ترکی ترکی جواب عربی عربی جو انہوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں میں دعا ہی لکھونگا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔

(۸۰)

میری جان تم کو تو بے کاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے اگر خط پہنچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ شکایات وعتاب وخطاب لکھنے لگے کل حکیم میر اشرف علی آئے تھے سر منڈوا ڈالا ہے محلقین رؤسکم پر عمل کیا ہے میں نے کہا کہ سر منڈوایا ہے تو داڑھی رکھو کہنے لگے دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم اللہ اللہ انکی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آئے اور بحال و برقرار رہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی اچھی خبر سنی جائے میر سلام کہنا اور مبارک باد دینا خبردار بھول نہ جائیو تمہاری شکایتہائے بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجھکو پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا آج شنبہ ۱۵؍ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دیکر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بجا بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچ کر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہارے قلم سے نہیں نکلا نہ انکی خیر و عافیت نہ ان کی بندگی اگر وہ مجھ سے خفا ہیں تو انکی

بندگی نہ لکھتے خیر و عافیت تو لکھتے یہ باتیں اچھی نہیں میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں والدہ ان کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لیکر والدہ کو وہیں بلا ئینگے یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائینگے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کی بود و باش کی حقیقت لکھو رہا میرا پنشن اس کا ذکر نہ کرو اگر ملیگی تو تم کو دیجائیگی شہر کی آبادی کا چرچا ہوا گرایہ کو مکان ملنے لگے چار سو پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے آیندہ کیا ہوگا۔ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ بنظر ان کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہئے مگر بنظر عزیز داری و یگانگی کی راہ سے دعا لکھتا ہوں میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین کو زیادہ کیا لکھوں۔

(۸۱)

واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ مجکو ملا میرا بچھونا مجکو ملا میرا حمام مجکو ملا میرا بیت الخلا مجکو ملا رات وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہو گیا میری جان بچی میرے آدمیوں کی جان بچی مصرع

اکنوں شب من شب ست و روزم روز ست

بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا اگر پہنچتا تو بیشک وہ خط تمہاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجکو وہ واردات لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی پس اگر جیسا

کہ میرا گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا اب اُن سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حسن بھی کیا چیز ہے نادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں لکھتے نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو پانی گرم ہوا گرم میں مستولی اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا یعنی میر امداد علی آشوب کا بیٹا محمد میر شب گزشتہ کو گزر گیا آج صبح کو دفن کر آئے جوان صالح پرہیزگار مومنین پیش نماز کا تھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔ مجتہد العصر کا حکم بجالاؤں اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا اور مدار المہام امر واقعی لکھ بھیجے گا مجتہد العصر کو دعا اور یہ خط پڑھا دینا میرن صاحب کو دعا اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا ہم بھی تمہارے طرز کا تتبع کرینگے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ اگر تم میں اور اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھوا اور یہ بھی ان کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمہارے نہیں ہیں اگر وہاں کچھ حاصل ہو رسائی تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ شعر

میں بھولا نہیں تجکو اے میری جان　　کروں کیا کہ یاں گر رہے ہیں مکان

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے قاسم جان کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے میں جس مکان میں رہتا ہوں عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا

مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا وہ گر گیا سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے چھتیں چھلنی ہو گئیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے کتابیں قلمدان سب توشہ خانے میں فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا کہیں چلمچی دھری ہوئی خط کہاں بیٹھکر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے مالک مکان کو فکر مرمت آج ایک امن کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں اور کی ناخوشی راہ کی محنت کشی تپ کی حرارت گرمی کی شرارت یاس کا عالم کثرت اندوہ وغم حال کی فکر مستقبل کا خیال تباہی کا رنج آوارگی کا ملال جو کچھ کہو وہ کم ہے بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملے گا مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا کہ خدا نے خلق کو دیا ہے سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا آدمی کو بدنام کیا بارے رفع مرض کا حال لکھو خدا کرے تپ جاتی رہی ہو تندرستی حاصل ہو گئی ہو میر صاحب کہتے ہیں مصرع

تندرستی ہزار نعمت ہے

ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے۔ مجکو پسند آیا ہے شعر

تنگدستی اگر نہ ہو سالک — تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا!!! میر افضل حسین صاحب کہاں حضرت یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا جے پور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں ہاں بھائی میرن صاحب بھلا ان کو ہماری دعا کہنا۔

(۸۲)

شعر

بے مے نکند در کفِ من خامہ روائی   سردستِ ہوا آتشِ بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے دو حرف لکھتا ہوں آگ تاپتا جاتا ہوں آگ میں گرمی نہیں مگر ہائے آتش سیال کہاں کہ جب دو جرعہ پی لئے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا دماغ روشن ہوا نفس ناطقہ کو اجر بہم پہنچا ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ہائے غضب ہائے غضب میاں تم پنشن کیا کرتے ہو گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں تم کو پنشن کی فکر ہے یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے یہاں کیا ہے **مصرع**

دیکھئے کیا جواب آتا ہے

بہر حال جو کچھ ہوگا تم کو لکھا جائے گا اجی وہ یوسفِ ہند نہ سہی یوسف دہر سہی یوسف عصر سہی یوسف کشور سہی ان کی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپیہ مہینہ بھیجے جاؤں گا اب ان کا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں خرچ جلد بھیجو ورنہ نالش کی جائیگی اور تم کو گواہ قرار دیا جائے گا۔ بہر حال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھوا دینا میر سرفراز حسین

کو دعا۔ میر نصیر الدین کو دعا حکیم میر اشرف علی کو دعا یوسف ہفت کشور کو دعا

(۸۴)

سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شکوہ شروع کر دینا اور میراں صاحب کو اپنا ہمزبان کر دینا میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں میر سرفراز حسین صاحب نہیں کہ ان کو پیار کرتا ہوں علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اس میں تم بھی آ گئے کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے دوست ہوں عاشق زار نہیں۔ بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں۔ تمہارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤں گا میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو ہیں ان کو دوں گا محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غرۂ ماہ صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا برسات کا نام آ گیا سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبائی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ ان کو جگنو سمجھ لیتے ہیں۔ اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آتی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے سیکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے گلی گلی ندی بہ رہی ہے قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے جنھوں نے ابھی

نہیں ہو یا تھا وہ بولنے سے رہ گئے سُن لیا دلی کا حال اس کے سوا کوئی نئی
بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دعا زیادہ کیا لکھوں۔

(۸۴)

میری جان تو کیا کہہ رہا ہے بیٹے سے بسیانا سو دیوانہ صبر و تسلیم و توکل و رضا
شیوہ صوفیہ کا ہے مجھسے زیادہ اس کو کون سمجھے گا جو تم مجکو سمجھاتے ہو کیا میں
یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں اَستغفر اللہ لَامُؤثِّر فِی الْوُجُوْدِ
الا اللہ یا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول
لونگا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کرونگا اور آخر کیا ہوگا
بھائی یہ تو میں نے اپنا رازِ دل تم سے کہا تھا کہ آرزوئیں تھی اور اب وہ نقش باطل
ہوگیا ایک حسرت کا بیان تھا کہ نہ خواہش کا دیکھا اس پنشن قدیم کا حال میں تو
اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جب تک جواب نہ پاؤں کہیں اور کیونکر
چلا جاؤں حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے دیکھئے کب آئے آئے تو مجھے بھی دربار میں
بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک اور پیچ آپڑا ہے اسکو دیکھلوں
اور پھر صرف اسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے
کا تردد بدستور رہیگا۔ سبک سیر کیونکر بنجاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑکر نکل
جاؤں پنشن جاری ہونے پر بھی تو سوا رامپور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں
اور ضرور جاؤں تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ
چپکے ہو رہو اور مجکو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو ہر وقت میں جیسا مناسب
ہوتا ہے ویسا دل میں آتا ہے صاحب یہ میرن صاحب نے جو دو سطریں دستخط خاص

سے لکھی تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے۔

۸۵۔ منشی ہرگوپال تفتہ تخلص کے نام

شعر

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف　　آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

بندہ پرور تم کو پہلے یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھکو بھی معلوم نہیں مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھ دینا۔ شعر

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب　　اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من ست

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا۔ سنو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اس میں بے تکلف عمر بسر کرے اس کا نام عیش ہے تمہاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن کے تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے اس کی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل الٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے شعر

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب　　ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھکر چپ ہو جاتا ہوں مصرع۔ اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے۔

یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دکھ مجکو ہے اُس کا بیان تو معلوم مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اُس میں کوئی میرا اُمید گاہ تھا اور کوئی میرا شفیق تھا اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ہندوستانیوں میں کچھ عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اُس کو زلیست کیونکر نہ دشوار ہو ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۶۸۔ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

نظم

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجکو غم کیا ہے

سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اُس میں دم کیا ہے

علاقۂ محبت ازلی کو بحق بیان کر اور حقوق غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جانکر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے مانا کہ روشناسی اس کے اجارے میں آگئی ہے یہ کیا دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ شب تک دید وادید نہ ہولے اپنے کو بیگانہ یلدرم سمجھیں البتہ

ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر تمھیں سلام کے جواب میں خط بھیجنا بڑا احسان ہے۔ خدا کرے وہ خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہو اور اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجیئے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیئے گا۔ ہائے میر جان جا کو ب کیا جوان مارا گیا ہے سچ اُس کا یہ شیوہ تھا کہ اردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا بندہ یہ بھی انھیں میں ہے کہ جن کا میں ماتمی ہوا ہوں ہزار ہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں جیوں تو کوئی غمخوار نہیں اور مروں تو کوئی عزادار نہیں غزلیں آپ کی دیکھیں سبحان اللہ چشم بدور اردو کی راہ کے تو سالک ہو گویا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی سے بھی یہ خوبی میں کم نہیں مشق شرط ہے اگر کئے جاؤ گے لطف پاؤ گے میرا تو بقول طالب آملی اب یہ حال ہے

بیت

لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی دہن بر چہرہ زخمی بود و بہ شد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے مجکو لکھا ہو تو کیونکر مجکو اپنے خط کے جواب کی تمنا ہو پہلے تو اپنا حال لکھئے کہ میں نے سنا تھا آپ کہیں کے صدر امین تھے پھر آپ اکبرآباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی۔

(۸۹)

راجہ بلوان سنگھ کا حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دو ہزار مہینا جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے لکھنؤ کا حال کچھ کھلتا

نہیں کہ اس بہارستان پر کیا گزری احوال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے خاندان
شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت
کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تم کو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہوں کہ
جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے پتا مسکن مبارک کشمیری بازار سے زیادہ
نہیں معلوم ہوا ظاہرا اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے مرزا تفتہ کو دعا کہئے گا
اور ان کے اس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجئے گا جس میں آپ کے خط کی انہوں نے نوید
لکھی تھی والسلام۔

(۹۷)

بندہ پرور آپ کا مہربانی نامہ آیا آپ کی مہرانگیز اور محبت آمیز باتوں نے
غم بیکسی بھلایا کہاں دھجیاں لڑا ہے کہاں سے دستنبو کی مناسبت کے واسطے
ید بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفرین صد ہزار آفرین تیسرا مصرعہ اگر لول ہو تو فقیر
کے نزدیک بہت مناسب ہے مصرع نامہ خود سال خویش شد نشان
مرزا تفتہ کا خط یا تحریر سے آیا ان کے لڑکے بالے اچھے ہیں۔ آپ گھبرائیں
نہیں وہ [illegible] کے [illegible] ہیں اگر تمہیں بغیر ان کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین
کہاں ۱۲ صاحب بندہ اثنا عشری ہوں ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ
لکھا کرتا ہوں خدا کرے میرا بھی خاتمہ اسی عقیدہ پر ہو ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں تم
جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری غمگساری میں محبت کرو گے کیا تم کو غیر جانوں ۱۲
تمہارا احسان مانوں تم سراپا مہر و وفا ہو واللہ اعلم [illegible] ۱۲ [illegible] اس کتاب
کی تصحیح میں اس واسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہے صحیح کا درست

پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کی صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے۔ متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور تتمہ کتاب تک متوجہ رہیں منشی شیو نراین صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی سب طرح میرے پسند آئی چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدیں یہاں کے حکام کو دونگا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتقاد ہے زندگی پر بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ ان چھ جلدوں کی کچھ تزئین اور آرائش کی جائے آپ اور بھائی صاحب اور ان کا فرزند رشید منشی عبد اللطیف اور منشی شیو نراین یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور با جلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جائے کہ کیا کیا جائے معہذا دو دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپے میں اور دو جلدیں چھ روپے میں تیار ہوں پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرائش کی گنجایش کہاں ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جائے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہی کہہ دیا جائے کہ تیری رائے کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیج دیجئے گا ۱۲ مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم ہم دگر ہم کلام ہوئے۔

(۸۸)

بھائی صاحب از روے تشریح مرزا تفتہ آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کیطرف

متوجہ ہونا معلوم ہوا پھر بھائی منشی نبی بخش صاحب نے دوبارہ لکھا کہ میں باجمال
لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے لکھا ہوگا یارب اُن کے دو خط آ گئے
مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوتا تو ان کا خط کیوں نہ آتا آپ نے حسن اعتقاد سے
یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضائے بیکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لئے تو مجکو لکھنا کیا ضرور
ہے مگر اس کو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں مطبع اخبار آفتاب عالمتاب
میں یکم ستمبر ۱۸۵۸ء حال سے حکیم احسن اللہ خاں کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا
ایک بار بھجوا دینا اور آئندہ ہر ہفتہ اس کے ارسال کا طور ٹھہرا دینا کیوں صاحب
یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دینی کیا دشوار
تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایات ہیں یا نہیں۔
مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں کیا انہوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا
ہر چند عقل دوڑائی کوئی درنگ کی وجہ خیال میں نہ آئی اب حصول مدعا سے قطع نظر ہے
یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے
ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون
ہوتا تو میرے بھی خیال میں آجاتا کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل
سماعت کے ہو میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو ۱۲۔

(۸۹)

؎ مرا بسادہ دلیہائے من تواں بخشید   خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

دوشنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ
ڈاک میں بھیج دیا دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا

معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے
شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب
لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا بکس میں سے وہ تمہارے نام کا خط نکل آیا اب میں سمجھا کہ خط
لکھ کر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور حسب ہو سکا
متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو بعد چاہنے عفو جرم کے آپ کے کل کے خط کا جواب
لکھتا ہوں ۱۲ سبحان اللہ جلدوں کی آرائش کی اس میں کیا اچھی فکر کی ہے میرے دل
میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں یقین ہے کہ مسطر شا ہموار ہو جائیں گی اور مہرہ
اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اس کا خیال اُن چار جلدوں میں بھی رہے
بارہ روپیہ کی ہنڈی پہنچتی ہے روپیہ وصول کر کر مجھکو اطلاع دیجئے گا ورنہ میں مشوش
رہوں گا ۱۲ حضرت یہاں دو خبریں مشہور ہیں ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا
ہوں ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ
گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا دوسری
خبر یہ ہے کہ جناب ادمنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرتر اکبرآباد
کے لفٹنٹ گورنر بہادر ہو گئے خبریں دونوں اچھی ہیں خدا کرے سچ نکلیں اور سچ ہونا
ان کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے ۱۲ ہاں صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے
میں نے حضرت ملکۂ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا
ہے تہنیت فتح ہند اور عملداری شاہی سالگرہ نیت ہے منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ
قصیدہ اور ایک کاغذ مذہب پر لکھ کر بھیجوں پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر
پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپہ ہوئی ہے اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپکر اُس

کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی نبی بخش
صاحب اور مرزا تفتہ منشی شیو نراین صاحب سے کہکر اس کا طور درست کریں اور
پھر مجکو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیجدوں جب کتاب سب چھپ چکے
تو یہ چھپ جائے دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اوپر لگایا جائے پہلے
کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جس طرح
کتاب کا نام چھاپتے ہیں اس طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ (قصیدہ در مدح جناب ملکۂ
انگلستان خلد اللہ ملکہا) میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا۔ ۱۲
ہنڈی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب با صواب یعنی نوید قبول جلد لکھئے ۱۲م

(۹۰)

بھائی صاحب خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ
رہا کریں خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گو یا
صفر کے مہینے میں عید آئی ہنڈی کا روپیہ جب چاہو تب منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں
اور جلدیں موافق اپنی رائے کے بنواؤ ۱۲ اب آپ دو ورق کا ڈاک میں بھیجنا موقوف
رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں قصیدہ کے مسودہ کا ورق مرزا
تفتہ کے خط میں پہنچ گیا ہوگا آپ نے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب
نے قصیدے کو دیکھا ہوگا قصیدے کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا
چاہئے صاحب مطبع کو کیا منظور ہے اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کرینگے تو ہم پانچ سات
روپے سے اور بھی ان کا بھرنا بھر دینگے ۱۲ احباب او مشٹن صاحب بہادر سے میں
صورت آشنا نہیں کبھی میں نے ان کو دیکھا نہیں خطوں کی پھیرے ان کی ملاقات

ہے اور نامہ و پیام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر دہلی آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ جناب صاحب بہادر ایجنٹ دہلی اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب سکرتر بہادر گورنمنٹ کا خط اس کی رسید میں بسبیل ڈاک پاتا ہوں۔ جب جناب لارڈ کیننگ بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک میں بھجوایا اونسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجکو خط آیا تو انہوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا قبل ازیں خاں صاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا اس قدر شناس نے ازراہ قدر افزائی صاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا اب فرمایئے ان کو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں ۱۲ برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں بھائی اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں کہ تم اور مرزا صاحب مجکو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپہ تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا مادہ تاریخ میں کیا برائی ہے جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا یہ دونوں قطعے رہیں اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روے سخن ساری خدائی کی طرف ہے بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیئے ۱۲

اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیونراین صاحب کا خط لایا یارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اس کا

چھاپنا قبول کیا یہ تشویش رفع ہو گئی آپ اُن سے میرا سلام کہئے گا اور یہ کہئیگا مصرعہ

شکر را فتہائے تو چند انکہ را فتہائے تو

اور یہ ان کو اطلاع دیجئے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجکو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان تھا کہ میں اسکی رسید نہ لکھتا ۱۲۔

(۹۱)

بھائی صاحب آپ کے خامہ مشکبار کی صریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا بلکہ مجکو ان کی لوحوں کا ہر خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجکو تو موجب اس مصرع کے مصرعہ

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہی حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے مجکو آپ کے حکم کا بجالانا منظور ہے اس نذر کے بھیجنے کے بعد جب کوئی ان کا عنایت نامہ آئے گا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائے گا اس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائے گا۔ اب یہ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائیگی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجکو کب آئیگی آپ کی فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے رسیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو کچھ عجب نہیں ہے جلدون کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے معلوم تو ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نراین صاحب کی ہمت اُس کے انجام ہونے پر مصروف ہے یارب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدون کا پشتارہ میرے پاس آجائے ۱۲ مرزا تفتہ کو کیا دون اور کیا لکھوں مگر دعا دوں اور دعا لکھوں۔ سنہ

اب ڈھیل نہ کرو کام میں تعجیل کرو۔ مصرعہ

اے زفرصت بیخبر درہرچہ باشی زود باش

خدا کرے نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو۔ قصیدہ کا نثر کے پہلے لگانا ازراہ کرم و اعزاز ہے ورنہ نثریں اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے یہ اس کا دیباچہ کیوں ہو بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سررشتہ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے ۱۲ اراے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجکو بھی آگہی دو چاہو تمہیں اپنے اگر والد ایک خط ان کو لکھو اور اس کا پرداز اس بات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہو کے آتی ہیں آپ کے خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور ان کو جواب لکھنا پڑے گا۔

(۹۴)

مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو کیا تم نے مجھسے بات کرنے کی قسم کھائی ہے اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہے برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا ہاں مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچ کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں اور انہوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوے جو تم نے خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے

پھر اب ان دو کتابوں کی جلدیں پہنچانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچ کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کسقدر ہے مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمہارے پاس پہنچ جائینگی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئینگی ہرچند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کرے ان تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آجائیں تا خاص و عام جابجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا ضیاء الدین خاں اور حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو میں نے کہا انہوں نے لکھ لیا ان دونوں کے گھر لٹ گئے ہزاروں روپے کے کتاب خانے برباد ہوئے اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اس نے وہ کاغذ جو مجھکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجھکو رونا آیا غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس کے اس خط کا جواب چاہتا ہوں

غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا — میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو — اک تماشا ہوا گلہ نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دلستانی ہے — لے کے دل دلستاں روانہ ہوا
ہے خبر گرم ان کے آنے کی — آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
زخم گر دب گیا لہو نہ تھما — کام گر رک گیا روا نہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب — گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی — بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی — حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا
کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہیں — آج غالبؔ غزل سرا نہ ہوا

(۹۳)

بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل بھیجی جائیں اور پس وپیش سات جلدیں آپ کی بنوائی ہوئی بھی آئیں بالفعل ایک اور عقدہ سررشتہ خیال میں پڑا ہے۔ یعنی از روے اخبار مفید خلائق ذہن یوں لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب اونسٹن صاحب بہادر آگرہ آئینگے اور وہ سادہ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائینگے اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر اُن کی جگہ چیف سکرتر بنجائینگے پھر دیکھئے کہ یہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرتر کسکو بنائینگے میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں رہینگے دیکھئے ہمارے مولوی قمرالدین خاں کہاں رہینگے بہرحال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا حال لکھئے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھئے جب تک اونسٹن صاحب بہادر چیف سکرتر تھے تو یہ خیال میں تھا کہ ان کی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے اُن کے پاس بھیجوں گا اب حیران ہوں کہ کیا کروں آیا ان کی جگہ سکرتر کون ہوا اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انھوں نے سکرتر کس کو کیا میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا۔ اور گورنر جنرل کا میر منشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کرکر لکھئے قمرالدین خاں کا حال ضرور میر منشی غلام غوث خاں کا حال پر ضرور بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا

جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھسا کند ذہن اچھی طرح اسکو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں۔

(۹۴)

بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک سعید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا چار گھڑی دن رہے نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام بیت

سات جلدون کا پارسل پہونچا   واہ کیا خوب برمحل پہونچا

آدمی کو موافق اس کی تمنا کے آرزو بر آنی بہت محال ہے میری آرزو ایسی بر آئی کہ برتر از وہم وخیال ہے بتاؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اسی قدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی دو کی لوحیں زریں اور پانچ کی لوحیں سیاہ قلم کی ہونگی واللہ اگر تصور میں بھی گزرتا ہو کہ کتابیں اس رنگ کی ہونگی جب تک جہان ہے تم جہاں میں رہو ائمہ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل ان چار کے بنجائے نہ یہ کہ وہ کتابوں کا سا رنگ دکھلائے اب میں حیران ہوں کہ آیا شمار ائمہ نے ان بارہ روپے میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا دو پارسلوں کا محصول دو رجسٹریوں کا محصول تین کتابوں کی لوحیں طلائی یہ ساری بات اس روپیہ میں کس طرح بن آئی اور کیونکر معلوم کروں کس سے پوچھوں خدا کیلئے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو حقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلف کا کام نہیں آتا زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں اور شرمسار ہوں کیا لکھوں مصرعہ

چارہ خاموشیست چیزیکہ از تحریر گذشت

(۹۵)

بندہ پرور۔ آپ کا خط کل پہونچا آج جواب لکھتا ہوں واد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تم کو غم واندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے پس اگر کسی بے لوث پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجایش ہے بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان در خور افزایش ہے بقول غالب علیہ الرحمۃ **بیت**

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو ۔ نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

ہے ہے حسن مطلع۔ یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے **مصرع**

ہوا تو دوست جس کا دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے ۱۲ اور اگر خدانخواستہ باشد غم دیتا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو ہم اس بوجھ کو مردانہ اٹھا رہے ہیں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم **شعر**

ولا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر — نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

سحر ہو گی خبر ہو گی اس زمین میں وہ شعر یعنی **شعر**

تمہارے واسطے دل سے مکاں کوئی نہیں اچھا — جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہو گی

کتنا خوب ہے اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدے کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپ جائے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آئے کیا کہئے بھلا کہئے یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی غالب۔ **اشعار**

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہئے — تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہئے

رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے — کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جبکہ کنارے پہ آ لگا غالب — خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

اور وہ جو فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فعلن یہ بحر ہے اس میں ایک میرا قطعہ ہے وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھکر مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجیے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ کہکر ان کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی ان سے لی اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں قطعہ

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے
اختر سوختہ قیس سے نسبت دیجے — خال مشکین رخ دلکش لیلی کہیے
حجر الاسود دیوار حرم کیجے فرض — نافہ آہوئے بیابان ختن کا کہیے
صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز — میکدے میں اسے خشت خم صہبا کہیے
مسی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھیے — سر پستان پریزاد سے مانا کہیے

غرضکہ بیس بائیس تشبیہیں ہیں اشعار سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے

بیت

اپنے حضرت کی کف دست کو دل کیجے فرض — اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

تو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا اب میرا درد دل سنو برخوردار منشی شیو نراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب

مطلب تھے تم اُن کو میری دعا کہنا اور کہیو کہ میاں میرا کلام بند ہے اس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھجوا دو اگر اس کے بھیجنے میں دیر ہو تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔

(۹۶)

خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کر کر بھیج دیا ہے میں نے منشی شیو نرائن کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اس میں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھ دیا کرو خط نقشے میں تمام ہو جایا کرے گا اور تمہارے خط کے آنے کا نام ہو جایا کریگا۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا مصرع

برات عاشقاں بر شاخ آہو

واقعی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔ صاحب ہوش میں آؤ اور مجھکو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دوکانوں میں فرنچ اور شامپین کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں کے اور جوہریوں کے گھر روپے اور جواہر سے بھرے ہوئے ہیں میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیونکر اٹھاؤں گا بس اب زیادہ باتیں نہ بنائیے اور وہ قصیدہ مجکو بھجوائیے میں نے کتابیں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہونچنے کی خبر پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے شعر

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے — **غزل**

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا — کہتے ہیں ہم تجھکو منہ دکھلائیں کیا
موج خوں سر سے گزر ہی کیوں نجائے — آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا
لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھیں لگاؤ — جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے — کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل ناتمام ہے — **غزل**

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارے میں نشاں اور — کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھینگے — لے آئینگے بازار سے جاکر دل وجاں اور
لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا — ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور
ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند — ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کماں اور
یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھینگے مری بات — دے اور دل ان کو جو نہ دے مجکو زباں اور
ہرچند سبک دست ہوئے بت شکنی میں — ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور
پاتے ہیں نہ جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے — رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے — جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے — کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے انگیٹھی رکھی ہوئی ہے آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں یہ اشعار یاد آگئے تم کو لکھ بھیجے والسلام

(۹۷)

بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا اصل خط تمہارا لفافہ میں لپیٹ

کو مرزا تفتہ کو بھیجدیا تاکہ حال انکو مفصل معلوم ہو جائے بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بہ تصدیق ائمۂ اطہار یہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے اور منصبہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچا دے واقعی کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے بات پیدا کی مگر اپنی مردی و مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر کوئی بات نہیں اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آیندہ تک چشم بدور صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مغل نے تمہارا ذکر مجھسے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُس کے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجکو دکھائے تھے اب ایک یہ زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی آجائے گا کہ ہم تم باہم بیٹھیں اور باتیں کریں قلم بیکار ہو جائے زبان برسر گفتار آئے۔ انشاء اللہ خاں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے تم نے بہت بڑھکر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے معانی نازک مطالب کا بیان دلنشین ہے زیادہ کیا لکھوں۔

(۹۸)

شعر

خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است   آید بزبان ہر چہ از دل برود

بندہ پرور فقیر شکوہ سے برا نہیں مانتا اگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے منہ نہ موڑے اور متعمداً دوسرے کے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجکو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے

اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ اُلٹے پھر آئے آپ شکوہ کاہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جاکر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں کل آپ کا مہربانی نامہ آیا آج میں نے اس کا جواب بھجوایا کہیئے اپنے دعوی میں صادق ہوں یا نہیں بس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں مرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں میں یہ بھی نہیں جانتا کہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج توکلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں دیکھوں کیا دیکھتا ہوں۔

(۹۹)

شتم

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب　　اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من ست

حلیہ مبارک نظر افروز ہوا جانتے ہو کہ مرزا یوسف علی خاں عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اس کا منشا کیا ہے کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے سنتا ہوں کہ وہ طرح دار آدمی ہیں اور بھائی تمہاری طرح داری کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس زمانہ میں کہ وہ نواب حامد علی خاں کی نوکر تھی اور اُنہیں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اس نے تمہارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجھکو دکھائے ہیں بہر حال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے کشیدہ قامت ہونے پر مجھکو رشک نہ آیا کس واسطے میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے اب جو کبھی مجھکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو

چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہاں مجھ کو رشک آیا اور میں نے خون جگر کھایا تو اس
بات پر کہ (داڑھی خوب گھنی ہوئی ہے) وہ مزے یاد آگئے کیا کہوں جی پر کیا گزری
بقول شیخ علی حزیں **شعر**

تا دسترسم بود زدم چاک گریباں ... شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب سے داڑھی مونچھ میں سفید بال آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں
پر نظر آنے لگے۔ اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسّی
بھی چھوڑ دی اور داڑھی بھی مگر یہ یاد رکھئے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی
ہے عام ملّا حافظ بساطی نیچہ بند دھوبی سقّہ بھٹیارا جولاہا کنجڑا منہ پر داڑھی
سر پر بال فقیر نے جس دن داڑھی رکھی اسی دن سر منڈایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
کیا بک رہا ہوں ۱۲ صاحب بندہ و مشفق جناب اشرف الامراء جارج فریڈرک ایڈمنسٹن
صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غربی شمالی کی نذر بھیجی تھی سو ان کا فارسی خط محررۂ دہم
مارچ مشتمل بر تحسین و آفریں و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آگیا پھر میں نے تہنیت
میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی
رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومۂ چہاردہم آگیا پھر ایک قصیدہ
فارسی مدح اور تہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب
کی خدمت میں بواسطۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل ان کا مہری خط بذریعہ
صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں اسباب تو قریب کے فراہم
ہوتے جاتے ہیں۔ ویسہ آید درست آید۔ اناج کھاتا ہی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت
دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو مل جاتی ہے **شعر**

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی۔ رہا سلام وہ اب پہنچا دینگے۔

(۱۰۰)

جناب مرزا صاحب آپ کا غم افزا نامہ پہنچا میں نے پڑھا یوسف علی خاں عزیز کو پڑھوا دیا انھوں نے جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا یعنی اسکی اطاعت اور تمہاری اس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا سنو صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہوئے لیلی اس کے سامنے مری تھی تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مری بلکہ تم اس سے بڑھکر ہوئے کہ لیلی اپنے گھر میں اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر میں مری بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں جس پر مرتے ہیں اسکو مار رکھتے ہیں میں بھی مغل بچہ ہوں عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے خدا ان دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے باآنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا اس فن سے بیگانہ محض ہو گیا لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں اس کا مرنا زندگی بھر نہ بھولوں گا جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامہ سازی عشق مجازی چھوڑ دو **بیت**

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی　　عشق محمد بس است و آل محمد

اللہ بس ماسوے ہوس

(۱۰۱)

مرزا صاحب ہم کو یہ باتیں پسند نہیں پینسٹھ برس کی عمر ہے پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی ہے ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی ہے کہ ہم کو زہد و ورع منظور نہیں ہم مانع فسق و فجور نہیں پیو کھاؤ مزے اڑاؤ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی نہ بنو۔ میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے کیسی اشک فشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی کا شکر بجالاؤ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی ایک قصر ملا اور ایک حور ملی اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیک بخت کے ساتھ زندگانی ہے اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجا منہ کو آتا ہے ہے ہے وہ حور اجیرن ہو جائیگی طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی وہی زمردین کاخ اور وہی طوبیٰ کی ایک شاخ چشم بد دور وہی ایک حور بھائی ہوش میں آؤ کہیں اور دل لگاؤ **بیت**

زن نو کن اے دوست در ہر بہار　　کہ تقویم پارینہ ناید بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند فکر ہمہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مع ان اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالہ کیا ۱۲ اکبری محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں پروردگار ان کو سلامت رکھے ۱۲ مولوی عبد الوہاب صاحب کو میرا سلام دم دے کے مجھسے فارسی عبارت میں خط

لکھوایا میں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائیں گے وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھائیں گے ان کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھکو رقم فرمائیں گے میں کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں مصرع ع یار در خانہ و ما گرد جہاں میگردیم۔

اب مجھے ان سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھکو خط لکھیں اور لکھنؤ نہ جانے کا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ اس خط میں درج کریں۔

(۱۰۲)

صاحب میرے عہدۂ وکالت مبارک ہو موکلوں سے کام لیا کیجیے پریوں کو تسخیر کیا کیجیے مثنوی پہنچی جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں کیا خوب بول چال ہے انداز اچھا بیان اچھا اور وغیرہ صاحب جلشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کہاں تک سچ رہا ہے ع

بیگم صاحب کا سسوڑے میں پھنسایا — چپٹا بیگم نے بے حرمت کرایا

اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ بنا دیا ۱۲ میاں بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں پہونچے گی مگر ہاں اس راہ سے مصرع ع کہ مستحق کرامت گناہگارانند بخشش کا متوقع ہوں میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے اور مضمون اس کا کیا ہے مرزا یوسف علی خاں آٹھ آٹھ دس دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں ایک ہندو امیر کے گھر پر مکتب کا طور کر لیا ہے میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے اس میں رہتے ہیں اگر ان کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتا لکھ دینا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میرے خط کے سرنامہ پہ محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار

عزیز کے نواح میں میرے مکان کے قریب کا پتا ضرور ہے دو روز سے شجاع مہر کو دیکھ رہے ہیں اکثر تمہارا ذکر خیر رہتا ہے وہ نواب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں رات کو تو پہر ڈیڑھ پہر گھڑی کی نشست روز رہتی ہے ابھی یہیں سے اٹھکر مکتب کو گئے ہیں تمکو سلام کہتے ہیں اور شجاع مہر کے مداح اور بیان مجتبا بش کے مشتاق ہیں۔

۱۰۳ نواب انوار الدولہ بہادر شفق کے نام

شعر

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۱۲ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں عطوفت نامہ پہونچا ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا ڈاک کا وقت نہ رہا خط کو معنون کر رکھتا ہوں کل سہ شنبہ ۱۳ فروری کو ڈاک میں بھیجوا دونگا سال گذشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا ۱۲-۱۳ مہینے صاحب فراش رہا اٹھنا دشوار تھا چلنا پھرنا کیسا نہ تپ نہ کھانسی نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا عرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک پارہ پھوڑے ہر پھوڑا ایک زخم اور ہر زخم ایک غار ہر روز بے مبالغہ ۱۲-۱۳ پھائے اور پاؤ بھر مرہم درکار نو مہینے بے خورد و خواب رہا ہوں اور شب و روز بیتاب راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اٹھی جاگ اٹھا تڑپا کیا پھر سو گیا پھر ہوشیار

ہوگیا سال بھر میں تین حصّے دن یوں گزرے پھر تخفیف ہونے لگی دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہوگیا نئے سر سے روح قالب میں آئی اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتوان اور سست ہوں حواس کھو بیٹھا حافظہ کو رو بیٹھا اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار اٹھے آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا عزیز ناشناسا میری خبر نہ لی میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور مثلاً میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ در صورت مرگ نیم مردہ اور بحالت حیات نیم زندہ ہوں

شعر

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن　　　اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیجیے تو ان کو خوشی اور مجھکو ممنون کیجیے گا۔

۱۰۴۔ خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا اور کیونکر جیتا ہے پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند اور میں سادہ دل فتوح جدید کا آرزومند اس پنشن کا اجرا والیٔ پنجاب کے حکام پر مدار ہے سو ان کا یہ شیوہ وہ یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب نہ مہربانی کرتے ہیں نہ عتاب خیر اس سے قطع نظر کی اب سنیے اودھر کی سنہ ۱۸۵۶ء سے بموجب تحریر وزیر سلطنت شاہی کا امیدوار ہوں تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں اگر گنہگار رہوں گنہگار ٹھہرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا اس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں پیشگاہ گورنمنٹ

کلکتہ میں کوئی کاغذ بھجوایا ہے نقل چیف سکرٹر بہادر اس کا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ اس کے قبول کی اطلاع نہ اس کے ارسال سے آگاہی ہے جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نہ فرمائی ان کی بھی کوئی تحریر مجھکو نہ آئی یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں مختلف کہتے ہیں کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے یہ کوئی نہیں کہتا کہ ان کی جگہ کون سے صاحب عالیشان سکرٹر ہوئے مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ گورنمنٹ گورنری کی سکرٹری کا کام کس کو دے گئے آپ کا حال کوئی نہیں کہتا کہ آپ کہاں ہیں ہاں از روے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اسی منصب اور اسی دفتر میں شاد و شادماں ہیں جو اب لفٹنٹ کے سکرٹر ہوے ہوں گے ان سے علاقہ رہتا ہوگا میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملتا ہوتا ہوگا لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمے الہ آباد آگئے یا آئیں گے بہرحال آپ کیوں آگرہ کو جائینگے نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی بھی خبر میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو گئے کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقت واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تا کہ تسلّی خاطر اور تسکین دل ہو اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجئے گا تو گویا مجھکو مول لے لیجئے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

(۱۵۵)

پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے صاف صفائے ضمیر و کشف غیب کی علامت

سبب مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامنگیر اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج یوں کر
لکھا جاتا۔ سبحان اللہ جس دن یہاں مجھکو وہ مطلب خطیر درپیش آیا ہے اسی دن آپ نے
وہاں خط لکھنے کو قلم اٹھایا ہے آپ کو عارف کامل کیونکر نہ کہوں اور کیا کہوں ولی اگر نہ
کہوں مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچے تو پایئگا کہ وہ راز سربستہ
آپ پر کھل جائے گا۔ یعنی یکشنبہ ۲۸ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستنبو
کا ایک مجلد اور ایک میں تین معًا بسبیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں خطوں کا چوتھے پانچویں
دن اور پارسلوں کا چھٹویں ساتویں دن پہنچنا خیال کر رہا ہوں پارسلوں کے عنوان پر
خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامے پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی
ہے تین کتاب والی پارسل اور ایک خط بہ جناب چیف سکرٹر بہادر اول کا نام نامی ہے
اور ایک کتاب والی پارسل اور ایک خط بہ جناب چیف سکرٹر بہادر دوم کا اسم سامی
ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں
ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں
جواب امر آخری دفتر میں اس کا پتا آج تک نہیں یارب کارپردازان ڈاک ڈاکو نہ بنجائیں
اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہنچائیں صرف عنایت کی گنجائش
تو آپ جب پائینگے کہ وہ خط اور پارسل پہونچ جائینگے ابھی تو آپ سے مجکو ان کے نہ پہنچنے
کا سوال ہے کس واسطے کہ جب تک آپ اطلاع نہ دینگے ان کے نہ پہونچنے کی بھی خبر مجھ
تک پہنچنی محال ہے بہرحال یہ نیازنامہ جس دن پہنچے اس کے دوسرے دن جواب لکھئے
جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھئے آپ کے عنایت نامہ میں کوئی امر
ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے تو بار رکھا رہ گیا

سو یہ خط جو آئے تھا اور ہمارو کو بھیج دیا جاتا ہے تھا جناب منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی الطاف حسین صاحب بھی اور آپ بھی اگر رنجیدہ نہ ہو تو ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچا دیجئے نہ تو قصد ہو بعد عمر ہم تم سلامت رہو قیامت تک ۱۲

(۱۵۴)

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو پارہ ابر گزشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اس کی خبر پا کر محبت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معاً اس پارسل اور اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اسی پارسل پہ ہے کس واسطے کہ اس خط میں حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہوں گے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانوں گا جب تک کہ حضرت اس سر رشتہ سے معلوم کر کر نہ لکھیں گے اب آپ جانئے اور یہ دل سودا زدہ میں اسکی سپارش کرنے والا اور اس کے مدعا کا گزارش کرنے والا کو یہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں میری جگر کاوی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں پیشگاہ حکام سے موافق دستور قدیم کے خلعت کا امیدوار ہوں یا نہیں اپنے حسن طلب کا شکر گزار ہوں یا نہیں اس خط کا جواب جتنا جلد ہو بہت بہتر ہے گا مجکو بلا لیجئے گا اور ہمارو کو خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا ۱۲

(۱۵۵)

قبلہ حاجات عطوفت نامہ کے آنے سے آپ کا بھی شکر گزار ہوا اور اپنے بخت

اور قسمت کو بھی آفرین کہی اور ڈاک کے کارپردازوں کا بھی احسان مانا بارے
دونوں پارسل اور دونوں لفافے پہونچ گئے۔ شعر

تا نہال دوستی کے بر دہد — حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

یہ کتاب جو مرسل الیہ کے مطالعہ میں ہے پھر بہ نسبت اس دوسری کتاب کے
قسمت کی اچھی ہے۔ یعنی خود ملاحظہ فرما رہے ہیں اور اگر کہیں کچھ پوچھنا ہوگا تو
یقینا کہ آپ سے پوچھیں گے دوسری کتاب دیکھئے مجھکو کیا دکھائے جن کو اس کے
دیکھنے کا حکم ہوا ہے وہ اہل علم و فضل میں سے ہیں لیکن یہ طرز تحریر یہ میں نہیں کہتا
کہ نادر ہے مگر بیگانہ و ناآشنا ہے خدا کرے وہ جو اس کے سر پر مامور ہیں ان اوراق
کو بمشورت آپ کے دیکھا کریں اور کہیں کہیں آپ سے پوچھ لیا کریں کیونکر لکھوں
نہیں لکھ سکتا تم سب کچھ جانتے ہو جہاں گنجائش پاؤگے جیسا مناسب جانوگے
جو کر سکوگے وہ کروگے تو بارد کو خط بکمال احتیاط روانہ ہوگیا خاطر اقدس جمع رہے
جواب طلب زیادہ حد ادب ۱۲-

(۱۵۸)

جناب عالی آج دوشنبہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء کی ہے پہر دن چڑھا ہوگا ابر گھر
رہا ہے ترشح ہو رہا ہے ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے

شعر

افتادہ ام از زیر گردوں بیرون — خالیست جام من از مے تہی

غم زدہ و درد مند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا سرنامہ کو دیکھکر اس
راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہے بہت خوش ہوا خط کو پڑھکر اس روپئے کے حصول

مدعا کے ذکر کے جاوے نہ تھا افسردگی حاصل ہوئی **شعر**

ما خانہ رمیدگان تسلیم　　پیغام خوش از دیار ما نیست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا پہلے تو یہ سنئے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا مگر وہ دو بار مجکو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں جواب الجواب کا منتظر ہوں ۱۲ آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ باُمید مرگ جیتا ہوں اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گذر جائے گی جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئے گی کہ یہ کیا بکتا ہے مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے چاہئے الہام سمجھے چاہئے وہم سمجھئے بیس تیس برس سے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے **قطعہ**

من کہ باشم کہ جاوداں باشم　　چون نظیری نماند و طالب مرد
ور بگویند در کدامیں سال　　مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو چہتر ہیں اور غالب مرد کے بارہ سو ستتر ہیں اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہونچنی ہو پہونچ لے ورنہ پھر ہم کہاں ۱۲

(۱۵۹)

قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشندلی اور دوربینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۲۰ جنوری کو کیئے ان کے جواب تم نے ۲۷ کو لکھکر بھیجدیئے کیونکر نہ کہوں کہ روشن ضمیر ہو اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو خلاصہ تقریر یہ کہ تیسویں کو آخر

روز میں نے خط ڈاک میں بھجوایا اور اکتیسویں کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب ایڈمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا یہ دل میں پیچ و تاب باقی ہے کتاب کے باب میں جو کچھ لکھا ہے واقعی کہ یہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اس کو مفید مطلب عرض کروں لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرٹر بہادر سابق اور لفٹننٹ گورنر بہادر حال، دو مجلد پیش کی ہیں ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جائے اور یہ مجلد حضور شاہنشاہی میں بھجوائی جائے اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے دو نسخے جوان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے ان میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹننٹ گورنر ہوئے رد و قبول و نفرین و آفرین کچھ بھی قیاس اچھا ہو سو کروں یقین کچھ بھی نہیں ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجھ کو آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلہ و جائزہ کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الن برا سائل نے بھجوایا ہے خطاب و خلعت و پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو بتوسط گورنمنٹ اس کی اطلاع دینی ضرور ہے یہ حکم مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں میں نے پایا فروری مارچ اپریل مئی خوشی اور توقع میں گزرے مئی ۱۸۵۷ء میں فلک نے یہ فتنہ اٹھایا اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمہ ولایت کو یاد ہی کرتا اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں

تحسین و آفرین سے گذرا نذر کے ولایت جانے کا یقین کیونکر حاصل ہو جہاں یہ تفرقہ
اور بے التفاتی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہوجی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر
اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عرضیہ جدا جدا لکھوں پھر
یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں فارسی لکھوں اور دونوں صورتوں میں کیا لکھوں
کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین تو ہے کہ دونوں معاً ایک وقت میں پہونچیں
دو تو جواب طلب نہیں اس کا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے ۱۲

(۱۱۰)

جناب عالی ایک شعر استاد کا مدت سے مجھ کو حافظ چلا آتا ہے شعر

ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر
روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا

میں نے از راہ تصرف اس شعر کی صورت بدل ڈالی شعر

ان دل فریبیوں سے نکلوں اس پہ پیار آئے
روٹھا جو بےگناہ تو بے عذر منگیا

تم اخوان الصفا میں سے ہو تمہاری آزردگی اوروں کی مہربانی سے خوشتر ہے
ہاں حضرت کہئے ممتاز علی خاں کی سعی بھی مشکور ہوگی وہ مجموعۂ اردو چھپا یا چھپا کئے
رہے گا احباب اس کے طالب ہیں بلکہ بعض نے طلب کو بسر حد تقاضا پہنچایا
ہے میرا حال سنئے لارڈ کیننگ صاحب نے بعد فتح دہلی میرا قصیدہ مجھکو واپس
بھیجدیا صاحب سکرٹر نے مجھ سے کہدیا کہ تم ایام غدر میں بادشاہ دہلی کے
مصاحب رہے اب گورنمنٹ کو تم سے راہ و رسم آمیزش منظور نہیں ناچار چپ ہو رہا
رہا ہوں لارڈ الجن صاحب بہادر کے دشت میں پھر موافق معمول تہنیہ
شہروں کے مقامات پر بھیج دیا خلاف اس کے بہ دستور قدیم پہنچے سکرٹر بہادر

کا خط آگیا وہی افشانی کاغذ وہی القاب وہی تحسین کلام وہی اظہار خوشنودی اب جو یہ امیر کبیر وشیرازئے قلمرو ہند ہوئے ہیں خدمت دیرینہ بجالایا ۱۴ فروری ۱۸۶۵ء حال کو قصیدہ مع عرضداشت ارسال کیا آج تک کہ ۷ مارچ کی ہے جواب نہیں پایا باوجود سوابق معرفت رسم قدیم کا عمل میں نہ آنا خاطر آشوب کیوں نہ ہو مصرع

بیدل نیم ہنوز بہ بینم چہ می شود

(۱۱۱)

پیر و مرشد کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر ہیں کلکتہ میں مولوی عبد الغفور خاں اُن کا نام اور نساخ ان کا تخلص ہے میری ان کی ملاقات نہیں انھوں نے اپنا دیوان چھاپے کا موسوم بہ دفتر بے مثال مجھکو بھیجا اس کی رسید میں یہ خط میں نے اُن کو لکھا چونکہ یہ خط مجموعہ منثر اردو کے لائق ہے آپ کے پاس ارسال کرتا ہوں اور ہاں حضرت وہ مجموعہ چھپے گا بالفتح یا چھپے گا بالضم چھپ چکا ہو تو حق التصنیف کی جتنی جلدیں منشی ممتاز علی خاں صاحب کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو بھیجئے والسلام۔

۱۱۲۔ مولوی عبد الغفور خاں نساخ کے نام

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ درویش گوشہ نشین جو موسوم باسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے کرمت حال کا شاکر اور آئندہ افزائش عنایت کا طالب ہے دفتر بے مثال کو عطیہ کبریٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھکر یاد آوری کا احسان مانتا پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے اس ہیچمیرز ہیچمدان

کو قابل خطاب و لایق عطاے کتاب بجا تایں دروغگو نہیں خوشامد میری جو نہیں
دیوان فیض عنوان اسم با مسمیٰ ہے دفتر بے مثال اسکا نام بجا ہے الفاظ متین معانی
بلند مضمون عمدہ بندش دل پسند ہم فقیر لوگ اعلانۂ کلمۃ الحق میں بیباک و گستاخ ہیں
شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ اُن
سے بڑھکر بصیغۂ مبالغہ بے مبالغہ نستاخ ہیں۔ تم دانائے رموز اردو زبان ہو سرمایہ
نازش قلمرو ہندوستان ہو خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی
کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی
کی ہے نظم و نثر فارسی کا عاشق اور مائل ہوں ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ
اصفہانی کا گھائل ہوں جہاں تک زور چل سکا فارسی زبان میں بہت کچھ بکا اب
نہ فارسی کی فکر نہ اردو کا ذکر نہ دنیا میں توقع نہ عقبیٰ کی امید میں ہوں اور اندوہ ناکامی
جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں شعر

چشم کشودہ اند بکردار ہاے من   زائیدہ ناامیدم و در رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا میں رہا اب اور کہاں تک رہونگا ایک اردو کا دیوان
ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا تین رسالہ
نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اب اور کیا کہوں گا مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد
نہ پائی ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ شعر

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی   دہن بر چہرۂ زخمی بود بہ شد

سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا طبیعت میں
وہ مزہ سر میں وہ سودا نہ رہا پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اس

سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں جو اس کا بھی بقیہ اس قدر ہے کہ معروض گفتار
میں مطابق سوال و جواب دیتا ہوں روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھئے وہاں کیا
پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر بخشا جاتا ہے حضرت سے یہ التماس
ہے کہ آپ جو ابدا کے بادی اور مجکو ارسال نامہ کی سبیل کے بادی ہوئے ہیں جب
تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد اور بعد میرے مرنے کے دعائے مغفرت
سے یاد فرماتے رہئے گا والسلام بالوف الاحترام

۱۱۳ ظہیر الدین کی طرف سے اُنکے چچا کے نام

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ دو جہاں کے حضور میں کورنش و تسلیم
پہونچاتا ہوں اور سو ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا
ہوں سبحان اللہ کیا توپ ہے جس کی آواز سے رعد کا دم بند اور رنجک کے رشک
سے بجلی کو رنج گولہ اسکا خدا کا قہر دہوان اس کا دریائے آتش کی لہر استغفر اللہ کیا
باتیں کرتا ہوں جھوٹ سے ونتر بھرتا ہوں کیسی رنجک کیسا دہوان کیسا گولہ
کیسا چھرہ کیسا گر اب یہ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اسکی آواز سے رستم
کا زہرہ آب ہو جائے بارود ہو تو رنجک اڑے آگ دکھائیں تو دھواں ہو گولہ چھرہ
کچھ اس میں بھریں تو ظاہر ہیں کہیں نشان نہو صرف آواز پر مدار ہے نہی ہتھیار اور
تیار کار و بار ہے ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کے شکست کی صدا
سنائے دشمن سنے تو ہیبت سے اس کا کلیجا پھٹ جائے آواز کا صدمہ اگرچہ
صدائے صور سے دونا ہے مگر یہیں یہی کہتے بن آتی ہے کہ صور کا نمونہ ہے کیا خدا کی

قدرت ہے دیکھو تو یہ کیسی قدرت ہے توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ اوپر آئے وہ ڈھے جائے دانا آدمی زنجیری گولہ اس کو کہتا ہے کہ توپ میں سے نکلکر پھر وہیں الجھ رہتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی ہے اور تمہارے ہاتھ کہاں سے آئی ہے جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں ہر جگہ اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالی شانہ آپ کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے۔

(۱۱۱)

بندہ پرور اگر ایک بندۂ قدیم کہ عمر بھر فرمان پذیر رہا ہو بڑھاپے میں ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہیں ہوتا مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میرے لکھے ہوئے دیباچہ پر موقوف ہے تو اس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح نہیں چاہتا بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہوں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **بیت**

رسم ست کہ مالکانِ تحریر — آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اسی کردہ یعنی مالکانِ تحریر میں سے ہیں پھر اس شعر پر عمل کیوں نہیں کرتے حضرت وہ شعر بنگالی زبان کا لو ۱۸۶۹ء میں ضیافت طبع احباب کے واسطے کلکتہ سے ارمغان لایا ہوں صحیح یوں ہے **شعر**

تم کہے تھے رات میں آئینگے سو آئے نہیں — قبلہ بندہ رات بھر اس غم سے کچھ کھاتے نہیں

والسلام بالوف الاحترام۔

(۱۱۲)

قبلہ میرا ایک شعر ہے **شعر**

خود پیش خود کفیل گرفتاری من ست   ہر دم بپرسشِ دلِ مایوس می‌رسد

یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہان قاطع
کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اس کا آپ کو
بھی بھیجدیا ہے آپ اس کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں اگرچہ باور نہیں آیا
لیکن عجب آیا ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں باوجود فضیلت علم عربی فارسی
دانی میں ان کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے
کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے مسمی بہ محرق قاطع برہان انہوں نے اسکی
توہین اور سوو کی تفضیح میں دو جزو کا ایک مختصر نسخہ لکھا ہے اور ایک طالب علم مسمی
بہ عبدالکریم نے سعادت علی مولف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر
اس نے بغنوائے علمائے شہر مرتب کیا ہے ایک میرے دوست نے بصرف زر
اسکو چھپوایا ہے ایک نسخہ اس کا آج اسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل ارسال
کیا ہے اس شہر میں ایک میلہ ہوتا ہے پھول والوں کا میلہ کہلاتا ہے بھادوں کے
مہینے میں ہوا کرتا ہے امرائے شہر سے لے کر اہل حرفہ تک قطب صاحب جاتے ہیں
دو تین ہفتہ تک وہیں رہتے ہیں مسلمین و ہنود دونوں فریقین۰ (دروازہ کانیں بند
پڑی رہتی ہیں بھائی ضیاء الدین خاں اور شہاب الدین خاں۰ بچارے دونوں
لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب دیوان خانے میں ایک میں ہوں اور ایک
داروغہ اور ایک بچہ خدمتگار بھائی صاحب جب وہاں سے آئیں گے تو مکرر
آپ کو خط لکھیں گے بڑے پہاڑ سے اترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے عدم تحریر
کی وجہ یہ ہے

(۱۱۶)

میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا پیرومرشد
خفا نہیں ہوا کرتے یوں سمجھنا مجھے یاد رہ آیا یہاں تک تو میں مورد عتاب نہیں
ہو سکتا جھگڑا استعجاب پر ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ
میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور قاطع برہان کا جواب
لکھ رہے ہیں اولیا کا یہ حال ہے وائے بر حال ما ہم اشقیا کے یہ حکایت ہے شکایت
نہیں ہے میں دنیا داری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد نہ شیاد
کیا دستر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہوں ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہوں گے
زمرہ خواص میں سے عوام کا شمار نہیں وہ مخلص صادق الولاء یکے ایک مولوی
سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ العلی العظیم لیکن وہ مرحوم
حسن صورت نہیں رکھتا تھا اور خلوص اخلاص اس کا خاص میرے ساتھ تھا
اللہ اللہ دوسرا دوست خیر خواہ خلق حسن و جمال چشم بد دور بکمال مہر و وفا صدق و صفا
نور علیٰ نور میں آدمی نہیں ہوں آدم شناس ہوں شعر

نظم نقد ہمی بود بہ نہاد خسانۂ دل — مژدہ باد اہل دیار کہ بمیدان رفتم

غایت نسیان و محبت جس کے ملنے کا تم کو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے
اس قدر تمکین کرتا ہوں کہ چند آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا ایک کو
تو میں رو لیا اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا دعائیں مانگتا ہوں کہ خدا اس کا
داغ نہ مجھے دکھائیو اس کے سامنے مرزا میاں تمہارا عاشق صادق ہوں بھائی
ابھی قطب سے نہیں آئے درفش ہزیان کی دو مجلد اور کچھ جدول لگا ۱۲

(۱۷)

قبلہ میں نہیں جانتا ہوں کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کون سی کوئی گرد آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات ہوئی تھی جب وہ دلّی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اترے تھے شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے چہ جائے آں کہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اس دن تک کہ حضرت دکن بدوا ہو ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا اور میرے اس قول کے اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپ کے ہم نشین و ہمدم تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند ولائے روحانی متحقق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں اگر خدا نخواستہ مجھ میں ان میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین اللاتین کی طرف متوجہ ہوتے اب سنیے حال منشی حبیب اللہ ذکا میں نے ان کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدر آباد سے آیا اس میں دو غزلیں خط کا مضمون یہ کہ میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجیے اس امر کے وہ بادی نہیں بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی و ہندی بھیجتے رہتے ہیں میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب میری حک و اصلاح کو مانتے ہیں کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے عادات و عندیات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں آمدم بر سر مدعا منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا بعد وارد ہونے

مولوی صاحب سے ایک غزل ان کی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبرآبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجی اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبرآباد کے نہیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی اس میں سے توہین کے معنی مستنبط ہوں تو ہیں ان کا مستحسن سہی اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا ۱۲

(۱۱۸)

تبدکل خط آیا آج جواب لکھتا ہوں پہلے آپ کا ایک فقرہ لکھ کر اتنا ہنسوں کہ پیٹ میں بل پڑجائیں اور آنکھ سے آنسو نکل آئیں فقرہ بڑھاپے میں کیا جانیئے کہاں کی حرارت مزاج میں آگئی ہے فقط کیوں صاحب تم نے بڈھوں میں اپنا نام لکھوایا تو مجھکو لازم ہے کہ میں آپ کو اموات میں گنوں تمہاری عمر میرے نزدیک پچاس سے متجاوز نہ ہوگی اگر تجاوز کیا ہوگا تو دو تین برس سے وہ تجاوز زیادہ نہ ہوگا بھائی ضیاءالدین خاں اور تم ہم عمر ہو وہ کچھ کم پچاس تم کچھ اوپر پچاس ابھی تم دونوں صاحبوں کو ایک سو بیس برس میں سے ستر برس یا کچھ کم ستر برس باقی ہیں ۱۲ بنا بہ آب رسیدن لازمی اور بنا بہ آب رساندن متعدی باجماع جمہور اضداد میں سے ہے ہم بمعنی استحکام و ہم بمعنی انہدام درصورت استحکام نیو کا گہرا کھودنا ملحوظ ہے اور درصورت انہدام لطمۂ امواج سیلاب مدنظر ہے آپ کے لکھے ہوئے دونوں شعر مقید معنی خرابی ہیں صائب مصرعہ

بنائے عمر مسیح و خضر بآب رسید

یعنی ویران ہوگئی ڈھے گئی حالانکہ یقیناً وہ جاودانی تھی مصرعہ

ہنوز تشنۂ خونست تیغ مژگانش

باآنکہ تیغ مژہ نے دو زندہ جاوید کو مارا مگر اب تک تشنۂ خون ہے۔ تشنہ بمعنی مشتاق اور خون بمعنی قتل اور بجائے عمر بآب رسیدن استعارۂ ہلاک شعر

ہزار میکدہ را محتسب بآب رساند — بنائے صومعۂ زرق ہمچناں بر پاست

بنائے میکدہ غلط ہزار میکدہ صحیح ہے کلیم کے دیوان میں موجود یعنی محتسب نے ہزار میکدہ ڈھا دیے دریا برد کر دیے صومعۂ زرق دریا اب تک معمور اور موجود ہے یعنی استحکام نیست، خان عالی کہتا ہے۔ شعر

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا بآب — چوں حباب ایں خانہ بے بنیاد میدانیم ما

صائب کہتا ہے شعر

چگونہ شمع تجلی ز رشک نگدازد — رخ تو خانۂ آئینہ را بآب رساند

بنون موقوف ۱۲ غالب کہتا ہے کہ اساتذہ کے کلام کے مشاہدہ میں اگر توغل رہے تو ہزارہا بات نئی معلوم ہوتی ہے میں نے سات شعر امیر خسرو کی غزل پہ لکھ کر ایک مطرب کو دیے وہ مجلسوں میں گانے لگا اکبر آباد لکھنؤ تک مشہور ہوئے وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے مطلع

از جسم بجاں نقاب تا کے — ایں گنج دریں خراب تا کے

ایک صاحب آگرہ میں اور ایک صاحب لکھنؤ میں معترض ہوئے کہ گنج در خرابہ باید نہ در خراب ہر چند کہا کہ خرابہ مزید علیہ اور اصل لغت خراب عربی الاصل بمعنی ویران و ویرانہ ہے جس کی ہندی اوجڑ معترض مصر رہا صائب کے دیوان میں سے یہ مطلع نکلا

مطلع

بہ فکر دل نہ فتادی بہیچ باب دریغ　　　بگنج راہ نبردی درین خراب دریغ

۱۹- نواب مصطفیٰ خاں بہادر شیفتہ کے نام

جناب بھائی صاحب قبلہ یقین ہے کہ آپ مع الخیر اپنی دار الریاست میں پہنچ گئے ہوں اور بجمعیت خاطر روزہ رکھتے ہوں سوا پان کے اور خیال مولوی الطاف حسین کے فراق کے سوا کوئی وجہ ملال نہ ہو خدا کرے تمکو یاد آجاوے کہ مفتی جی شگفتگی کو شگفت کا مزید علیہ مسلم نہیں جانتے تھے سکندر نامہ میں دیکھا۔ **بیت**

بسے در شگفتی نمودن طواف　　　عنانِ سخن را کشد در گزاف

صہبائی شفق صبح کو غلط اور اس کے رنگ کو مخصوص بشام جانتا تھا محمد سعید اشرف مازندرانی کے کلام میں نظر پڑا **مصرعہ** ہمچو صبح شفق آلودہ رخش سرخ و سفید اب جو فقیر کا یہ مطلع مشہور ہوا **شعر**

از جسم بجان نقاب تا کے　　　این گنج درین خراب تا کے

حضرات کو اس میں تامل ہے خرابہ کی جگہ خراب کو نہیں مانتے آیا یہ نہیں جانتے کہ لغت عربی اصل خراب اور خرابہ مزید علیہ ویران لغت فارسی اصل اور ویرانہ مزید علیہ موج لغت عربی اصل اور موجہ مزید علیہ ہے مزید علیہ جائز ہو در صورت اصلی ناجائز کیوں ہو ایک مصرعہ قدما میں سے کسی کا ہے مگر پیش مصرعہ مجھے یاد نہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کس کا ہے **مصرعہ** چوں مہر دیدہ کسے ہم چو جغد گنج در خراب

میں خود کہتا ہوں کہ اس گوشہ مانو اس راہ سے میں قائل کا نام نہیں بتا سکتا یہ

مطلع مرزا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کا اور اس کے دیوان میں موجود ہے شعر

بہ فکر دل نہ فتادی بہیچ باب دریغ — بگنج راہ نبردی درین خراب دریغ

گنج و خراب گنج و خرابہ گنج و ویران گنج و ویرانہ مستعمل اہل ایران ہے اس بات میں متردد ہونا محض عدم اعتنا ہے والسلام صبح سہ شنبہ دہم ماہ صیام سال نا فرسپے اہل اسلام ۱۲۔

(۱۴۰)

قبلہ آج تیسرا دن ہے کہ میں بنا بہ آب رسیدن و بآب رسانیدن کی حقیقت باستناد اشعار اساتذہ لکھ کر بسبیل ڈاک بھیج چکا ہوں آج اس وقت بھائی ضیاء الدین خاں صاحب آئے اور اس امر خاص میں کلام کے بادی ہوئے میری تقریر سنکر کہنے لگے کہ آب در بنا رسیدن و آب در بنا رسانیدن کے باب میں متردد ہیں کہ آیا یہ ترکیب جائز ہے یا نہیں اب میں متنبہ ہوا کہ واقعی جو میں نے لکھا وہ سوال دیگر جواب دیگر تھا ستر برس کا پیر خرفت حواس معرض تلف اگرچہ سوال کو غلط سمجھا لیکن جواب غلط نہیں لکھا رسیدن بنا بآب ہم بمعنی استحکام بنا و ہم بمعنی انہدام بنا درست فقط اب آب در بنا رسیدن و رسانیدن کی کیفیت سنئے فقیر نے اساتذہ کے کلام میں کہیں یہ ترکیب نہیں دیکھی پس میں اس کی صحت اور غلطی میں کلام نہیں کر سکتا جانب غلطی میرے نزدیک راجح ہے آپ جب تک کلام اہل زبان میں نہ دیکھ لیں اس کو جائز نہ جانئے گا مگر کلام سعدی و نظامی و حزیں اور ان کے امثال و نظائر کا معتمد علیہ ہے نہ آرزو اور واقف اور قتیل بغیرہم کا میرا ایک مطلع ہے شعر

از جسم چکان نقش آب تا کے — این گنج درین خراب تا کے

ایک گروہ معارض ہوا کہ گنج کو خرابہ کہو نہ خراب میں متحیر کہ یارب کس سے کہوں خرابہ مزید علیہ خراب ہے مثل ویران و ویرانہ و موج و موجہ الحاق ہائے ہوز سے لغت دوسرا نہیں پیدا ہوا بارے صائب کے دیوان میں ایک مطلع نظر آیا **بیت**

بہ فکر دل نہ فتادی بہیچ باب دریغ ۔۔۔ بگنج راہ نبردی دریں خراب دریغ

یہ مطلع لکھ کر معترض صاحبوں کو بھیج دیا کہ غالب کو درد سر دیجیے جو پوچھنا ہو وہ صائب سے پوچھیے عارف علی شاہ خراسانی نے اسی مطلع پر **شعر**

از جسم بجان نقاب تا کے ۔۔۔ ایں گنج دریں خراب تا کے

تین اعتراض کیے تھے۔ پہلا نقاب کے ساتھ عارض و رخ کا ذکر بھی ضرور تھا وہ نہیں ہے دوسرا گنج تو ویرانے ہی میں ہوتا ہے پھر اس پر تاسف کیا جو کہتے ہیں تاکہ تیسرا ویرانہ کو خرابہ کہتے ہیں نہ خراب اور ان اعتراضوں کے بعد انھوں نے ان میں دخل کیا تھا **ع** از جسم بجان حجاب تا کے ۔ بر گل بر رخ آفتاب تا کے

خراب اور خرابہ کا جواب تو صاحب مطلع اوپر کے خطوں میں لکھ چکے یہ خط بقیہ اعتراضوں کے جواب اور دخل کے بیجا ہونے کے اظہار میں ہے۔

(۱۲۱)

قبلہ دیکھیے ہم عارف ہیں درود نامہ سے پہلے جواب نامہ لکھتے ہیں دن بھول گیا ہوں غالب ہے کہ آج تیسرا دن ہو صبح کو میں نے آپ مربنار سید ان کی بحث میں خلاصۂ تحقیق لکھ کر ارسال کیا ہے اسی دن شام کو خط آیا بقیہ جواب اب لکھتا ہوں نقاب اس شعر میں بمعنی حائل ہے حول کو وجہ و رخ کی خصوصیت نہیں دو چیزوں کے بیچ میں جو شے آجائے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جو چیز ایک چیز کی مانع نظارہ ہو وہ

نقاب ہے اس شئے نامرئی کی رخ کا رخ بمناسبت نقاب قدیر ہے اور یہ تقریر جائز اور بلیغ ہے حجاب کا یہاں اور یری یعنی بے محل اور ناملائم ہونا یا بشرط عقل سلیم و طبع لطیف ظاہر ہے گل خاک یا آب آمیختہ کو کہتے ہیں وہ رخ آفتاب تک کہاں پہنچے ہاں گرد و غبار میں آفتاب چھپ جاتا ہے اسکا استعمال از رو ئے مجاز جائز ہے گنج در ویرانہ تا گے یہ بہت لطیف بات ہے یعنی افسوس کیا جاتا ہے اس گنج کے بیکار رہنے کا گنج سے غرض یہ ہے تو نہیں کہ جنگل میں مدفون رہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ مدفن سے نکلے اور صرف ہو اور لوگ اس کے وجود سے تمتع پائیں یہاں ایک اور دقیقہ ہے کہ اس شعر میں گنج مشبہ بہ اور روح انسانی مشبہ ہے یہ سب جانتے ہیں کہ روح کا تعلق جسم سے جاودانی نہیں پس کیا قباحت ہے اگر ایک غمزدہ ستم زدہ قطع تعلق روح کا منتظر اور مشتاق ہو مثلاً ایک میعادی محبوس حسرت مندانہ کہے کہ الٰہی وہ دن کب آئے گا کہ میں قید سے نجات پاؤں کب تک سڑک کاٹوں کب تک رنج اٹھاؤں فاخر مکین ایک شاعر تھا شجاع الدولہ کے عہد میں اس نے سعدی و نظامی حزین کے اشعار کو اصلاحیں دی ہیں جب ایک ہندوستانی بے علم تنگ مایہ اساتذۂ نامی عجم کے کلام کو اصلاح دے اگر ایک عالم خراسانی نے ایک ہندی کے مطلع میں تصرف کیا تو کیا قباحت لازم آئی خدا کا شکر کہ مجھکو ستر برس کی عمر میں پچاس برس کی مشق کے بعد اوستاد میسر آیا ۱۲۔

۱۲۲- مرزا حاتم علی مہر کے نام

جناب مرزا صاحب ولی کا حال تو یہ ہے شعر

گھر میں تھا کیا جو ترا غم اسے غارت کرتا وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے
یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدیں نمط ہے
کہ چند گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا اہل قلم اور اہل فوج نے بانصاف رائے
ہمدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے ۱۲۔

ناسخ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے
مگر یک فنی تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے ان کو کچھ علاقہ نہ تھا
سبحان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشاء کو رشک آیا مثنوی کے اشعار
جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اٹھایا **بیت**

خدا سے میں بھی چاہوں از رہ مہر فروغ میرزا حاتم علی مہر

اگر اسی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کارنامہ اردو کہلائیگی خدا تم کو جیتا
رکھے تمہارا دم غنیمت ہے صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعراء میں تم
نے اپنا خط کیوں چھپوایا تمہارے ہاتھ کیا آیا سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو
تو امتیاز کیا ہے ۱۲۔

(۱۲۳)

جناب عالی کل میرے مشفق مکرم منشی نواب جان کلبۂ احزان میں تشریف
لائے آپ کا سلام کہا معلوم ہوا کہ خواجہ صدرالدین صاحب لشکر کے ساتھ گئے ہیں
اور آپ یہیں ہیں اس فصل میں کہ ابھی سے رات دن آگ برستی ہے اچھا ہوا
کہ زحمت سفر نہ کھینچی اجی حضرت یہ منشی ممتاز علی خاں کیا کر رہے ہیں رقعے جمع
کیے اور نہ چھپوائے فی الحال پنجاب احاطہ میں ان کی بڑی خواہش ہے جانتا ہوں

کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ ان سے کہیں مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہنچے ہیں وہ سب یا ان سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجھکو بھیج دیں جی یوں چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو مصرعہ

تم سلامت رہو قیامت تک

(۱۲۴)

حضور پہلے خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے اب رگ قلم کی خوننابہ فشانی دیکھو گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیۃ السیف تھے ان کو حکم دیا دربار عام سے سوائے میرے کوئی باقی نہ تھا یا چند مہاجن مجھکو حکم نہ پہنچا جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہو سکتا جب یہ سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی ہیں اپنی عادات قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی اظہار حسین خاں صاحب بہادر سے ملا چیف سکرتر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اسوقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط ان کے نام کا لکھ کر ان کو بھیجا مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص محض تہمت ہے امیدوار ہوں کہ اس کی تحقیقات فرمائی جائے تاکہ میری صفائی اور بے گناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب نہ ہوا اب ماہ گذشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے لٹ سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ

مقدمہ طے ہوا اور بار خلعت پر موقوف پنشن مسدود وجہ لامعلوم لاموجود الا اللہ د ا
ہو شرفی الوجود الا اللہ ۱۲ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رامپور کہ میرے
آشنائے قدیم ہیں اس سال یعنی ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے ناظم ان کو
تخلص دیا گیا بیس پچیس غزلیں اردو کی بھیجیں میں اصلاح دے کر بھیج دیتا گاہ گاہ
کچھ روپیہ ادھر سے آجاتا رہتا قلعہ کی تنخواہ جاری انگریزی پنشن کھلی ہوئی ان کی
عطا یا فتوح گنی جاتی تھی جب وہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار ان
کے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے اور میں عذر
کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا تو میں
آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا یہاں آپ کا خط محررہ
۸ مارچ پایا استفتا کا جواب بھیجا جاتا ہے ۱۲

(۱۲۵)

بیت

پایان شب سیہ سپید است — در نومیدی بسے امید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روئداد لکھتا ہوں
قبلہ ۱۸۶۰ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا صاحب کمشنر بہادر
دہلی اہالی دہلی کو ساتھ لے گئے میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں جب لشکر
میرٹھ سے دلی آیا میں موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا میر منشی
صاحب سے ملا ان کے خیمے میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرتر بہادر
کے پاس بھیجا جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے

تھے اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں میں گردانے مبرم اس حکم پر ممنوع نہ ہوا
جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجدیا مع اس
حکم کے واپس آیا کہ اب یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوس مطلق
ہوکر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا واقع اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۲ء
میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلّی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب
کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے میں تو بیگانہ محض اور مطرود
حکام تھا جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا دربار ہوا ہر ایک کامگار رہا شنبہ ۸ فروری
کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا اپنے نام کا ٹکٹ صاحب
سکرٹر بہادر پاس بھیجا بلا لیا مہربان پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا
کی وہ بھی حاصل ہوئی وہ حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور
میں بھی نہ تھیں جملہ معترضہ میر منشی (لفٹنٹ گورنر) سے سابقہ معرفت نہ تھا وہ بطریق
حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا جب حکام بجز استدعا مجھ سے بے
تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میر منشی کی طرف سے اخلاق حسن باعث حکام ہوگا
وللرحمٰن الطاف خفیہ بقیہ روئداد یہ ہے کہ دوشنبہ مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری
ہوا آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خاں بہادر کے پاس
گیا اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے تحیرانہ
میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر حضرت نے کہا کہ حاکم عمال نے ولایت سے آکر تمہارے
علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسداللہ
کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر

کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن ادہر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ شعر

کار ساز ما بہ فکر کار ما   فکر ما در کار ما آزار ما

سہ شنبہ ۳- مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھکو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے یہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے انبالے جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا کہ حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا میں نہال ہو گیا اب انبالے کہاں جاؤں جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا شعر

کار دنیا کسے تمام نکرد   ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(۱۲۶)

حضرت پیر و مرشد اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ منشی ممتاز علی خاں صاحب سے میری ملاقات ہے اور وہ میرے دوست ہیں یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ میں صاحب فراش ہوں اٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہوں اس حال میں دیباچہ کیا لکھوں یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا اشعار ان کے آئے اصلاح دیدی منشاء اصلاح جابجا حاشیہ پر لکھدیا کل جو عنایت نامہ آیا اس میں بھی دیباچہ کا اشارہ اور تفتہ کے خطوط کا حکم مندرج پایا ناچار تحریر سابق کا اعادہ کر کے حکم بجالایا ناظرین قاطع برہان پر روشن ہو گا کہ نامراد اور بے مراد کا ذکر یعنی اس پر ہے کہ عبدالواسع ہانسوی بے مراد کو صحیح اور نامراد کو غلط لکھتا ہے میں لکھتا ہوں کہ نہیں دونوں صحیح لیکن بے مرادی کو کہتے ہیں اور

نامراد محتاج کو اب آپ کے نزدیک اگر ان دونوں کا محل استعمال ایک ہی ہو تو میرا مدعائے اصلی یعنی نامراد کی ترکیب کا غنی الرغم عبد الواسع کے صحیح ہونا فوت نہیں شعر میرزا صاحب

شعر

نامرادی زندگی بر خویش آسان کردن است ترک جمعیت دل خود را بسامان کردن است

یہاں نامرادی بے مرادی کے معنی پر ہو نہ کہ دے گی اغنیا خواہ اہل توکل خواہ اہل تمول متمولین پر کبھی کام آسان نہیں ہوتا بلکہ مفلسوں سے زیادہ ان پر مشکلیں رہیں اہل توکل ان کی صفتیں اور ہیں وہ اہل اللہ ہیں مقربان بارگاہ کبریا ہیں دنیا پر پشت پا مارے ہوئے ہیں کام ان پر کب مشکل تھا کہ انھوں نے اس کو آسان کر دیا نامراد صیغۂ مفرد ہے مساکین کا اضافت مساکین کی شرح ضرور نہیں تنگی کشتی و بے نوائی تہیدستی و گدائی یہ اوصاف ہیں مساکین کے ان صفات میں ہے ایک صفت جب میں پائی جائے وہ مسکین وہ نامراد البتہ مساکین پر نہ ایک کام بلکہ سب کام آسان ہیں نہ پاس ناموس و عزت نہ حب جاہ و مکنت نہ کسی کے مدعی نہ کسی کے مدعا علیہ دن رات میں دو بار روٹی ملی بہت خوش ایک بار ملی بہر حال خوش خدا کے واسطے مولانا صاحب کے شعر میں سے نامراد بھی کسے کہ ہیچ مراد نداشتہ باشد کیونکر ثابت ہوتا ہے مساکین کی زندگی جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں آسان گذرتی ہے یا اغنیا کی رہا مولوی معنوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر

بیت

عاقلان از بے مرادیہائے خویش باخبر گشتند از مولائے خویش

میں نے مثنوی کے ایک نسخہ میں عاقلان کی جگہ عاشقان دیکھا ہے بہر صورت معنی یہ ہیں کہ عشاق یا عقلا بعد ریاضت شاقہ ماسوی اللہ سے اعراض کر کے بے مراد

اور بے مدعا ہو گئے یہ پایۂ تسلیم و رضا ہے البتہ اس رتبہ کے آدمی کو خدا سے لگاؤ پیدا ہوگا **مصرعہ** با خبر گشتن از مولائے خویش

یہاں بھی بے مرادی سے نامرادی کے معنی نہیں لئے جاتے مگر ہاں **مصرعہ**

بے مرادی مو مناں از نیک و بد

دوسرا مصرعہ **مصرعہ** در بکلی بے مرادت داشتی

ان دونوں مصرعوں میں نامراد اور بے مرادی کے معنی میں خلط واقع ہو گیا ہے بے خبر بے مراد اور نامراد ۔ ۔ ۔ ۔ ایک سہی ہر چند دوسرے مصرع مولوی میں بے مراد کے معنی بے حاجت کے درست ہوتے ہیں مگر **مصرعہ**

من کہ رندم شیوۂ من نیست بحث

زیادہ تکرار کیوں کروں معہذا مصرعہ اول کی کچھ توجیہ بھی نہیں کر سکتا نامراد کی ترکیب کی صحت علی الرغم عبد الواسع ثابت ہو گئی فثبت المدعا کمال یہ کہ مانند ناچار و بیچارہ اور ناانصاف اور بے انصاف کے نامراد اور بے مراد کا بھی مورد استعمال مشترک رہا والسلام ۱۲۔

(۱۴۷)

پیر و مرشد سہل ممتنع میں کسرۂ لام توصیفی ہے سہل موصوف اور ممتنع صفت اگرچہ بسبب ضرورت وزن کسرۂ لام ممتنع ہو سکتا ہے لیکن مخل فصاحت ہے اور لام موقوف تو خود سراسر قباحت ہے سہل ممتنع اس نظم و نثر کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہو سکے بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہے اور بلاغت کی نہایت ہے ممتنع درحقیقت ممتنع النظیر ہے شیخ سعدی کے بیشتر

فقرے اس صفت پر مشتمل ہیں اور رشید وطواط وغیرہ شعراے سلف نظم میں اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتے ہیں خود ستائی ہوتی ہے سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر میں سہل ممتنع اکثر پائے گا۔ ؎

ہے سہل ممتنع یہ کلام ادق مرا ۔۔۔ برسوں پڑھے تو یاد نہووے سبق مرا

یہ مصرعہ حیرت آور ہے کلام ادق سہل ممتنع کے منافی ہے پھر یاد نہ ہونا اور حافظہ میں نہ چڑھ جانا ہرگز سہل ممتنع کی صفت نہیں ہو سکتی کلام ادق جس کا حفظ دشوار ہو شاید کوئی قسم اقسام کلام میں سے ہو ہاں کلام ادق کلام مغلق کو کہتے ہیں سو کلام مغلق اور کلام سہل ممتنع ضد یکدیگر ہے مغلق اور ادق سہل ممتنع اور سہل ممتنع مغلق اور ادق کیونکر ہو سکے گا اور حافظہ میں محفوظ رہنا کلام مغلق اور ادق کی صفت کیونکر بیٹھے گی ہاں مغلق عسیر الفہم ہوتا پڑھا نہ جائے گا معنی سمجھ میں نہ آئیں گے سہل ممتنع کی صفت وہ تھی جو فقیر اوپر لکھ آیا اس شعر سے مجھکو کچھ علاقہ نہیں ختم آب در بنا رسیدنا یعنی خراب بنیاد قیاسی ہے اساتذہ کے کلام میں میں نے نہیں دیکھا اگر آیا ہو تو درست ہے ہاں آب رسانیدن بنا کہ لفظا ہر آب در بنا رسیدن کا متعدی منہ ہے لغۃ کے کلام میں پایا ہے لیکن اضداد میں سے ہے ہم معنی ویرانی بنا مستعمل بالمعنیہ معنی استحکام بنا اگر اس کا لازمی ڈھونڈیے تو رسیدن بنا بآب ہے نہ رسیدن آب در بنا جیسا کہ نعمت خان عالی کہتا ہے ؎

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا بآب ۔۔۔ چوں حباب ایں خانہ بے بنیاد میدانیم ما

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسیدن بنا تا بآب موجب استحکام ہے اور شاعر باوجود دلیل استحکام بنا کو نا استوار چاہتا ہے صاحب کہتا ہے **بیت**

چگونہ شمع تجلی زرشک نگدارد   رخ نو خانہ آئینہ را بآب رساند

حاجی محمد جان قدسی بیت

بگوش عطائیش رساند این خطاب   کہ بنیاد دکان را رساند بآب

یہ دونوں شعر مفید معنی ویرانی ہیں قصہ مختصر بآب رسیدن بنا خرابی خانہ و بآب رساندن متعدی آں ور رسیدن آب در بنا نامسموع میں ابھی بیمار ہوں اور بیمار کے واسطے انجام غسل صحت ہے یا غسل میت والسلام[۱۲]

۱۲۸- مردان علی خاں رعنا کے نام

خاں صاحب عالی شان مردان علی خاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو خدا تم کو سلامت رکھے بھائی جفا کے مونث ہونے میں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتھنی آیا اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد اور جفا مونث ہے بے شبہ و شک والسلام والاکرام ۱۲

(۱۲۹)

خاں صاحب مشفق عالی شان کو میرا سلام کل تمہارا عنایت نامہ پہونچا پہونچا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی نالہ در نالہ شعر رعنا

ترا ہے مرا نالۂ در چرخ کہن سے   تمھارا وح کا ہمدم دبھیرا جا کے وطن سے

نالۂ دل بنا دیا نواب صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں فارسی غزل تم نے

بے فائدہ لکھی دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا سو میں نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا منشی نولکشور صاحب یہاں آ گئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں تمہارے وہ مداح اور میں ان کا ثنا خوان خدا تم کو اور ان کو سلامت رکھے

۱۴۰۔ مرزا رحیم بیگ مصنف ساطع برہان کے نام

بخدمت مشفقی مکرمی مرزا رحیم بیگ صاحب نور اللہ قلبہ بالاسرار وعینہ بالانوار سخنے چند گفتہ میشود۔ **بیت**

نہ در منطق پارسی و دری ہمیں ہندی سادہ و سرسری

جس طرح توحید میں نفی ماسوی اللہ دستور ہے مجھکو تحریر میں حذف زوائد منظور ہے عزم مقابلہ نہیں مقصد مجادلہ نہیں سرتاسر دوستانہ حکایت ہے خاتمہ میں ایک شکایت ہے شکوہ دوستانہ منافی شیوہ ادب نہیں مقصد اظہار درد دل مراد ہے جو کوئی بات جواب طلب نہیں احسان مند ہوں آپ کا کہ آپ نے منشی سعادت علی کی طرح آدھا نام میرا نہ لکھا اُن کے حسن ظن کے مطابق مجھکو معشوق میرے استاد کا نہ لکھا اور اگر ایک جگہ یہ الفاظ کہ بقول غالب (با کدام خرس درجوال شدہ ام۔ بہم کیئے یا اور دو چار جگہ کلمہ توہین رقم کیئے ہیں تو میں نے اپنے لطف طبع اور حسن عقیدت سے پہلے فقرے کا مفہوم یوں اپنے دل نشین کیا کہ حضرت نے محمد حسین دکنی جامع برہان کو موافق میرے قول کے خرس یقین کیا یا خرس درجوال شدن عبارت ہے صحبت سے خواہی موافقت کے واسطے خواہی محبت

ست مجھ کو اس کا قرب بہ سبیل آویزش ہے تم کو اس کا قرب از روئے آمیزش ہے
دوسرے فقرے کے معنی یہ ٹھہرائے بلکہ بے تکلف میرے ضمیر میں آئے کہ خرس
کی مدد دینے سے کوفت حاصل ہوئی اور وہ کوفت باعث درد دل ہوئی شدت
درد میں آدمی چیختا ہے چلاتا ہے ہائے وائے کرتا ہے غل مچاتا ہے جیسا کہ سعدی
بوستان کی اس حکایت میں جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے **مصرعہ**

شبے زیت فکرت ہمی سوختم

فرماتا ہے مصرع ع کہ ناچار فریاد خیزد ز مرد

جناب مرزا صاحب کیا تم نہیں جانتے کیونکر نہیں جانتے بے شبہ جانتے ہوگے
کہ اکابر امت کو امور دینی میں کیا کیا منازعتیں باہم واقع ہوئی ہیں کہ نوبت بہ تکفیر یک
دیگر پہنچی ہے اگر فن لغت میں ایک شخص دوسرے شخص کا معتقد نہ ہوا یہاں تک کہ
اس کی تخطیہ بھی کی تو مدعیان علم و عقل اس مسکین کے جگر تشنہ خون کیوں ہو جائیں
اور جب تک اس کا نقش ہستی صفحہ دہر سے نہ مٹائیں آرام نہ پائیں ایسا ظلم تو یہ ہے کہ جو
کچھ میں نے قاطع برہان میں لکھا ہے نہ اس کو سمجھتے ہیں اور نہ کچھ آپ لکھتے ہیں مہ
اس کے معنی سمجھتے ہیں سوال دیگر جواب دیگر پر مدار ہے خارج از بحث اقوال کی تکرار
ہے برہان قاطع والے کی محبت سے دل بے قرار ہے فرط غیظ و غضب سے برادر عزیز
دار سے منشی سعادت علی نہ ناظم ہے نہ نثار ہے بموجب اس فقرہ کے **مصرعہ**

مقتضائے طبیعتش این ست

ناچار تم کو مرزا صاحب تحریر میں تحمل اور تامل چاہیے سخن پروری کا جواب دہی میں
تحمل چاہیے بہ سبب اختلاف طبائع مانو نہ مانو گے مگر پہلے یہ تو جانو کہ غالب

سوختہ اختر کا فرہنگ نویسوں کے باب میں عقیدہ دیکھو ہے اگرچہ قاطع برہان میں جا بجا لکھتا آیا ہوں مگر اب ہندی کی چندی کر کے لکھے دیتا ہوں کہ یہ عقیدہ میرا ہے کہ فرہنگ لکھنے والے جتنے گذرے ہیں سب ہندی نژاد ہیں۔ علم صرف و نحو عربی میں بہ قدر تحصیل مسلم اور استاد ہیں۔ علم صرف و نحو کی کتب درسی موجود ہیں جس نے چاہا ہے اس نے استاد سے ان کتب کو پڑھ لیا ہے۔ فارسی کی جو فرہنگیں حضرت نے لکھی ہیں مطالب مندرجہ کس اصول پر منضبط کیے ہیں اور اس کا علم کس استاد سے حاصل کیا ہے آخر مقاصد صرف و نحو عربی بھی تو صرف مطالعہ کتب سے نہیں کھلتے ہیں پہلے تعلیم ہے پھر کتب قواعد کے جابجا حوالے ہیں قواعد فارسی کا رسالہ اہل زبان میں سے کس نے لکھا ہے اور ان ہیچ میرز فرہنگ لکھنے والوں نے وہ رسالہ کس فاضل عجم سے پڑھا ہے شیدائے ہندی سیالکوٹی نے حاجی محمد جان قدسی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر اعتراض کیا ہے مرزا جلالائے طباطبائے علیہ الرحمۃ نے شیدا کو خط لکھا ہے سر آغاز خط کا ایک قطعہ جس میں صحرا و دریا قافیہ اور بماند ردیف۔ شعر آخر کا مصرع ثانی یاد رہ گیا ہے۔ مصرع

یعنی بماند یو مقوی بر سماند

خلاصہ مضمون خط یہ کہ تو صاحب زبان نہیں ہے زٹل ولٹ ہے یعنی مقلد اور کاسہ لیس اہل ایران ہے حاجی محمد جان کے کلام کو سند جاننا تجھے کیا لائق ہے کہ اس سے اعتراض کیا تو نے سنا نہیں کہ جو عرفی و فیضی میں گفتگو ہوئی ہے اور موقع اس کا شیخ ابو الفضل کے روبرو ہوئی ہے لغات ہندی اور ترکیب الفاظ میں کلام تھا۔ مولانا جمال الدین عرفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اور شعور

آشنا ہوگیا ہوں اپنے گھر کی بڑھیوں سے لغات فارسی اور بھی ترکیبیں سنتا رہا ہوں یقینی ہوا کہ جو کچھ تم نے اپنے گھر کی بڑھیوں سے سیکھا ہے وہ ہم نے خاقانی و انوری سے اخذ کیا ہے حضرت عرفی نے فرمایا کہ تقصیر معاف خاقانی انوری کا ماتھ بھی تو منطق گھر کی پیرزالوں کا ہے ہائے تمیز کہاں سے لاؤں جو دیکھے کہ یہ حال قلم رو ہند کے صاحب کمالوں کا ہے قیاس مع الفارق کی بہار دیکھو مجرد تقدم زمانے کا اعتبار دیکھو مانا کہ عرفی تحصیل علوم عربیہ میں ان سے کمتر ہے صاحب زبان اور ایرانی ہونے میں برابر ہے کیا عرفی کیا انوری کیا خاقانی ایک شیرازی ایک خاوری ایک شروانی اگر مجھ سے کوئی کہے کہ غالب تیرا بھی مولد ہندوستان ہے میری طرف سے جواب یہ ہے کہ بندہ ہندی مولد و پارسی زبان ہے ؎

هر چه از دستگه پارس به یغما بردند — تا بنالم هم از آں جمله زبانم دادند

زبان دانی فارسی میری ازلی دستگاہ اور یہ عطیہ خاص جناب اللہ ہے فارسی زبان کا ملکہ مجھ کو خدا نے دیا ہے مشق کا کمال میں نے استاد سے حاصل کیا ہے ہند کے شاعروں میں اچھے اچھے خوشگو اور معنی یاب ہیں لیکن یہ کون احمق کہے گا کہ یہ لوگ دعوی زبان دانی کے باب میں رہے فرہنگ لکھنے والے خدا ان کے پیچ سے نکالے اشعار قدما آگے دھر لیے اور اپنے قیاس کے مطابق چلدیے وہ بھی نہ کوئی ہمقدم نہ کوئی ہمراہ بلکہ سو بسو پراگندہ و تباہ رہنما ہو تو راہ بتائے استاد ہو تو شعر کے معنی سمجھائے نہ آپ شیرازی نہ استاد اصفہانی رہے رگ گردن وخبط دعوی زبان دانی میرا یہ قول خاص ہے نہ عام ہے مجموع فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے کیا بات ہے کہ جامع برہان کا ماخذ فرہنگ رشیدی و جہانگیری ہے عبدالرشید

کی کیا شیخی اور میاں انجو میں کیا پیری ہے قطب شاہ وجہانگیر کے عہد میں ہوتا اگر
منشائے برتری ہے تو بیچارہ جعفر زٹلی بھی فرخ سیری ہے ایک لطیفہ لکھتا ہوں اگر
خفا نہ ہو جاؤ گے تو حظ اٹھاؤ گے جتنی فرہنگیں اور جتنے فرہنگ طراز ہیں اور یہ سب
جامع مانند پیاز ہیں تو بتو اور لباس در لباس وہم در وہم اور قیاس در قیاس پیاز کے
چھلکے جس قدر اتارے جاؤ گے چھلکوں کا ڈھیر لگ جائے گا مغز نہ پاؤ گے فرہنگ لکھنے
والوں کے پردے کھولتے چلے جاؤ لباس ہی لباس دیکھو گے شخص معدوم فرہنگوں کی
ورق گردانی کرتے رہو ورق ہی نظر آئینگے معنی موہوم ظرافت پر مدار تحقیق نہیں ہے آپ
کے خاطر نشین کرتا ہوں جو میرے دل نشین ہے فرہنگ نویسوں کا قیاس معنی لغات
فارسی میں نہ سراسر غلط ہے البتہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے خصوصاً دکنی تو عجیب جانا نہ
ہی لغو ہے پوچ ہے پاگل ہے دیوانہ ہے وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ہائے اصلی کیا ہے
اور ہائے زائدہ کیا ہے حیران ہوں کہ اسکی جانب داری میں فائدہ کیا ہے خدا جانتا ہے
کہ میں یک رنگ ہوں مگر دکنی کے جانب داروں کا جو رنگ ہوں مجھے جو چاہو سو کہو
اوروں سے تم کیوں لڑتے ہو کہیں جامع لطائف غیبی کو برا کہتے ہو کہیں نگارندہ دافع
ہذیان جھگڑتے ہو جانتا ہوں کہ دکنی کی عبارت کی خامی اس کی رائے کی کجی اس کے
قیاس کی غلطی اگر نہ سب جگہ بلکہ بعض جگہ سچ جانتے ہو مگر یہ میں نہیں جانتا کہ اتنی محنت
کرنی اور اس کے رفع تخطیہ کے واسطے توجیہات بارد ڈھونڈھنی کس واسطے ایسا کس
کو کیا مانتے ہو مجھ پر جو اللہ آتے ہو مولوی نجف علی اور میاں داد خاں سے جدا بگڑتے
ہو بھائی صاحب سنبھلے پن پر آ گئے گو ہار لڑتے ہو سچ ہے غالب آگندہ گوش ہے
کسی کی نہیں سنتا اسی آپ کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ کے موافق بطاقت کہتا ہوں کہ

تم نے قاطع برہان و دافع ہذیان و لطائف غیبی کو ہرگز نہیں دیکھا آویزہ و افسوس کے
بیان میں مجھ سے وہ سہو ہوا ہے کہ مجھے اس کا اقرار اور میرا دوست میاں داد خاں شرمسار
ہے جیسا کہ [illegible] حضرت نے اس باب میں لکھا وہ قول مفصل اور کافی ہے مانیں یا نہ مانیں
نافہمی کو اختیار ہے گھری بکاف فارسی مکسور بوزن اکبری لغت ہندی الاصل اسکی
شرح میں جداگانہ ایک خس کا کاف فارسی مکسور کی جگہ کاف عربی مفتوح اعراب کا بوزن
مشتری مضبوط سمجھے اور میرے دوست سیف الحق کو وہ سہو طبعی پیدا استعذار ہوا
تو ایسا [illegible] کو اغلاط متواتر کے جواز پر اصرار فاعتبروا یا اولی الابصار خود بے
واو بمعنی خود [illegible] الواو بمعنی جذام ایک ویزہ بمعنی پاک اور آویزہ بمعنی ناپاک
ایک یہ وہ ہزار ایسے اغلاط مستند و مقبول اور منظور گویا یہ مصرعہ جس میں ہے مصرعہ

کند ہرچہ خواہد بروحکم نیست

ہمکی شان میں صاحب سمجھ لیا ہے تم ہر دو اب چاہیے کہ اس کے پوچھنے والے
اسکے نام کے بعد جل جلالہ لکھیں اور اگر معجزات نہ کریں تو تکرار باخاود و استفادہ علم زوال
لکھیں سمجھ میں کی عمر کا نوں سے بھرا جمعیت کم تفرقہ زیادہ اور بجز خودداری اور کسر نفس اور
استغنا عمادا یہ بیہودہ بکنے میں اوقات کیوں صرف کرو [illegible] سخن نگاری کیوں لفظ بلفظ
حرف بحرف کرو آپ کو اپنی نمود اور شہرت منظور ہے خردہ گیری و عیب جوئی سے
مجھکو نفرت ہے اور یاد آتی ہے [illegible] سے آپ کے حسنی کلمات طیبات سے قطع نظر
کرکے اظہار مصنف کے [illegible] ان پر [illegible] بتا ہوں اور شکایت موعودہ سے پہلے تین
امر ضروری لکھ لیتا ہوں صحیح ہی آواز اسپ [illegible] اس کے صحیح ہونے میں کیا
کلام ہے جو صحیح ہے آواز اسپ [illegible] وہ [illegible] ہے [illegible] خام ہے کیا عرفی کا شعر نہ

کے خط سے لکھا ہوا کسی کو نظر پڑا کہ ناظر سے سنکر تمہارا ذہن وقاد نقاد وہاں جا لڑا
نعت کسی باطن کے اندھے کے ہاتھ سے لکھا جائے اور پھر عرفی جیسا شاعر دیدہ ور
پرس میں پکڑا جائے تمہارا محجوب بوہرہ دکنی شین منقوط مع التحتانی کے بیان میں شیہہ
کو گھوڑے کے ہنہنانے (فارسی) بتاتا ہے عربی میں گھوڑے کے ہنہنانے کو صہیل بولتے
دلیل کہتے ہیں صیحہ بوزن سیہہ عموماً بمعنی ہر صدائے ہولناک و مہیب آتا ہے میں کیونکر
فرہنگ نگاروں کے اور ان کے مددگاروں کے قیاس کو وحی سمجھ لوں اور کیونکر کاتبوں
کے املا کو مصحف مجید کی طرح سر پہ دھر لوں یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ میں اپنے کو جماد
او نباتات فرض کر لوں جرم و خطائے بلوغ بہ گردن بندگان جناب است میں آپ
کو مخاطب بالفتح ٹھہرا کر یہی فقرہ پڑھ کر چپ رہتا ہوں بعد اس کے تبدل جیم بہ
تحتانی کو نا مسموع کہتا ہوں یعقوب کو بہ تغیر لہجہ انگریزی زبان میں جاکوب کہتے ہیں
کہاں مبدل منہ کہاں تغیر لہجہ حضرت آپ جو کہتے ہیں خوب کہتے ہیں کودک کو ترجمہ طفل
نہیں مانتے اور پھر خاتمہ میں دیدگان بصیغہ جمع لکھواتے ہو واقعی یوں ہے کہ جو
کچھ لکھاتے ہو بے خبر دے لکھ نہیں بلکہ از روئے سہو لکھواتے ہو خط تمام ہوا اب مستغیث
کی عرضی کی سماعت ہو لیکن سماعت از روئے انصاف بالائے طاعت ہو عرضی
گزاران نے سے پہلے مستغیث پوچھتا ہے کہ آپ کے محکمہ عالیہ کا سر رشتہ دار دیانت
دار ہے یا نہیں سخن فہم و ہوشیار ہے یا نہیں میں تو گمان کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو دلیل
سن لیجیے اگر یقین نہ ہو (صیحہ بمعنی آواز اسپ زنہار نیست) اس کے ماقبل اور بعد
ہے سنانے والے نے نہ پڑھی ہو کتنا بعید ہے کس واسطے کہ اس عبارت کے مفہوم
کو طوطا رکھنا اور محمد اکرم پنجابی کا شعر تو قابل التفات نہیں مگر مولانا جمال الدین عرفی

شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر بہ تتبع کاتب غلط لکھوا دینا تم سے بہت بعید ہے انشا میں تا سخون کی تحریف کو مانتے ہو املا میں کاتبوں کی غلطی کے کیوں نہ قایل ہو انشا و املا و لفظ و معنی میں تقلید چھوڑ کر تحقیق سے کیوں نہ مائل ہو تقصیر معاف یہ نہ استناد بہ کلام عرفی عالی مراتب ہے بلکہ پیروی خامہ کجرفتار کاتب ہے کہ چکا ہوں کہ نہ مجھکو مناظرہ کا دماغ نہ بہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے فراغ آگے جو ہمت نہیں ہاری تھی اور غیب سے توقع مددگاری تھی تو اپنا یہ شعر اردو میرے وردِ زبان اور اس ہنجار سے میں زمزمہ سنج فغاں رہتا تھا شعر

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

اب جو اصلاح حال و حصول مطلب سے دل مایوس ہے تو طبیعت اسی غزل کی اس بیت کے ترنم سے مانوس ہے۔ شعر

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ بڑا رونا رزق کا ہے جب معاش مقرر ہو تو پھر غم کیا ہے تو صاحب یہ باتیں جانوروں کی ہیں کہ کچھ کھا لیا پانی پی لیا اور چین سے سو رہے آدمی عموماً اور سامیان ننگ و ناموس خصوصاً باوجود فراغ معاش ایسی ہزارہا نگداز بلاؤں میں مبتلا ہیں کہ کوئی کیا ہے یہ حال تو یا صاحب واقعہ جانے یا خدا جانے دوسرے سے یہ کار افتادہ کیوں کہے اور بغیر کہے دوسرا کیا جانے مناظرہ کا تو ہرگز ارادہ نہیں اگر مردہ دل [illegible] تو باتیں گستاخانہ زیادہ نہیں وہ بھی از روئے بحث و تکرار نہ باندازِ استفسار [illegible] عرض [illegible] اظہار یہ ہے کہ آپ نے مولوی امام بخش کو امام المحققین خطاب دیا ہے کیسے محقق [illegible] نے آپ کو اپنا امام مان لیا ہے جب تک نہ اجتماع محققین سا ہو گیا

خطاب باجماع اہل عقل ناجائز و ناروا ہوگا وہ فرماں روائے عہد شاہنشاہ بنگالہ
کئی بادشاہ جس زبان پر ہو جائیے ایک سیٹھ اپنے لڑکے کا نام میر شہنشاہ رکھ لیا۔ یہ میر شہنشاہ
صاحب کیا دنکر شاہ جہان جہانگیر ہو جائیں گے اگر حضرت بفتحہ قاف ثانی بصیغہ تثنیہ
امام المحققین کہتے تو ایک ماموم آپ رالور تراین داس تنبولی دوسرا ہوتا ساطع برہان
کے تیرہویں صفحہ کی نویں سطر میں آپ لکھتے ہیں (و آنچنیں بر افراط و تفریط توضیح را کار بند
نہ شدہ اند کہ بدان حرف گیری تواند کرد) تواند توانستن کے مضارع کی بحث میں سے صیغہ
واحد غائب ہے فاعل چاہتا ہے خواہی معرفہ جیسے احمد محمود خواہی نکرہ جیسے ہمان کسے یا شخصے
مردے یا زنے اور اگر فاعل مذکور نہ ہو تو اس صورت میں تواں کرد چاہیئے کہ تواں واسم
فاعل ہے کرامت ہو تو مجھے حاصل نہیں ہاں از روئے حسن عقیدت کہتا ہوں کہ یا آپ نے
یوں لکھا ہے کہ (کسے بدان حروف گیری تواند کرد) یا تواند کی جگہ تواں رقم فرمایا ہے دیکھیے
آپ نے بیل کے جوئے کا بوجھ میری گردن پر رکھ دیا اور میں نے ایک بیل کا بوجھ پشت
مبارک سے اٹھا لیا اور اسد اللہ مدد خواہ جلد آ اور اپنی عرضی لا حضرت آیا اور عرضی لایا
پہلے پانچ کاغذوں کی نقلیں علی الترتیب پڑھی جاویں پھر سررشتہ دار صاحب بکمال
امانت و دیانت عرضی سنا دیں **نقل عبارت برہان قاطع**۔ اب دہ دست
بکسر دال ابجد و ہائے ہوز اشارہ بحضرت رسول صلوات اللہ علیہ است خصوصاً و
شخصے را نیز گویند کہ بزرگ مجلس بود و آرایش صدر و نشست از و باشد عموماً نقل عبارت
قاطع برہان۔ از خامی عبارت چشم بے پوشم دے خردہ شکرم کہ آب دہ دست مرکب از
آب و دہ کہ صیغہ امر است از دادن و دست کہ باوجود معانی دیگر مسند نیز گویند معنی
ترکیبی رونق دہندہ مسند ہر آئینہ تا مسند الطرف نبوت یا رسالت یا بذات مضاف

نگرداند بمقام لغت فرو نیارند بلکه در مدح اکابر و صدور نیز بے اضافۂ لفظ امارت و شوکت و امثال اینها نه نگارند که تنها آب وه دست افادۂ بمعنی شو یا شنده دست میکند و آں خود اباتی ست قلیچ بیچاره در نظم و نثر لغت آب وه دست رسالت وید ه است و نیمۂ مضمون را لغت اندیشیده است **نقل عبارت ساطع برهان**۔ آب وه دست خدا نکند که ایں اعتراض از جانب مرزا سے من باشد کور سودائے بیچومن گفته باشد بخاطر داشت آں وسخ کتاب کرد ورنه ایں کنایه قابل اعتراض نیست چه آب وه دست جمله ترکیبی ست و دست که در عربی و فارسی بمعنی مسند ست مضاف و مضاف الیه که معنی محذوف باید دانست بلکه کلامی ست مستقل بتراوش یا از دست مضاف و مضاف الیه که معنی صدر و مسند بزرگ قوم باشد صاحب مؤید الفضلا در لغت فارسی ایں لغت را بمسند و کتاب که آداب وقتیه باشد بهمیں صورت و صحت بهمیں معنی نگاشت و در پدا نیز و صاحب رشیدی آورده که آب وه دست بمعنی بزرگ مجلس و معنی ترکیبی آں رونق ده صدر و مسند **قوله** بیچاره در نظم و نثر لغت آب وه دست رسالت دیده و نیمۂ مضمون را لغت اندیشیده است انتهی **قول** جامع ایں کنایه را در نظم و نثر بے اضافۂ رسالت دیده است و همچناں در رشتۂ تحریر کشیده است خاقانی گوید **شعر**

وست آب ده مجاور **انش** ارزن ده برج کوتر **انش**

تبصره۔ پس گردان جناب اگر فراموش نکنند در شرح کنایه ماهی چشمۂ خضر در باب المیم چو بینند که میگویند که آب وه دست استعاره براے آنحضرت از خاقانی از رکاکت نیست بلکه بریں عقیدت که او را به پیمبرے بر داشتند و باز به نسبت رکاکت شرمول اند اعتقد نقل عبارت برهان قاطع ماهو چی شمر خضر کنایه ... بان ... دهان معشوق ست

قاطع برہان - یارب ماہوچی شمۂ خضر کدام لغت ست من درکتاب منطبعہ بدیں صورت دیدہ ام مصرعہ - قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

ضمیر میگند کہ ماہی چشمۂ خضر خواہد بود و آں خود مضمونیست بطریق استعارہ بالکنایہ کہ سخنور لبا خون جگر خوردہ باشد تا در نظم و نثر خویش آوردہ باشد پس ہر کہ ایں را در گفتار خویش آرد سرقہ خواہد بود از لغاتیت مستقلہ و کتابہائے مشہورہ نیست کہ بکار دبیران روزگار آید شیر خدا کہ ترجمۂ اسد اللہ است گوئی یکے از ناموں ہائے جناب ولایت پناہ است ہمہ ہزار کس در کلام خویش آوردہ باشد و سرقہ نیست دکنی در بحث شین مع الیاء شیر شرزہ غاب اسم حضرت امیر علیہ السلام نوشتہ و آں مضمونیست کہ خاقانی در قصیدہ قسمیہ بہم ساندہ شیر شرزہ خود صفتیست عام کہ بر ہر مرد شجاع و سرہنگ جنگجو اطلاق توان کرد غاب بمعنی بیشہ نیستان ست ہر آئینہ ایں صفت نہ سزاوار شان اسد اللٰہی باشد خاقانی خود بطریق تنزل گفتہ است ایں چنیں صفت اسم کسیکہ بعد از خدا و رسول او را بہ بزرگی توان ستود چگونہ روا تواند بود و ہمچنیں آب دست در باب النون مع الدال اسم حضرت ختم المرسلین صلوات اللہ علیہ قرار دادہ است و ایں لفظی ست در غایت رکاکت صفت لفظ میں غالب منع کرتا ہے برجان دکنی کو کہ بقطار کیک آں حضرت کے حق میں صرف نکرے چنانکہ ہم دراں فصل مفصل نوشتہ ایم مقصود ما ایں ست کہ ایں چنیں مضامین لغت مستقل و کنایہ مقبول چرا قرار یابد و جز در شرح اشعارے کہ حاوی ایں کلمات باشد چنانکہ گزارش پذیرد نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - آب ترجمہ اس کا ہندی جس کی پانی اور بمعنی رونق و لطف بھی آتا ہے اور اسکے کی تیزی اور جو ہری صفائی کو بھی کہتے ہیں دست ترجمہ یہ ہے جس کی ہندی ہاتھ اور بمعنی قسم و نوع اور بمعنی مسند بھی مستعمل

ہے ہم کو اس مقام میں آب بمعنی پانی اور دست ہاتھ اور اس کی ترکیب یعنی آب دست اور اس کی مقلوب یعنی دست آب کے باب میں کلام ہے آب دست بحرکت و سکون موحدہ عموماً ترجمۂ غسالہ ید ہے اور خصوصاً وضو کو کہتے ہیں تعمیم کی سند استاد کا شعر شعر

بے تکلف رو بساقی کن اگر دل خستۂ — کابدست او شفا بخش ہمہ بیمار ہاست

تخصیص کی سند نام حق کی بیت بیت

آبدست و نماز باید کرد — دل مقام گداز باید کرد

عرف میں آبدست کس عضو کے غسالے کو کہتے ہیں ہم تو اتنا پوچھکر چپ ہو رہتے ہیں پس آب وہ دست اور دست آب وہ کے معنی وضو کرنے والا اور ہاتھ دھونے والا آب بمعنی رونق اور دست بمعنی مسند کا یہاں او خیال محض جہل اور صرف اہمال یہ تو میرا قول ہے کہ آب وہ دست رسالت رسول کو کہہ سکتے ہیں ایک بے ادب فقط آب وہ دست کہتا ہے اور ہم منہ تکتے ہیں منشی سعادت علی کو نہ علم نہ فہم اس نے قباحت کو نہ جانا مرزا رحیم بیگ صاحب افسوس کی بات ہے تم نے اس بیان خاص میں قاطع برہان والے کے قول کو کیونکر مانا ہے سراسر بے پردہ اشرف الانبیا علیہ و آلہ السلام کی تذلیل اور توہین ہے اور جو پیمبر کو ایسا کہے وہ مجموع اہل اسلام کے نزدیک مرتد اور مردود بے دین ہے بلکہ مخالفین بھی جو مسلمان اپنے پیمبر کو برا کہے اس کو برا جانیں گے یقین ہے پس پیمبر کا آب وہ دست نام رکھنے والا مورد لعنت اللہ و ملائکۃ والناس اجمعین ہے خاقانی کے شعر کے لکھنے سے آپ کی کیا مراد ہے یہ شعر قطعہ بند اور اس کا پہلا شعر مجھکو یاد ہے پہلے پوچھتا ہوں کہ دست آبدہ کا فاعل اور شمیں کا مرجع تم نے کس کو ٹھہرایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان اس میں از طریق مذکور یا مقدر کہاں پایا جیسا اس مصرع کی رو سے

مصرعہ دست آب دہ مجاورانش

دست آب دہ پیمبر کا نام قرار پایا تو دوسرے مصرع کے مطابق مصرعہ

ارزن دہ برج کو ترانش.

ارزن دہ کا خطاب بھی حضرت پر صادق آیا سبحان اللہ جہاں مصطفےٰ اور مجتبیٰ رحمۃ اللعالمین وخاتم المرسلین آپ کے القاب ہیں وہاں آب دہ دست بھی آپ کا لقب ٹھہرایا مرزاجی میں ترک جاہل ہوں جابجا ہے اگر مجھ کو گالیاں ازروئے عتاب دوگے خدا کے واسطے پیمبر کو کیا جواب دوگے بندہ پرور خاقانی کا شعر قطعہ بند ہے اور اس شعر کا پہلا شعر یہ ہے۔ اشعار

روح از پے آبروئے خود را — خلد از پے رنگ و بوئے خود را

دست آب دہ مجاورانش — ارزن دہ برج کو ترانش

اوپر کے دونوں مصرعوں میں را کا لفظ زائد پہلا مصرع تیسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع چوتھے مصرع سے متعلق نثر اس کی فارسی میں یوں ہوتی ہے (روح از پی آبروے خود دست آب دہ مجاوران اوست و خلد از پی رنگ و بوئے خود ارزان دہ کبوتران اوست) یہ دونوں شعر کعبہ معظمہ کی تعریف میں اور دونوں ششینوں کی ضمیر بطرف کعبہ راجع اس اظہار کی تصدیق تحفۃ العراقین سے کیجئے اور ہندی کی چندی غالب سے سن لیجئے روح اپنی افزائش آبرو کے واسطے وضو کا پانی دیتی ہے کعبہ کے مجاوروں کو اور خلد افزونی رنگ و بو کے واسطے دانہ کھلاتا ہے کعبہ کے کبوتروں کو وضو کا پانی دینا اور کبوتروں کو دانہ کھلانا ادنی خدمت ہے خدا کے واسطے مخدوم کونین کو خادم کہنا مدح ہے یا مذمت ہے معہذا خاقانی کے اس مصرع سے دست آب دہ پیمبر کو سمجھنا بے اعتنائی

اور غفلت ہے خاقانی نے روح کو آبدست دہ کا فاعل مانا تم نے پیغمبر کو معاً اس فعل کا فاعل
اسے ایک فعل کا دو فاعل سے متعلق ہونا کیونکر جائز ہو جاتا۔ قافلہ شد۔ یعنی قافلہ رفت۔
یعنی قافلہ سالار رفت۔ یعنی رسول مقبول رحلت کردہ۔ قاف مع الالف میں کلام افصحی
مستین رسول کا ہے دست آب دہ کی شرح میں تحقیر اور قافلہ شد میں استہزا ہے
برہان قاطع والا اگر یہ قباحتیں نہیں سمجھا ہے تو احمق ہے اور سمجھ کر لکھتا ہے تو کافر مطلق
ہے آپ میرے خونابۂ زخم دل کی روانی اور قلم کی خونابہ فشانی دیکھئے تبصرہ مندرجہ
حاشیہ قاطع برہان کے حق میں کیا فرماتے ہو اور اس فقرہ اخیر کو (بانو ور نشیب رکاکت
سر اندا نختند) کس کا لکھا بتاتے ہو سنو فخر الفضلا و فخم العلما امیر الدولہ مولوی محمد فضل
حق رحمۃ اللہ نے رد عقائد وہابیہ میں بزبان فارسی ایک رسالہ لکھا ہے اور اس عہد
کے علماء کی اس پر مہریں ہیں اس رسالہ میں جناب مولوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں
کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت کو قوت مجامعت بہت تھی حالانکہ یہ امر واقعی ہے یا یہ
کہے کہ آپ کی ردا میلی تھی اگرچہ اسوقت میں ہو لیکن چونکہ ایک گونہ سوء ادب اور اہانت
ہے حاکم اہل اسلام کو چاہیئے کہ اس قول کے قائل کو سزا دے اور اگر حاکم سزا نہ
دے تو اہل شہر پر عزل حاکم واجب ہے اور اگر اہل شہر ایسا نہ کریں تو وہ شہر دار الحرب
ہے پس بموجب فتوائے علمائے اسلام فقرۂ مذکور کا لکھنے والا کفر میں شداد سے زیادہ
اور کذب میں مسیلمہ الکذاب سے سوا ہے۔ خیر دنیا میں وہ خالق کا مقہور اور دنیا میں
خلق کا مطعون ہوگا مجھکو کیا مجھے تم پہ ہنسی آتی ہے یعنی یہ بات سمجھی نہیں جاتی ہے
خاقانی روح کو آبدست دہ کہا اور ان حرم کہتا ہے تم کہتے ہو کہ خاقانی دست آب
دہ اسم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے مولوی امام بخش نے تم کو بہت کچھ پڑھایا

مگر طریقہ استنباط معنی نہ بتایا میرے حق میں جو کہتے ہو خود بھی نہیں سمجھتے کہ کیا کہتے ہو
میں نے اس کے سوا کہ خاقانی بطریق تنزل گفتہ است اور کیا کہا ہے جو مجھے
برا کہتے ہو وہ بھی نگر شیر شرزہ غابہ میں نہ دستاب دھے کے باب میں اس نے جناب
امیر المومنین کے واسطے ایک لفظ سہل سرسری لکھا میں نے قبول نہ کیا اور اس کے
قول کا تنزل ظاہر کر دیا آنحضرت کو اس نے آبدہ دست یا دستیاب وہ کہاں
لکھا اور کیوں لکھتا نہ احمق تھا نہ بے ادب جب اس نے نہیں لکھا تو میں اس سے
کیوں الجھوں اور کب الجھا نہ کج فہم ہوں نہ مغلوب الغضب آبدہ دست کے پیچھے
کھل گئے بے اضافہ لفظ آخر دست یعنی مسند نہ آئیگا آبدہ دست ہاتھ دھلانے
والا کہلائے گا ہاں ایک طور ہے تم نے اس کو اور سے لکھا ہے میں بطریق ابلغ و احسن
لکھتا ہوں یعنی تخت و اورنگ سلاطین کے جلوس کے واسطے اور وسادہ و مسند امرا
کے جلوس کے واسطے موضوع ہے نظر اس اصل پر سلطان کو زیب افزائے اورنگ
بے اضافہ لفظ سلطنت اور امیر کو زینت بخش مسند بے افزائش لفظ امارت
لکھو انبیا خصوصاً سید الانبیا مسند پر کب بیٹھے تھے ان کے غلاموں کو امارت
ننگ ہے اور زمرۂ الفقر فخری بلند آہنگ ہے میرے خداوند کا فرش حصیر نمد
گلیم ردائے صحابہ سطح خاک میں مومن مجرم اپنے اس خداوند کو جس کی شان میں یہ مصرع

اگرچہ مدح مجمل ہے مصرعہ - بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر -

لیکن قول فیصل ہے آبدہ دست و زینت بخش مسند کیونکر کہوں بلکہ مجموعہ
اہل اسلام بشرط فہم صحیح و طبع سلیم گوارا نہ کریں گے کہ وہ صفت عام تو دنیا داران
کے واسطے ہے قبلۂ دین و دنیا پر صادق آئے دلی اور اس کے مقصد تمہارا قبیل

خطاب نہیں ایہا الاخ المکرم فضلہ خوار جواب ہے بس گردان جناب کا یہ کلمہ مستوجب عتاب نہیں یقین کہ آپ نے اب تو از روے دلالت لفظ و معنی جان لیا ہوگا اور اس نقیر حقیر کو بنظر بہ قومیت ترک و بپیشہ آبائی سپاہ گری عس المحققین خطاب دیا ہوگا جاننا اس امر کا کہ آبدہ دست میں اگر آب سے پانی اور دست ہے ہاتھ مراد لیں تو اس کو اسم پیمبر سمجھنا کتنی بے ادبی ہے اور اگر آب کو بمعنی رونق اور دست کو بمعنی مسند مانیں تو بے الحاق لفظ نبوت و ہدایت حضرت کو اس ترکیب کا مشار الیہ سمجھنا کیسی بوالعجبی ہے آبدہ دست رونق بخش مسند صفت ہے عموماً منعمان مالدار کی یہاں تک کہ اس اصطلاح سے تعریف کر سکتے ہیں صرافان و ساہو کاران بلاد و امصار کی میں اب قطع کلام کرتا ہوں اور آپ کو بکمال تعظیم سلام کرتا ہوں پیمبر کی تحقیر کو مسلم رکھتے ہو تم جانو اور سید ابرار خاقانی پر بہتان کرتے ہو تم جانو اور وہ میدان معنی کا شہسوار مجھکو جس قدر تم نے لکھا ہے یا کوئی اور لکھ رہا ہے اگرچہ وہ سب لغو اور جھوٹ ہے معقول اور راست نہیں لیکن واللہ مجھکو عرصۂ محشر میں اس کی باز خواست نہیں۔ شعر

تا میں عشق بکونین صلح کل کردیم — تو خصم باش و زما دوستی تماشا کن

۱۳۱۔ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

مخدوم مکرم منظر لطف و کرم جناب مولوی صاحب اشرف الوکلا درویش گوشہ نشین غالب حزیں کا سلام آپ کے عنایت نامہ کے ورود سے میں آپ کا احسان مند ہوا اور دل سے آپ کو دعائیں دیں کیوں حضرت آپ حیران ہوئے

ہوں گے کہ یہ شخص اتنا فضول اور لغو گو کیوں ہے خط کے پہنچنے سے اظہار منت
پذیری اگر گزارش نہیں تو کیا ہے اب اس خوشی اور دعائیں دینے کی وجہ سنئے یعنی
آپ کے سبب سے میں نے اپنے والا برادر از جان عزیز تر بدل نزدیک و از دیدہ
دور نا مہربان بخود مغرور میر قاسم علی خاں کا رقعہ اپنے نام کا پایا الحمدللہ اگر آپ
باعث نہ ہوتے تو بھائی صاحب کا ہے کو مجھکو خط لکھتے انہیں سے پوچھئے کہ کبھی تم نے
اسد کو خط لکھا ہے پس بعد اس توضیح کے آپ کی تحریر کا جواب لکھتا ہوں آپکا واسطے
اصلاح کلام کے رجوع کرنا میری طرف موجب نازش کا میرا طریق اس فن خاص میں
یہ ہے کہ جو شعر بے عیب ہوتا ہے اس کو بدستور رہنے دیتا ہوں اور جہاں لفظ کے
بدلے لفظ لکھتا ہوں اسکی وجہ خاطر نشان کر سکتا ہوں تاکہ آئندہ صاحب کلام
اس قسم کے کلام میں خود اپنے کلام کا مصلح رہے مطلع کا یہ مصرع مصرعہ

سرخوش و سرشار و مستم ملے

لسان فارسی میں سرشار صفت ہے پیالے کی معنی لفظی اس کے لبریز پس
شارب کو لبریز کیوں کر کہیں گے اور یہ جو اردو میں مست و سرشار مترادف المعنی استعمال
میں آتے ہیں امر جداگانہ ہے فارسی میں تتبع اردو کا ناجائز رند عالم سوز شعرائے عجم
میں بمعنی رند بے نام و ننگ آیا ہے جیسا کہ استاد کہتا ہے مصرعہ

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

حسن مطلع سست تھا میرے سہو بر بادہ الخ بر شیشہ یہاں انسب ہے از
عہد پیاں خاک جسم خاک کو جبتن سے کیا علاقہ زنقد جان راہم بستم ملے تعقید ہوئی
ہے لالیب عہد الستم طالب عہد الست یعنی عہد الست کس سے مانگتا ہے ہاں سرخوشی

عہد الست مجمل و مبوقع ۱۲ متوقع ہوں کہ میرا یہ رقعہ جو آپ کے نام کا ہے جناب میر قاسم علی خاں صاحب کو پڑھا دیجئے گا اور اب جو آپ مجھے خط لکھیں تو یہ بھی لکھئے گا کہ ہنوز وہ صدر امین ہیں یا ترقی کی اور صدر الصدور ہو گئے اور اگر ترقی نہیں کی کیا وجہ ۱۲ -

(۲۱۱)

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد عبد الرزاق صاحب شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خاں بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچا دیجئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیئے کہ مجھکو با وجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے چھاپے کے اجزا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر خطعہ بند ہیں **قطعہ**

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست
خود را بخاک رہگذر حیدر افگنم

منصور فرقۂ **علی اللہیاں** منم
آوازۂ انا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی یہ واقعہ یاد ہو اتحاد دائمی دلیل مودت روحانی ہے اخی مکرمی میر قاسم علی خاں کو سلام پہونچے سال گذشتہ کی طرح دلی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیے گا پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے اشعار بعد حک و اصلاح کے پہونچتے ہیں یہ رتبہ میری ارزش کے فوق ہے کہ میں آپ کے کلام میں دخل و تصرف کروں بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے شعر

مضمحل ہو گئے قویٰ **غالب**
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو میں

نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط و مکاتیب لکھے اور بھیجے تھے ان میں جو صاحب الی الآن ذی حیات موجود ہیں ان سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے پارسی مکتوبات و رسالوں و نسخوں و کتابوں کے مجموعے شیرازہ بستہ و چھاپا ہو کر اطراف و اقصائے عجم میں پھیل گئے حال کی نثروں کو کوئی فراہم کرنے جائے جاں کنی کے خیالات نے مجکو ان کی تحریر و تعلق دوبارہ سے دست بردار اور سبکدوش کر دیا جو نثریں کہ مجموعے و یکجا ہو کر جہاں تہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آئندہ ہوں انہیں کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور میں اب انتہائے عمر ناپائدار کو پہنچکر آفتاب لب بام اور بہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ درگور ہوں کچھ یاد خدا کی چاہیئے نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہے گا پس امیدوار ہوں کہ آپ انھیں نذور مختصر و نقیحی تحریرات روزمرہ اردو سے سادہ و سرسری کو تا امکان غنیمت جانکر قبول فرماتے رہیں اور درویش دلریش و درماندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں الہ ہمیں ما سوے ہوس تعقید معنوی کو حضور خود جانتے ہوں گے اس کی توضیح و تفصیل میں تحصیل حاصل و تطویل لاطائل کی صورت نظر آتی ہے لہذا خامہ فرسائی بروئے کار نہیں آئی ہے۔

(۱۳۳)

حضرت میں دو دوستوں نے مولف محرق پر جس کا نام صاحب تب محرق رکھا گیا ہے جوتی پیزار کی ہے ایک رسالہ جو موجود تھا بھیجا جاتا ہے دو نسخے بھی اگر بہم پہنچ گئے

تو مجھے اوروں کا غزل بعد اصلاح کے جاتی ہے طرز تقریر مبارک ہو۔

(۱۳۴)

حضرت مطالب علمی و شرعی کا لکھنا موقوف سوال پر ہے جب حضور کی طرف سے کوئی سوال آئے گا بہ قدر اپنے معلوم کے جواب لکھا جائے گا۔ شعر

ہیں اپنے بخت عزیل امید   ایماں کہاں ہے ایک ڈر ہے

اس شعر میں قصد اچھا ہے مگر بیان ناقص ہے مطلب تو یہ ہے کہ صرف خوف جبل ایمان نہیں رجا کا بھی شمول چاہیے اور یہ بات اس تقریر میں سے نکلتی نہیں

(۱۳۵)

پیر و مرشد مصرع ع ایک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے۔

یہ خبر ہے پہلا مصرع مصرع ع ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے

یہ مبتدا ہے شب غم کا جوش یعنی اندھیرا ہی اندھیرا ظلمت غلیظ سحر ناپید گویا خلق ہی نہیں ہوئی ہاں دلیل صبح کی بود پر ہے یعنی بجھی ہوئی شمع اس راہ سے کہ شمع و چراغ صبح کو بجھا دیا کرتے ہیں لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شے کو دلیل صبح ٹھہرایا وہ خود ایک سبب ہے منجملہ اسباب تاریکی کے پس دیکھا چاہیے جس گھر میں علامت صبح موئد ظلمت ہوگی وہ گھر کتنا تاریک ہوگا۔ شعر

متقابل ہے مقابل میرا   رک گیا دیکھ روانی میری

تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا۔ نور و ظلمت شادی و غم و راحت و رنج و وجود و عدم لفظ مقابل اس مصرع میں بمعنی مرجح ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہے مفہوم شعر یہ کہ ہم اور دوست از روئے خوئے و عادت متضاد ہیں وہ میری طبع

کی روانی دیکھ کر رشک گیا غزل بعد اصلاح کے پہونچتی ہے آپ اپنی طرف سے اس کو استصلاح سمجھتے ہیں اور میں اس کو اپنی جانب سے استفادہ جانتا ہوں والسلام ۱۲۔

(۱۲۶)

فقیر اسد اللہ نے اس کاغذ کے لفافے پہ مرسلہ محمد عبدالرزاق جعفری الحیدری اور ٹکٹ پر شاکر دیکھکر دیر تک غور کی کہ یہ دو صاحب ہیں بعد تامل یاد آیا کہ مولوی عبدالرزاق صاحب اسم شریف اور شاکر تخلص ہے غور کیجئے کہ نسیان کا کیا عالم ہے واللہ اگر مجکو یاد ہو کہ سابق میں کوئی غزل آپ کی آئی ہو یہ لفافہ لکھا ہوا کم اگست سال حال کا کل میں نے ڈاک سے پایا آج غزل کو دیکھا کل یہ لفافہ روانہ کر دونگا۔ شعر

کوئی آتا نہیں آگے ترے ہمتا ہوکر آئینہ جب نظر آیا ہے تو اندھا ہوکر

یہ مطلع دل نشیں ہے مگر اتنا تامل ہے کہ آئینہ کو اندھا کہنا چاہئے یا نہیں۔ شعر

مردم چشم سیہ جب نظر آتا ہے ترا بیٹھ جاتا ہے مرے دل میں سویدا ہوکر

مردم آنکھ کی پتلی مذکر نہیں معشوق کی قید کیا ضرور دعوی حسن پرستی رہے عموماً یہ خوب ہے۔ شعر

نظر آتی ہے جہاں مردمک چشم سیاہ بیٹھ جاتی ہے مرے دل میں سویدا ہوکر

شعر

حرمت مے کے لئے پیر مغاں کا ہے یہ حکم ریش قاضی کی رہے چھتہ مینا ہوکر

یہ شعر بے لطف ہو گیا کس واسطے کہ جب قاضی کی ریش کہی تو وہ ایہام ریش قاضی کماں رہا ۱۲ کارگاہ ہستی میں الخ داغ سامان مثل انجم انجمن وہ شخص کہ داغ جس کا سرمایہ

وہ معانی ہو موجودیت لالہ کی منحصر نمائش داغ پر ہے ورنہ رنگ اڑا ہوا پھولوں کا بھی لال ہوتا ہے۔ بعد اس کے یہ سمجھ لیجیے کہ پھول کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے دہقان کو جوتنے بونے پانی دینے میں مشقت کرنی پڑتی ہے اور یا صفت میں لو گرم ہو جاتا ہے مقصود شاعر کا یہ ہے کہ وجود محض رنج و عتاب مزارع کا ہے جو کشت بیکار میں گرم ہوا ہے وہی لالہ کی راحت کے خرمن کا برق ہے حاصل موجودیت لالہ اور داغ مخالفت راحت اور صورت مسنج غنچہ کا اگر گل جب نئی نکلے یہ صورت قلب صنوبری نظر آئے اور جب تک پھول سے برگ عافیت معلوم یہاں معلوم یعنی معدوم ہے اور برگ عافیت یعنی مایۂ آرام مصرع۔

برگ عیشی بگور خویش فرست

برگ بمعنی برگ بمعنی ساز و سامان ہے خواب گل جمعیت گل باعتبار خموشی وبرجا ماندگی پریشانی ظاہر ہے یعنی شگفتگی وہی پھول کی پنکھڑیوں کا بکھرا ہوا ہونا غنچہ بصورت دل جمع ہے باوصف جمعیت دل گل کو خواب پریشان نصیب ہے جم سے رنج ناخن پشت دست صورت عجز اور خس بدندان و کاہ بدندان گرفتن بھی اظہار عجز ہے پس میں عالم ہیں کہ داغ نے پشت دست زمین پر رکھ دیا ہو اور شعلے نے تنکا دانتوں میں لیا ہو ہم سے رنج و اضطراب کا تحمل کس طرح ہو قبلہ ابتدا سے فکر سخن میں بیدل و اسیر و شوکت کے طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا سے طرز بیدل میں ریختہ لکھنا اسد اللہ خاں قیامت ہے۔ ۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس میں بڑا دیوان جمع ہو گیا آخر جب تمیز آئی تو اس دیوان کو دور کیا اوراق یک قلم چاک کئے دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال میں رہنے دیے [illegible] پیر و مرشد اصلاح نثر کی ضرورت نہیں آپ کی عبارت تمام دلچسپ اور سب عیب ہے اس نسخے کو

نہ چھوڑیے اور جو میرا تتبع اور مجھ پر توجہ منظور ہو تو پنج آہنگ وغیرہ میری مصنفات کو بامعان نظر و صرف ہمت ملاحظہ فرمائیے اور مشق بڑھائیے چشم بد دور طبیعت حضور کی نہایت عالی اور مناسب اس فن کے ہے میں آپ کی رسائی ذہن اور قوت قلم سے امید قوی رکھتا ہوں کہ عنقریب بہت خوب لکھنے لگیں گے اور تمام دوستوں کے فخر اور دشمنوں کے رشک ہو جاوے گا ان شاء اللہ بحرمۃ العلم یا مولانا تادریا بفضل والکمال اولانا ۱۲۔

(۱۳۵)

قبلہ و کعبہ فقیر پرور کا اب سے سہ شنبہ چہار شنبہ ان دونوں دنوں میں سے ایک دن ہمارا رام پور ہونگا تقریب وہاں کے جانے کی نواب مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہوگا اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رام پور بھیجیں مکان کا پتا لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور مزے میں اٹھاتا ہوں حسن اتفاق سے اصلاح مخمس کے وقت دوست غمگسار یار وفا شعار علامۂ روزگار ختم العلماء المتبحرین مولوی مفتی صدر الدین خان صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاءہ و زاد علاءہ کہ مجھ سے ملنے کو غم خانے پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے مخمس کو دیکھ کر پسند فرمایا حضور کی بلاغت کی تحسین کی عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور رطب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم و بیان کے آپ کی صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے مبارک ہو نادیدہ صفا شعار یعنی حضرت مشتاقانہ بہ تمنائے ملاقات عجز و نیاز لکھنے کو ہو شاد کر گئے ہیں بعد ازیں لکھتا ہوں قبول فرمائیگا ۱۲

قبلہ پہلے معنی ابیات بے معنی سنئے نقش فریادی الخ ایران میں رسم ہے کہ دادخواہ کاغذ کے کپڑے پہنکر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلود کپڑا بانس پر لٹکا کر لیجانا پس شاعر خیال کرتا ہے کہ نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی ہے کہ جو صورت تصویر ہے اس کا پیرہن کاغذی ہے یعنی ہستی اگرچہ مثل تصاویر اعتبار محض ہو موجب رنج و ملال و آزار ہے شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف یعنی شوق سر و سامان کا دشمن ہے دلیل یہ ہے کہ قیس جو زندگی میں ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردے میں بھی ننگا ہی رہا لطف یہ ہے کہ مجنون کی تصویر با تن عریان ہی کھینچی ہے جہاں کھنچتی ہے زخم نے داد الخ یہ ایک بات میں نے اپنی طبیعت سے نئی نکالی ہے جیسا کہ اس شعر میں شعر

نہیں ذریعہ راحت جراحتِ پیکان　　　وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیئے

یعنی زخم تیر کی تو ہیں بہ سبب ایک رخنہ ہونے کے اور تلوار کے زخم کی تحسین بہ سبب ایک طاق سا کھل جانے کے زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یعنی زائل نہ کیا تنگی کو پر فشان بمعنی بیتاب اور یہ لفظ تیر کے مناسب حال معنی یہ کہ تیر تنگی دل کی داد کیا دیتا وہ تو خود ضیق مقام سے گھبرا کر پر فشاں اور سراسیمہ نکل گیا نامہ غالب کا مکتوب الیہ رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے دس برس سے اندھا ہو گیا ہے کتاب پڑھ نہیں سکتا سن لیتا ہے عبارت لکھ نہیں سکتا لکھوا دیتا ہے بلکہ اس کے ہموطن ایسا کہتے ہیں کہ وہ قوت علمی بھی نہیں رکھتا اوروں سے مدد لیتا ہے اہل دہلی کہتے ہیں کہ مولوی امام بخش صہبائی سے اس کو تلمذ نہیں ہے اپنا اعتبار بڑھانیکو اپنے کو

اُن کا شاگرد بنتا ہے میں کہتا ہوں کہ وائے اس پوچ در پوچ پر جس کو صہبائی کا تلمذ موجب غرور و فخر ہو رسالہ اس کا ساطع برہان دلی پہونچکر ڈھونڈوں گا اگر مل گیا تو خدمت میں بھیجونگا جناب مستطاب میر قاسم علی خاں صاحب صادق القول ہیں میرے گھر آئے ہوں گے دروازہ بند پایا ہوگا مگر ایک خدشہ ہے کہ حضرت میں اور میرے بھائی مرزا علی بخش خاں میں بہت ربط و اتحاد تھا اور وہ مرحوم خدا بخش بیا مرزا و کذب و گزاف میں ضرب المثل تھا اس تصور سے اگر میں اس جملے کے سچ جاننے میں تامل کروں تو میرا تامل بیجا نہ ہوگا بہر حال اُن کو میرا سلام کہئے گا ۱۲۔ سیلاب چینا ایک لفظ ہے ہندیاں فارسی دان کا اصل لغت چھیچی اور یہ لغت ترکی ہے معہذا حباب آسمان جب تک کہ آسمان کو بحر یا دریا نہ کہیں حباب آسمان نہ معقول نہ مسموع دنات مسموع ہے اگر فتحہ الف کا اشباع جائز ہو ورنہ دنات پروری کی جگہ ادنیٰ پروری بہتر ہے بلکہ دنات یا دناءت بہر حال صفت ہے پرورش موصوف کی چاہئے نہ صفت کی والسلام ۱۲۔

(۱۳۹)

قبلہ آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ۸ رجنوری کو فقیر دلی پہنچا تھا کا ماندہ خستہ رنجور ہنوز افاقت کلی نہیں پائی آج صبح دم ہوا بند ہے دھوپ تیز ہے پشت بآفتاب تکیہ کے سہارے سے بیٹھا ہوا یہ سطریں لکھ رہا ہوں غزل پہنچتی ہے گوند میں لتھڑ کر ایک ٹکڑا کاغذ کا الگ ہو گیا ہے حضرت باحتیاط اسکو لفافے سے نکالیں۔ **بیت**

ہے تمہارا صفت بہ آفتاب آسمان — دیکھو تو اپنی چلیمچی میں حباب آسمان

اگر پسند آئے تو اس مطلع کو یوں رہنے دیجئے مولوی نظام گنجوی علیہ الرحمۃ کا ایک

شعر طالب علموں کے ہاتھ پڑا انھوں نے از روئے قواعد نحو اس میں کلام کرنا شروع کیا مولوی کے پاس جب وہ کلمات پہونچے تو فرمایا کہ یاران شعر مرا بمدرسہ کہ برد جو صاحب یہ فرماتے ہیں کہ مجموع پہلا مصرع مبتدا نہیں ہوسکتا ان سے پوچھا چاہیئے کہ کیا آپ اسی پہلے مصرع میں سے (ظلمت کدہ میں میرے) اس کو مبتدا اور (شب غم کا جوش ہے) اس کو خبر ٹھہراتے ہیں بس اگر یوں ہے تو بھی مدعا حاصل ہے دوسرا مصرع دوسری خبر سہی آخر یہ بھی تو مسلمات فن نحو میں سے ہے کہ ایک مبتدا کی دو بلکہ زیادہ خبر ہوسکتی ہیں ہاں ایک قاعدہ اور ہے یعنی جملہ فعلیہ کے ماقبل جو عبارت ہوتی ہے اس کو مبتدا نہیں کہتے اس مطلع کا مصرع ثانی جملہ اسمیہ ہے اپنے ماقبل مبتدا کو قبول کرتا ہے اگر ہم نے نظر اس دستور پر مصرع اول کو مبتدا کہا تو بھی قباحت لازم نہیں آتی بہرحال جو وہ صاحب اسی پہلے مصرع کو قرار دیں وہ مجھے قبول ہے مگر شعر میرا مہمل نہیں زیادہ اس سے کیا لکھوں بھائی میر قاسم علی خاں صاحب کو بندگی ۱۲

۱۴۰ مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہونچے پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں سیاہی اس طرح کی پھیلی ہے کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن باایں‌ہمہ اس کے پڑھنے میں بہت تکلیف کرنی پڑتی ہے علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی

نہیں چنانچہ اس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی ہو جائے آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دیجائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیے اس میں بین الافراد و بین مصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑیے اب کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کونسی بیت موقوف ہوئی مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزلخوانی کر لیتے ہیں وہاں کے مصرعۂ طرحی کو کیا کیجیے گا اور اس پر غزل لکھکر کہاں پڑھیے گا میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اسکو دوام کہاں کیا معلوم ہے ابکی نہ ہو اب کی ہو تو آیندہ نہ ہو والسلام مع الاکرام۔

(۱۴۱)

قبلہ آپ کو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں گاہ گاہ انگریزی بھی اور ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے مجکو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجکو بلی ماروں میں خط پہونچتا رہا یہ اب کے آپ نے حکیم کالے کا نام کیسا لکھا ہے اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپ نے بھیجا وہ مجکو پہونچا بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوں کا جواب کہاں تک لکھوں میں سطے

آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب دوسرا امد عا خط کے نہ پہونچنے کا وسوسہ اس کا جواب لکھ چکا تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خاں صاحب کا میرے یہاں آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا واللہ مجکو بڑا رنج ہوا اگر آپ سے ملیں تو میرا اسلام کہیئے گا اور میرا ملال ان سے بیان کیجئے گا صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہوں گے۔ جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب بیٹھتے حقہ پیتے اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں زیادہ اس سے کیا لکھوں ؟۔

(۱۴۲)

آداب بجالاتا ہوں۔ آپ کا نوازشنامہ پہونچا غزلیں دیکھی گئیں فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں استقام و اغلاط دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں۔

(۱۴۳)

سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمر ہائے بیش رس کا بھیجنا نوید ہزار گونہ میمنت اور شادمانی ہے یہ ثمر رب المتنوع اثمار ہے اسکی تعریف کیا کروں کلام اس بات میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور ابتدا کا آپ کو خیال آیا پروردگار آپ کو

یا ایں ہمہ رواں پروری وکرم گستری ویاد آوری سلامت رکھے جمعہ کے دن جوں دوپہر کے وقت کہار پہونچا اسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکرے دیکر رخصت ہو گیا یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے ۱۲۔

(۱۴۴)

حضرت کیا ارشاد ہوتا ہے آگے اس سے جو آپ کے اشعار آئے تھے وہ دو دن کے بعد اصلاح دے کر بھیجدیئے خط ڈاک میں تلف ہو جائے تو میرا کیا گناہ آج آپ کا یہ خط صبح کو آیا میں اسنے آج ہی دوپہر کو دیکھ کر لفافہ کر کر ڈاک میں بھجوا دیا اب پہونچے یا نہ پہونچے دو باتیں سنئے طرح بسکون رائے قرشت بمعنی قریب ہے لیکن اردو میں یہ لفظ مستعمل نہیں وہ دوسرا لفظ ہے طرح بحرکت رائے قرشت بروزن فرح اس کو بسکون رائے مہملہ بولنا عوام کا منطق ہے ہاں غزل طرح کی زمین طرح کی یہ بسکون اور بمعنی روش وطرز وطرح ہے تحقیق جناب مولوی احمد حسن صاحب کو میرا سلام پہونچے ۱۲۔

(۱۴۵)

صاحب وہ خط جس میں اشعار سید مظلوم کے تھے مجکو پہونچا اور میں نے اس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکر اشعار قلم انداز کیا فارسی کیا لکھوں یہاں ترکی تمام سید اخوان واحباب یا مقتول یا مفقود الخبر ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ہوں اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں مرتا سر پر کھڑا ہے پا بر رکاب ہوں طرح بالفتح بمعنی نمونہ اور بمعنی قریب سچ لیکن طرح بفتحتین اور چیز ہے غیاث الدین رامپوری میں لیک ملا ئے مکتبی تھا لا حاصل جس کا ماخذ اور مستند علیہ قتیل کا کلام ہو گا

اُس کا فن لغت میں کیا فرجام ہوگا۔ مصرع کیستم من کہ تا ابد بزیم ۔
لاحول ولاقوۃ یہ مصرع میرا نہیں تا ابد بزیم یہ فارسی لالہ ٹیکین کی ہے میرا قطعہ یہ ہے

کیستم من کہ جاودان باشم چون نظیری نماند و طالب مرد
در بگویند در کدامین سال مرد غالب بگو کہ غالب مرد

یہ مادہ تاریخ از روے نجوم نہیں بلکہ از روے کشف ہے انا للہ و انا الیہ راجعون ۱۲۔

(۱۴۹)

پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر اور غیر حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اس کو بجا لاتا ہوں مگر معدوم کو موجود کرنا میری وسع قدرت سے باہر ہے اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ درد دل لکھا ہے میں نے کبھی غزل نہیں لکھی خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر سنکر میرا کلام گمان کیا ہے ہر چند میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کر اس کو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی سنئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیجدیجے مصرع

اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں

میں نے کہا لاحول ولاقوۃ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا شعر

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے سنکر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اُس پر بقول اُس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہیں ہے بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واللہ وہ شعر خدنگ زنگ کے قافیہ کا میرا نہیں ۱۲۔

(۱۴۷)

حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجکو یاد کیا سال گذشتہ ان دنوں میں میں رامپور تھا پارچ ۱۸۶۶ء میں یہاں آگیا ہوں اب یہیں ہوں اور یہیں میں نے آپ کا خط پایا ہے آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا حق تعالیٰ والی رامپور کو صدوسی سال سلامت رکھے ان کا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہونچتا ہے کرم گستری و استاد پروری کر رہے ہیں میرے رنج سفر اٹھانے کی اور رامپور جانے کی حاجت نہیں خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھ سے ملے ہوں گے مگر واللہ مجکو یاد نہیں نسیان کا مرض لاحق ہے حافظہ کو نذر کر و شامہ ضعیف سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ کم ہوگئی ہے ۔ مصرع پیری وصد عیب چنین گفتہ اند ۔

بہرحال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپ کے پیام جو انکی زبان کے محول تھے بدستور ان کی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہونچے یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ امکنہ کتاب فروشوں سے کہہ دیا تھا اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائیگا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیجدیا جائیگا ۔ مصرع دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت ۔

ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب والغارت کچھ میرا کلام موجود ہے اُس

سے یہ غزل لکھوا کر بھیجدونگا۔

(۱۴۸)

جناب قاضی صاحب کو بندگی پہونچے عنایت نامہ کے ورود نے شاد مان کیا مگر مجھ جو نگارش پذیر تھے انہوں نے حیران کیا ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا اہل کو دام کیا ضرور ہے خصوصاً جب کہ بذات خود حادث ہو حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک اور بے مزہ ہے آم کہاں سے ہو نہ مہاوٹ نہ برسات دریا پایاب ہو گئے کنویں سوکھ گئے اشجار میں طراوت کہاں سے ہو جناب اس کا خیال نہ فرماویں اپنے کشف کو غلط کر دوں گا برشگال آئندہ تک جیوں گا اب کے موسم بھی آم کھاؤنگا

(۱۴۹)

جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہونچے میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں اصل صاحب فراش ہوں بیس دن سے پانوں پر ورم ہو گیا ہے کف پا و پشت پا سے نوبت گزر کر پنڈلی تک آماس ہے جوتے میں پاؤں سماتا نہیں بول و براز کے واسطے اٹھنا دشوار یہ سب باتیں ایک طرف وہ محلل روح ہے سنہ ۱۲۷۷ ہجری میں میرا نہ مرنا محض میری تکذیب کے واسطے تھا مگر میں تین برس میں ہر روز مرگ نو کا مزہ چکھتا رہا ہوں حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں پھر میں کیوں جیتا رہوں روح میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس میں کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں کتاب سے نفرت شعر سے نفرت جسم سے نفرت روح سے نفرت یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع ہے مصرع

خرم آں روز کزیں منزل ویران بروم

ایسے مخمصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں ۱۲۔

(۱۵۰)

قبلہ مجھے کیوں شرمندہ کیا میں اس ثنا اور دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے بروں کو اچھا کہنا اس مدح گستری کے عوض میں آداب بجالاتا ہوں

(۱۵۱)

جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہونچے مکرمی مولوی غلام غوث خاں صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے اب میں تندرست ہوں پھوڑہ پھنسی کہیں نہیں مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ضعف کیونکر نہ ہو برس دن صاحب فراش رہا ہوں ستر برس کی عمر جتنا خون بدن میں تھا بے مبالغہ آدھا اس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا سن کہاں جو اب پھر تولید دم صالح ہو بہر حال زندہ ہوں اور ناتواں اور آپ کی پرسشہائے دوستانہ کا ممنون احسان والسلام مع الاکرام ۱۲۔

(۱۵۲)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی لفافہ نامہ مرقومہ ۲۱ ستمبر میں نے پایا حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا کونسی محکمہ تحقیقات میں آئے کوئی کاغذ مثل لٹ جائے آپ کا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولت خانہ سلامت ہاں وہ جو آپ کے ابن الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو کھٹکا ہے الابتہاج جب تم ظاہر کر چکے ہیں تو اب اس کا اندیشہ کیا ہے حاکم سمجھ لے گا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی یا صدر میں تم محکمہ صدر امین و سشن جج میں کام ... میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ

بدستور ہوں دیکھئے کب بلاتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں و السلام باوف الاحترام ۱۲۔

(۱۵۳)

جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی اگر مجھے قوت ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا بات یہ ہے کہ جو آئین شائستہ مدح میں ہے میں اب رنجور نہیں تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہوگئی اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں۔ مصرع یکے مردہ شخصم بمردی رواں۔

اس مہینے یعنی رجب ۱۲۸۰ھ سے سترواں برس شروع اور اسقام و آلام کا آغاز لا موجود الا اللہ و لا موثر فی الوجود الا اللہ ۱۲۔

(۱۵۴)

قبلہ ایک سو بیس آم پہونچے خدا حضرت کو سلامت رکھے دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالہ کر دی ہے خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہونچے میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتواں گویا نیم جان رہ گیا ہوں ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئی کام دین کا نہیں کیا افسوس ہزار افسوس ۱۲۔

(۱۵۵)

جناب عالی وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہونچی جہاں میں جانے والا ہوں یعنی عدم مدعا یہ کہ گم ہوگئی ۱۲۔

(۱۵۶)

پیرو مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار اول مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رامپور آیا میں کہاں اور بریلی کہاں ۱۲ اکتوبر کو یہاں پہونچا بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں خود اس نمائش گاہ کی سیر میں جس کو دنیا کہتے ہیں دل بھر گیا اب عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ۔

مولوی عزیز الدین کے نام

(۱۵۷)

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی قاسم خاں کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے ہاں اگر آبادی ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خاں کی حویلی اسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالی شان انگلستان تشریف رکھتے ہیں ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو میں لال کنویں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے آدمی کا نام نہیں تمہارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی اس کے پاس اور لکھمی کی دوکان پر اس اشتہار کو بھیجا بیگم لاہور گئی ہوئی ہے لکھمی کی دوکان میں کتے لوٹتے ہیں مولوی صدر الدین صاحب لاہور میں ایزد بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ مہر کر دی حکیم احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خاں ساکن دریبہ ان کی مہریں ہو گئیں محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں خدا نہ کرے از روئے احتیاط

پیرنگ بھیجا ہے پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو آپ ان سے میرا سلام نیاز کہیے اور خط کے نہ پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیے۔

مفتی سید محمد عباس کے نام

(۱۵۸)

قبلہ حضرت کا نوازش نامہ آیا میں نے اس کو حرز بازو بنایا آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز و افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی نہ سرسری بلکہ سراسر دیکھا جائے نہ پیش نظر دھرا رہے بلکہ اکثر دیکھا جاے میں نے جو نسخہ وہاں بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ دھرم ہوں نہ مجھے اپنی بات کا پچ ہے دیباچہ خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہوں طرز عبارت کی جدا جدا چاہتا ہوں نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں مبدء فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں مناسبت خداداد تربیت استاد حسن و قبح ترکیب پہچاننے لگا فارسی کے غوامض جاننے لگا بعد اپنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے گویا باسی کڑھی میں ابال آیا لکھنا کیا تھا کہ ہنگامہ ملامت کا ہدف ہوا ہے یہ ٹک مانیے سخن فہم اہل سلف ہوا ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے

عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع برہان ایک غلط ہے برہان قاطع نے کیا اٹھا، نینوں نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اس کو قاطع لقب دیا ہے برہان جب تک غیر کی کسی برہان کو قطع نہ کرے گی کیوں کر برہان قاطع نام پائے گی برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا وہ قاطع برہان کی صحت کی ثبوت کے کام آئے گی قطعہ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اُس کا گہنا ہے جناب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندۂ فرماں بردار ہوں بعد عرض سلام شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہوں آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کیجائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔

۱۵۹۔ خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر کے نام

قبلہ آپ کا خط پہلا آیا اور میں اس کا جواب لکھنا بھول گیا کل دوسرا خط آیا مگر شام کو اسی وقت پڑھ لیا آدمی کے حوالہ کیا اُس نے آج صبحدم مجھکو دیا میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتام تحریر مضموں کرکے ڈاک میں بھجوا دوں گا والی رامپور کو خدا سلامت رکھے اپریل مئی ان دونوں مہینوں کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا جون ماہ گذشتہ کا بعد عید چاہے تو آجائے آج جمعہ ۷ جولائی ہے معمول یہ ہے کہ دسویں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے میں نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا اس کا جواب آگیا اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا دل اس فن سے نفور ہے دو ایک دوستوں کے پاس اس کی نقل ہے ان کو اس وقت کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا تو آج، اگر کل آیا پرسوں بھیجدوں گا بھائی امین الدین خاں صاحب کے ہمراہ سے خسرو کی غزل پر غزل

لکھی ہے علاء الدین خاں نے اس کی نقل اُن کو بھیجدی میں دیوان پر نہیں چڑھاتا
مسودہ بھیجتا ہوں تقدم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ ہے گرمی کی شدت سے
حواس بجا نہیں ہجوم امراض و آلام روحانی۔

قصیدہ

تجلی کہ ز موسی ربود ہوش بطور — بہ شکل کلب علی خاں دگر نمود ظہور
خجستہ سرور سلطاں شکوہ رانا زم — کہ رشک بر کلہش ہست دافسر فغفور
ہوائے لطف وی از جہان خور برد و تپش — نگاہ قہر وے اندوے مہر بلید نور
دم نگارش و صف کلام شیرینش — چو خیل مور رود بر ورق حروف سطور
فضائے رزمگہش شاہراہ قہر و غضب — بساط بزمگہش کارگاہ سور و سرور
بخوان شرع بہم ہم نوالۂ شبلی — بہ بزم عشق ہمین ہم پیالۂ منصور
ز روئے رابطۂ حسن ماہتاب جمال — بحسب ضابطۂ جاہ آفتاب ظہور
بحکم مرتبہ او حاکم و فلک محکوم — ز راہ قاعدہ شرع آمر ست او مامور
چو آب سیل رواں نے کہ ایستد بمغاک — بود ہمیشہ بہ فنجان وی شراب طہور
زہے وزیر و خسے شہر یار دانا دل — تو شاہ کشور حسن خرد تو ای دستور
بنائے منظر جاہ ترا زحل معمار — تواہبت کرۂ چرخ ہشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر بہ بارگاہ جلال — تفاخر تو ارسطو بدرسگاہ شعور
بہ لائے بزم نشاط تو شمع جوں ریزند — بہ پیہ گاؤ نگار آورند وی کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا — بجائے موم بر آید نعانۂ زنبور

بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتار | ز بهر فاتحه آئی اگر بسوی قبور
جهان جانی و جان جهان عجب نبود | که از درود تو هر مرده و رقص اندر گور
به پیشگاه تو زانو همی زند انصاف | که است برحم و کرم در جهانیان مشهور
در انتقام کشی شیوهٔ کرم مگذار | برآ بکام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندهٔ عروج علوم | توئی بعلم گشایندهٔ عقود صدور
صریر خامهٔ من این که میرباید دل | چنانکه از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحهٔ من این و تابش معنی | عیان چو شمع فروزنده در شب دیجور
امیر زنده دل آن والی ولایت نظم | به گنج خانهٔ گنجینهٔ نظامیش گنجور
غروب مهر و طلوع مه دو هفته بود | رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او به خیمهٔ تدبیر رفت آن ولایت یافت | تو باش والی روی زمین قرون و دهور
بانجمن نرسیدم ز ناتوانائی | ولی بعرض ثنا و دعائیم معذور
بجای پاسخ تو گر دستگاه داشتمی | نبودمی بنظم دوری در تو مهجور
منم آن کسم که ز افراط ورزش اخلاص | بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی حریم دل و من ستمکش دوری به | مباد هیچ شوی از نظاره مهجور
کفی بدست تهی نیز ز کیسه دلاک | دمی به سینه بسی تنگتر ز دوده مور
کمی نه با و کرم الغرض شما بلاتشبیه | ز کردگار بود روز و شب ز بنده قصور
نظر بخستگی پیری و تهیدستی | قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شمار غالب از او جز دعا نبود | که باز سعی دعا گوئی و دعا مشکور
همیشه تا بود آئین که در نوا آرند | رباب و بربط و قانون دف بمحفل سور

بہ بزم عیش تو ناہید با دزمزمہ سنج نسیم عطر فروشش از شمیم طرۂ حور

محب ز لطف تو بالندہ چوں نواز ساز

عدو ز بیم تو نالندہ چوں خرِ طنبور

غزل

ہم انا اللہ خواں درختی را بگفتار آورد ہم انا الحق گوی مردی را سرِ دار آورد

ایکہ پنداری کہ ناچارست گردوں ہمہ روش نیست ناچار آں کہ گردوں را برفتار آورد

نکتہ دانیم و بایاران نمیگوئیم فاش طالب دیدار باید تاب دیدار آورد

آں کند قطع بیاباں ایں شگافد مغز کوہ عشق ہر یک را بطرز خاص در کار آورد

جذب شوقش بیں کہ در ہنگام برگشتن ز دیر در قفائے خویشتن بت را برفتار آورد

دانہ چوں ریزد از تسبیح تاری بیش نیست ایں مشعبد دہر گاہ از سبحہ زنار آورد

آہ سادہ ایں کہ نازد از دلِ سختش خبر باد ما نازم کہ ابر از سوئے کہسار آورد

نزد ما حیف ست کو تہمت زلیخا میل باش جذبۂ کز چاہ یوسف را ببازار آورد

ہر تماشے را کہ افشاریم ہر دم خوں چکد ہر تماشے را کہ بنشانیم دل بار آورد

نیست چوں منقش جز ذکر شاید حرف و صوت

شاہدی باید کہ غالب را بگفتار آورد

(۱۶۰)

قبلہ آپ بے شک ولی صاحب کرامت ہیں کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ

ایک امر جدید منقضی اس کا ہوا کہ آپ کو اسکی اطلاع دوں غالب کا حال خراب آج لکھو

کل لکھوں اب کون لکھے کل صبح کو لکھوں گا صبح ہوئی غالب اس وقت نہ اٹھ سہ پہر کو لکھیو آج دوشنبہ ۲۳ جولائی کی بارہ پر دو بجے ہرکارہ نے آپ کا خط دیا پلنگ پر پڑے پڑے خط پڑھا اور اسی طرح جواب لکھا اگرچہ ڈاک کا وقت نہ رہا تھا مگر بھجوا دیا کل روانہ ہو رہیگا آپ کو معلوم رہے کہ منشی حبیب اللہ ذکا و نواب مصطفےٰ خاں حسرتی کو کبھی اردو خط نہیں لکھا ہاں ذکا کو غزل اصلاحی کے ہر شعر کے تحت میں منشاء اصلاح سے آگہی دیجاتی ہے نواب صاحب کو یوں لکھا جاتا ہے کہاں آیا خط لایا آم پہنچے کچھ بانٹے کچھ کھائے بچوں کو دعا چونکی بندگی مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام یہ تحریر اس ہفتے میں گئی ہے غرضکہ عامیانہ لکھنا اختیار کیا ہے اب عبارت جو تم کو لکھ رہا ہوں یہ لایق شمول مجموعۂ نثر اردو کہاں ہے یقین جانتا ہوں کہ ایسی نثروں کو آپ خود نہ درج کریں گے کتاب کے باب میں سرمد کی رباعی کا شعر اخیر لکھ دینا کافی ہے شعر

عالم ہمہ مرآت جمال ازلی ست　　　　می باید دید و دم نمی باید زد

بوستان خیال کا ترجمہ موسوم بحدائق الانظار معرض طبع میں ہے اگر آپ یا آپ کا کوئی دوست خریدار ہو تو جتنی مجلد فرمایئے اس قدر بھجوا دوں چھ روپئے مع محصول ڈاک قیمت ہے اس مطبع میں جس میں حدائق الانظار کا انطباع ہوا ہے اخبار بھی چھاپا جاتا ہے اب کے ہفتہ کا وہ ورقہ بھیجدوں گا اشتہار پسند آئے تو تیح خریداری لکھ بھیجئے گا جناب کیسن صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجھکو آیا تھا اردو زبان کے ظہور کا حال پوچھا تھا اس کا جواب لکھ بھیجا نظم و نثر اردو طلب کی تھی نمونۂ نظم بھیجدیا نثر کے باب میں تمہارا نام نہیں لکھا مگر یہ لکھا کہ جمع ہو رہا ہے

میں وہ مجموعہ چھاپا جاتا ہے بعد انطباع وحصول اطلاع وہاں سے منگا کر بھیجدونگا زیادہ حد ادب نامہ جواب طلب۔

(١٦١)

بندہ گنہگار شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں شعر

بایدکہ کنم ہزار نفریں برخویش — اما بزباں حبا وہ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بہ قدر قرب قرابت آپ کو اور باندازہ مہر ومحبت مجھکو وہ مغفور میرا قدردان اور مجھ پر مہربان تھا حق تعالیٰ اسکو اعلیٰ علیین میں بسبیل دوام قیام دے رامپور ہی میں تھا کہ اودھ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اس کو کہتے ہیں جدت طرز اس کا نام ہے جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم بروئے کار لائے خدا تم کو سلامت رکھے اور میرے اور دکھنی جامع برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف عطا کرے تو صاحب اس خط کا جواب جلد بھیجو تاکہ یہ طریقہ مسلسل ہو جاوے ۱۲

غزل

چشم کشاد شد ز خواب فتنہ ہر دو جہاں سوست — پردہ ز رخ کہ برکشاد شعر ز شرم ندرد روست
رفت غرور باب رفت عاشق سرگیس کہ شکست — غرقۂ آب حیرت آئینہ ہا کہ روبروست
جامہ نہ کرد زیب تن صبح درید پیرہن — بند با کہ بستہ است نکہت گل بہ بند اوست
غازہ برخ کہ برکشید رنگ بروئے گل شکست — ابرو کیست وسمہ تاب گردن خلق تیغ جو است

دست کہ در حنا گرفت لالہ تر بخوں نشست | چشم کہ مست سرمہ گشت ناطقہ سرمہ در گلوست
جام صبوحی کہ زد شیشہ بسجدہ میرود | مے زلب کہ کام یافت ہوش نشاط در سبوست
چہرہ زمے کہ برفروخت نشاء شوق شد بلند | زلف کہ بوئے برفشاند موج نسیم مشکبوست
تیغ نگہ کہ آب داد گشتہ دگار سینہا | نوک مژہ کہ تیز کرد دامن زخم بے رفوست
غنچہ ز خندہ لب بلب رنگ تبسم کہ دید | در گہر آبرو نماند لعل کہ گرم گفتگوست
طرف کلہ کہ بر شکست شیشہ دل شکستہ شد | قامت خود کہ راست کرد نخل مراد در نموست
موے کمر کہ تاب داد رشتہ جاں ز ہم گسیخت | دامن ناز را کہ ہشت خاک زمین بآبروست
بر سر زین کہ بر نشست رفتہ زکف عنان صبر | سوے چمن کہ میرود باد صبا برخت دروست
بخت کجاست تیز تر تا بہ رکاب او دوم | بر سر رہ نشستہ ام نیم نگاہم آرزوست

(۱۶۳)

قبلہ پیری و صد عیب ساتویں دھائے کے مہینے گن رہا ہوں قولنج آگے دوری تھا اب دائمی ہو گیا ہے مہینہ بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمعہ دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشاء حیات ہے غذا کم ہوتے ہوتے ہونے لگی مفقود نہ کہو تو بمنزلۂ مفقود کہو پھر گرمی نے مار ڈالا ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں جس کی شدت سے پھنکا جاتا ہوں اگرچہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا ہوں کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں ۔ میرے ایک رشتہ دار کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے ایک دو ورقہ اس کا بصورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہوں آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجئے میرا مدعا اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ آپ کے پسند آئے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے۔

(۱۹۳)

اس خط کا جواب جو مکتوب الیہ نے لکھا وہ بھی میرے ہاتھ آگیا تھا تا قارئین کے حظ کے لئے یہاں لکھے دیتا ہوں حضرت آج علی الصباح میں گورکھپور کے میدان میں خیمہ کے اندر اکیلا بیٹھا تھا چکیں جو چاروں طرف کے دروازوں کی چھٹی تھیں صاف قفس کی صورت تھی ہر سمت کو دیکھتا تھا اور تنہائی سے گھبرا گھبرا کر یہ مصرعہ پڑھتا تھا مصرعہ

ہائے تنہائی اور کنج قفس

دفعۃً ہٹو بڑھو کا غل ہوا حیرت میں آیا کس کی سواری آتی ہے دیکھا تو دیکھا کہ شوق اور تمنا اور محبت ان سارے حشم و خدم کا آگے آگے اہتمام ہے اور پیچھے ان کے حضرت توسن ہمت کو کداتے پھنداتے چلے آتے ہیں پھر تاب کسے تھی بے اختیار دوڑا خیمہ سے باہر آیا جھک کر آداب بجا لایا رکاب تھام کر گھوڑے سے اتارا قدم لئے خیمے میں لے گیا مسند پر بٹھایا صدقے میں اپنے کو اتارا دوزانو ادب سے سامنے بیٹھا ہاتھ باندھ کر مزاج مقدس پوچھا جواب میں علالت کی کیفیت ضعف کی شکایت سنی بھی کر دعا بنصیب دشمنان کہکر دعا دی کہ پروردگار ہمیشہ صحیح و سلامت رکھے حضرت کی عمر اتنی بڑھ جائے کہ خضر کو رشک آئے ادھر ادھر کا مذکور رہا ارشاد ہوا کہ میں نے دہلی پہونچکر تجھے ایک خط بھیجا تھا عرض کیا کہ اسکے ورود سے مشرف ہوا تھا جواب لکھنے میں رامپور والے عریضہ کی رسید کی راہ دیکھتا تھا اس میں اس سوال کا ذکر آیا جو اس عریضہ میں ایک شعر کی نسبت لکھا تھا حضرت نے فرمایا اسی کو دیکھ رہا تھا کہ خاص تراش آگیا اور حارج ہوا یہ سن کر میں نے منہ بنا کر کہا اس وقت میں نہ ہو اور نہ حجام کی نوبت حجامت کرتا کہ اس نے میرا حرج کیا

حضرت نے تبسم کر کے فرمایا اس بیچارے پر کیوں دق ہوتے ہو میں اب جاتا ہوں اور تیرے عریضہ کو دیکھکر سوال کا جواب لکھتا ہوں یہ کہکر حضرت تشریف لے گئے جب تک سواری نظر آئی کی میں دروازہ پر کھڑا حسرت کی نگاہوں سے دیکھا کیا پھر غمگین جیسے میں آکر بیٹھا اور یہ اشعار کسی کے جو برمحل یاد آگئے انھیں کو پڑھ رہا ہوں اشعار

این نیست کہ از راہ وفا آمدہ رفتی — سر شتہ راہ غلط ورنہ چرا آمدہ رفتی
چندان نہ نشستی کہ شود غنچہ دل وا — چون بوئے گل و باد صبا آمدہ رفتی
چون عمر کہ ہر گہ بسر آید بردو زود — خود بر سر ایں بے سروپا آمدہ رفتی

(۱۶۴)

خریدار ہے ۱۲

(۱۶۵)

مولانا بندگی آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک توسن ہمت پر سوار چلدیا ہوں جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا اتنا بیخود ہوں کہ جب تک تم اطلاع نہ دوگے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا آپ کا پہلا خط رامپور سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط رامپور پہنچا میں وہاں بھی نہ تھا خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا اس حال میں بیمار تھا ٹھنڈا جاڑے کی شدت مہاوٹ کا مینہ دھوپ کا پتہ نہیں پردے چھٹے ہوئے نشیمن تاریک آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں خط لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اس خط

کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفو تمہارے ماموں ہیں مگر آن کے اور تمہارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے ایسے محب کا فراق اور پھر بقید دوام کیوں کر جان گزا نہ ہو حق تعالیٰ اُن کو بخشے اور تم کو صبر دے حضرت میں اب چراغ سحری ہوں رجب ۱۲۸۲ھ حال کی آٹھویں تاریخ سے اکہتر واں سال شروع ہو گیا طاقت سلب حواس مفقود امراض مستولی بقول نظامی مصرعہ یکے مردہ شخصم بمردی رواں

آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر میرا خاص تراش آ گیا مہینہ بھر سے حجامت نہیں بنوائی خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں۔

۱۶۶ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

قبلہ اس عنایت نامے کا جو مارچ گزشتہ میں پایا ہے آج یکم اپریل کو جواب لکھتا ہوں گویا نماز صبح قضا پڑھتا ہوں جناب مولوی غلام غوث خان بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کا کیا کہنا ہے حسن سیرت وہ جو بعد ریاضت شاقہ اور بعد تحصیل فضائل اربعہ ملکہ عدالت و حکمت حاصل ہوتا ہے اس دانا دل بیدار مغز کو فطرت و حیا ہے حسن صورت وہ کہ جو دیکھے پہلی نظر میں حسن خلق لطف طبع اس کو نظر آئے فقیر ہمیشہ مورد اعتراضات رہا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعد دو چار دن کے معترض صاحب کا خط آیا ہے نعت و ترکیب معترض فیہ کی سند کے اشعار حضرت نے اس خط میں درج کئے ہیں اللہ اللہ جو کلکتہ میں شور نشور اٹھا تھا میرا شعر شعر

جزوے از عالم و از ہمہ عالم بیشم ہمچو موئے کہ بتاں راز میاں برخیزد

خستہ جراحتہا ئے اعتراض ہوا ہے منشاء اعتراض یہ کہ عالم مفرد ہے اس کا ربط ہمہ کے ساتھ بحسب اجتہاد قتیل ممنوع ہے قضارا اس زمانہ میں شاہزادہ کامران درانی کا سفیر گورنمنٹ میں آیا تھا کفایت خاں اس کا نام تھا اس تک یہ قصہ پہنچا اس نے اساتذہ کے اشعار پانچ سات ایسے پڑھے جس میں ہمہ عالم ہمہ روز و ہمہ جام مرقوم تھا اور وہ اشعار قاطع برہان میں مندرج ہیں ہاں صاحب قاطع برہان میں اور مطالب بڑھائے اور ایک دیباچہ دوسرا لکھا ہے اور درفش کاویانی اس کا نام رکھا اور اس کو چھپوایا ایک مجلد اس کا آج اس خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجتا ہوں بعد پہنچنے کے اس کو دیکھئے گا اور اکثر وقت بفرصت پیش نظر رکھئے گا اور جس دن پہنچے اسی دن یا اس کے دوسرے دن رسید لکھئے گا اور اگر اور صاحب اس کے طالب اور خریدار ہوں تو مجھکو لکھئے گا دس پانچ دو چار جلد بھیج دوں گا یہ نسخہ میری طرف سے انکی نذر غزل پھر بھیجوں گا۔

۱۶۷۔ خاتمہ مرزا حاتم علی مہر کی مثنوی کی تقریظ

اللہ اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایا اور کیا سرمایا دیا ہے کہ امور دینی میں سے کسی امر کا شہود اور مصالح دنیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود بلکہ اگر مثل اسم اعظم فرض کیجئے تو اس کی بھی نمود جب تک اس لطیفہ غیبی کا شمول نہ ہو عالم امکان میں ممکن نہیں مسائل حکیمانہ کی ہستی ترہات ندیمانہ کی مستی ورود و رمان کے مدارج کا اظہار افسانہ و افسوں کے مقاصد کا مدار شکر و شکایت کا عنوان نفریں و آفریں کا بیان ردو قبول کی حکایت فتح و شکست کی روایت حرف نجو کی رازدانی نثر و نظم کی

گلفشانی جو کچھ اگلوں نے کہا ہے جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے جو کچھ آگے کہیں گے اور
قیامت تک کہتے رہیں گے جو کچھ متعلق نیک و بد و نیز دہن سے ہے وابستہ نطق و شمن
سے ہے اب سمجھیے کہ سخن از روئے مثل کیا ہے چشمہ ہے ندی ہے سیل ہے دریا ہے کیسی روانی
کس زور کا پانی اس کا چڑھاؤ اس کی رفتار اس پر کس کا زور کس کا اختیار جدہر منہ کیا
ادہر ایک نالہ بہا دیا دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو ہاں اہل
خرد کو اٹھا لینا چاہیے جو لطف جس بات میں ہو یہ مثنوی کہ مجموعۂ دانش و آگہی ہے اگرچہ
اس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں لیکن فی الحقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادہر کو بہی ہے
سخن ایک معشوقہ پری پیکر ہے تقطیع شعر اس کا لباس اور مضامین اس کا زیور ہے دیدہ
وروں نے شاہد سخن کو اس لباس اور اس زیور میں روکش ماہ تمام پایا ہے اسی رو سے
اس مثنوی نے شعاع مہر نام پایا ہے کہیں یہ نہ سمجھنا کہ یہاں مہر سے مراد آفتاب ہے
یہ شعاع اس مہر کی ہے کہ جو ذرہ خاک راہ بوتراب ہے سچ تو یوں ہے کہ سخنور روشن ضمیر
مہر سپہر مرزا حاتم علی مہر کو سخن طرازی میں ید بیضا ہے اور از روئے انصاف اس طرح
سے کہ نہ اُدہر سے لاف نہ ادہر سے گزاف سچ سچ صاف صاف یہ مہر اپنے ہم نام مہر
سپہر کا ہمچشم اور ہمتا ہے سب جانتے ہیں کہ غالب کا شیوہ درویشی و آزادروی ہے مہر
کے حسن گفتار اور میرے صدق اظہار پر برہان قاطع یہ مثنوی ہے میں فن تاریخ و معما سے
بیگانہ ہوں صرف حسن خط و معنی کا دیوانہ ہوں مثنوی کی طرز تحریر دلپذیر ہوئی اس
سے یہ تقریظ دلپذیر تحریر ہوئی چاہیے یوں کہ کوئی کاتب کسی وقت میں اس تقریظ
کو مثنوی سے جدا نہ کرے ہاں گنجائش اس کی ہے کہ کسی زمانہ میں سہو و غفلت سے ایسا
واقع ہو یہاں ہم کہتے ہیں کہ خدا نہ کرے ۱۲۔

۱۶۸۔ گلزار سرور تصنیف مرزا رجب علی بیگ سرور کی تقریظ

سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صنعتیں ہیں تعالی اللہ کیا حیرت اور قدرتیں ہیں یہ جو حدیقۃ العشاق کا فارسی زبان سے اردو عبارت میں نگارش پاتا ہے بعینہٖ ارم کا زمین دنیا سے اٹھکر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جاتا ہے وہاں حضرت رضوان نخلبند و آبیار ہوئے یہاں مرزا رجب علی بیگ سرور حدیقۃ العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے کس سے کہوں کہ اس بزرگوار کا اردو کی تزئین کیا پایہ ہے۔ اور اس سحر بیان کا کلام شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے۔ نظم

رزم کی داستان گر سنیئے ہے زبان ایک تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجیئے ہے قلم ایک ابر گوہر بار

مجھکو دعوی تھا کہ انداز بیان کی خوبی میں فسانہ عجائب بے نظیر ہے جس نے میرے دعوی کو اور فسانہ عجائب کی یکتائی کو مٹایا وہ یہ تحریر ہے کیا ہوا کہ ایک طرح اور ایک قماش کے ہیں یہ دونوں دلفریب نقش ایک ہی نقاش کے ہیں مانا کہ ایک دوسرے کا ثانی ہے یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے مانی نقاش بے معنی صورتیں بناکر دعوی پیغمبری کا کرے کیا عقل کی کمی ہے یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچکر دعوی خدائی نہ کرے کس حوصلہ کا آدمی ہے سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والا مناقب عالیشان ساحبہ الیشری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرائش کے کار فرما ہوں اور پھر اپسرا و پریجہرہ معدودہ سرو بہ چمن آرا ہوں کیئے وہ باغ کیسا ہوگا بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا کوئی نہ کہے کہ یہ درویش بہرہ حسین

فضول و سبکسر کیوں ہے بے دیکھے بھالے حضور کا ثنا گستر کیوں ہے صاحبو حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ اس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں رستم سے کہاں شکست کھائی ہے جو اس کی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معہذا جناب بابو صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو پرسدہ نراین بہادر کا مورد عنایت رہا ہوں جن دنوں وہ دلی تشریف لائے ہیں اکثر شریک صحبت رہا ہوں جب ناشناسائی و بیگانگی درمیان نہ ہو ان کا نیاز مند کیوں ثناخواں نہ ہو نہیں نہیں میرا کیا منہ ہے ثناخوانی کا میں تو عاشق ہوں ان کی شاعر پروری سخندانی کا واقعی حضور نے قدر دانی کی ہے سرور نے گہر افشانی کی ہے حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی سرور کی خوش قسمتی یقین ہے کہ یہ نقش صفحہ روزگار پر یادگار رہیگا مصنف کا شہرہ رنگین بیانی میں مہاراجہ کا نام فیض رسانی میں تا روز شمار رہیگا۔ ۱۲

۱۶۹۔ حدائق الانظار تالیف خواجہ بدرالدین خان کا دیباچہ

سبحان اللہ شاہد زیبائے سخن کا حسن بے مثال مشاہدہ اس کا نور افزائے نگاہ تصور اس کا انجمن افروز خیال از روئے لفظ اہل معنی کی نظر میں آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس ناطقہ کو حق نے بصورت انسان پیدا کیا ہو تو ہم اس صورت میں یہ کیوں کر کہیں کہ کیا ہوتا اس لعبت دلفریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہو جاتے اور یہ پیکر ہوش ربا دیکھکر اہل معنی یک قلم صورت پرست ہو جاتے نظم میں اور ہی روپ نثر میں اور ہی ڈھنگ فارسی میں اور ہی زمزمہ اردو میں اور ہی آہنگ سیر و تواریخ میں دیکھو

جو تم سے سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا ہو افسانہ و داستان میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو ہر چند خردمند بیدار مغز تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہوں گے لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگریزی کے بھی دل سے قائل ہوں گے کیا تواریخ میں ممتنع الوقوع حکایات نہیں ناانصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھکوائے سیمرغ اس کو اپنے گھونسلے میں اٹھا لائے پرورش کرکے پہلوان بنائے آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے زال اس اسم بامسمیٰ کو بلائے سیمرغ گردان کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کرکے ایک تیر دوشاخہ دیکے تشریف لیجائے رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب چشم بد دور جوان ہو دیو سفید کو تہ خاک کرے فرعون کا دعویٰ خدائی مشہور ہے شداد نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہے اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست حمزہ دیوکش رستم جیسا قرار دیں اور ایک زمرد شاہ گمراہ دعوی خدائی کرنے والا مثل نمرود گڑھ لیں گویا ایک ڈھکوسلا نیا یا ہے مگر اچھا بنایا ہے انھیں روایات کا چربا اٹھایا ہے مگر موعظت دپند نہیں ترہات ندیمانہ ہے سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لئے اچھا فن ہے عمرو فن کی عیاریاں دیکھو حمزہ کی میدان داریاں دیکھو جامع ان حکایات کا کوئی سخنور ایران کا ہے مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم مؤتمن الدولہ اسحٰق خاں کا ہے گویا باغ ارم کو ہندوستان میں اٹھا لایا اس نے بوستان خیال میں کچھ اور تماشا دکھلایا اور قصص میں سے ایک جلد ہے مغز نامہ واری بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ معز الدین کے طلسم

کشائیاں اگر سنتے امیر حمزہ کی یہ صورت ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈھتے پھریں اور
کہیں پتہ نہ پائیں ابوالحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں خواجہ عمرو کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ
سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں ورتیو ملا امیر ابرار درزادہ سعادت توامان خواجہ بدرالدین
خاں عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کی تحصیل
میں سختی کش سعی و کوشش ہے ستار کا جو خیال ہوا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں
پر نچایا مصوری کی طرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اس کو دیکھکر مانی و بہزاد کو حیرت
آئی اُس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا معزز نامہ کی فارسی نثر کے اردو کرنے پر آمادہ ہوا معزالدین
تیرہ وزبخت کی کشورکشائیاں ابوالحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں عجائبات حکیم قسطاس کی
حیرت فزائیاں ملکۂ نوبہار کی رنگین ادائیاں جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں صاد منکوس
منحوس کی بیحیائیاں مسلمین اور کفا کی لڑائیاں مسلمانوں کی بھلائیاں کافروں کی برائیاں
فارسی سے اُردو میں لے آئے یوں تصور کرو کہ قلمرو اردو میں ایک قصر دلکشا یا ایک خانہ باغ
روح افزا سرتاسر بنایا عبارت آرائی کو ترک کیا ہے گویا تقریر کو پیرایہ تحریر دیا ہے بعد
اختتام نگارش غالب ناتواں زدہ سے دیباچہ لکھنے کی آرزو کی میں نے ہرچند عجز آمیز معذرت
انگیز گفتگو کی بیدادگر نے ایک بات نہ سنی اور ایک عذر نہ مانا بھلا اس اصرار کا کیا علاج
اور اس ضد کا کیا ٹھکانا بھتیجا اور پیارا بھتیجا ناچار بجز خامہ فرسائی کچھ بن نہ آئی اب دیباچہ
کے انجام کا بجز اس کے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سدھا چلا گیا اور حضرت
نظامی سے ایک شعر مانگ لایا اسی شعر شوق شعر کو خاتمہ میں لکھ دیتا ہوں بہت تنگ
آگیا ہوں اب دم لیتا ہوں شعر

مشو غرہ این نامہ بعنوان رسید   بسا نامہ از عمر بپایاں رسید

ومن اللہ التوفیق وہو خیر الرفیق ۔

۱۷۰۔ رسالۂ قواعد تذکیر و تانیث تصنیف مولوی فرزند احمد کا دیباچہ

سیدی سندی نور بصر و لخت جگر قرۃ العین اسعد مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقائے اقبال کی دعا مانگتا ہوں جن کو مبدۂ فیاض سے اس رسالہ کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے سبحان اللہ تانیث و تذکیر کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہے ہر چند اس امر سے کہ سید صاحب دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط نہ ہونے کے خود معترف ہیں لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سے وہ مضبوط ضوابط بہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحبوں کے دل کی دوسرے کو کیا خبر مگر مجھے تو دل سے پسند آئے ہیں دعا یہ ہے اور یقین بھی یہ ہے کہ یہ رسالہ صفحۂ دہر پر یادگار رہے اور ہمیشہ منظور نظر اولو الابصار رہے گا جو صاحب اس کو مطالعہ فرمائیں گے نفع بھی پائیں گے اور لطف بھی اٹھائیں گے مولف صاحب جو کامیاب اپنے ذہن رسا سے ہیں رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا اور حضرت ملک رفعت مولوی سید صاحب عالم صاحب مارہروی کے نواسے ہیں سید واسطی بلگرامی ہیں جہاں کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں ان حضرات کا مادح گویا اپنا ثنا خواں ہے جیسا کہ مولوی معنوی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے **شعر** مادح خورشید مداح خود است ؎ کہ مرا دو چشمم ہر نامرمدست

مرزا کلب حسین خان بہادر نادر کے مجموعہ قصائد کا دیباچہ

سبحان اللہ شاہد سخن کہ کمال حسن میں لاثانی ہے سچ تو یوں ہے کہ یوسف کنعان معانی

ہے کنعان ہو کنواں ہو کارواں ہو کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو زلف ویسی ہی معنبر
عارض بدستور تابدار لب کی جاں بخشی کا وہی عالم چشم اسی طرح بیمار معہذا جو سلطنت مصر
کے زمانے کا خیال تصور میں لائیگا وہ آفتاب تاباں کو حضرت یوسف کا ادنیٰ ذرہ
پائے گا لو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہیں اور حسن پرستان سخن کے واسطے نوید سراسر
امید لائے ہیں سنی سنائی نہیں کہتے نہ دیکھ آئے ہوتے تو چپ ہو رہتے امید یہ کہ
دانشمند آدمی باور کریں اور دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ یوسف سخن کنعان و چاہ و
کاروان و بازار و زندان سے نکل کر تخت فرماں روائی مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے زلیخائے
عشق کے گھر عید ہوئی ہے اور یوسف حسن کی سرکار میں نوروز ہوا ہے غالب آشفتہ
تو اس اس ورق کے ناظرین جب تک رمز نہ جانیں گے تیری بات کبھی نہ مانینگے
کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب عالی جناب والا دودمان مرزا کلب حسین خاں
ڈپٹی کلکٹر بہادر کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو انھوں نے ان اوراق کو اپنے اشعار سے
رونق اور اشعار کو نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے دیباچہ نگار نے اس مجموعہ نظم
کو مصر فرض کیا اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے جس کتاب میں ائمہ معصومین
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے مثنوی و قصیدے سے زینت اوراق ہوں سواد ان اوراق کا
کیوں نہ سرمۂ چشم اہل دین ہو اور وہ اوراق کیوں نہ حرز بازوئے مومنین آفاق
ہوں میں اپنے علو رتبت پر ناز کرتا ہوں کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستائشگر ہوں اور
بذریعہ اس ستایش کے غالب پر غالب یعنی آپ سے بہتر ہوں۔

۱۷۱۔ منشی غلام بسم اللہ صاحب کے نام

منشی صاحب شفیق مکرم مظہر لطف و کرم منشی غلام بسم اللہ صاحب سلمہ اللہ

تعالی مفتوح باد صاحب یہ نیا ڈھنگ ہے شکایت کا اگر تمہارے کلام میں اصلاح کم ہو تو وہ کلام کی خوبی ہے اس کو استاد کی سہل انکاری کیوں سمجھو آپ کے منصف صاحب کی بھی غزل میں اصلاح کم ہوئی ہے بس ان کو چاہیئے کہ خوش ہوں نہ کہ مجھ سے گلہ کریں سنئے حضرت خط میں تداخل برا ہے اگر یہاں کی ڈاک میں کبھی خط کھل گیا تو مجھ سے پچاس روپے لئے جائیں گے یا قید کا حکم ہوگا آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجا کیجئے اس باب میں تاکید جانئے کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سے مسموع نہ ہوگا غالب ۱۲

تقریظ از فکر سر آمد روزگار خلاصۂ دوار سرمایہ بلاغت و پیرایہ فصاحت مدقق دقایق ادق حکیم غلام مولا صاحب المتخلص بہ قلق ساکن میرٹھ دام فیوضہ

رباعی

تا کے بگمان خویش باشی در بند   فرعون ز خودی نشد بموسیٰ مانند
ایں نکتہ قلق زمردم چشم آموخت   خودرا بپسند دیگراں را بپسند

مشتاق بے تاب جستجو کو مژدہ تاب فرسا اور منتظران چشم در راہ کو صلائے شکیب ربا یاران معاصر کو پیغام صبوحی اور مہجوران نیم جان کو نوید روحی دل کو ہوش جان کو نوش چشم کو جلا گوش کو نوا حواس کو درستی ہوش کو چستی عقل کو افزایش فہم کو گنجایش

مستون کو ترانہ ندیموں کو فسانہ ناتوانوں کو توانائی ناشکیب کو شکیبائی شوق کو
انتہا ذوق کو ابتدا بےخبر کو خبر تلاش کو اثر مہیا یعنی ملفوظات اقدس اور معروضات
مقدس رقعات مرقع مرقعات موقع سرچشمۂ فیلسوفی ورندی الموسوم بعود ہندی
نہایت اہتمام بائستہ اور انتظام شائستہ سے مطبع مجتبائی میں یہ کتاب چھپی اور
حضرت جامع کی جانب سے عبارت خاتمہ کے لئے بعد اختتام اس ناتمامی سرانجام
سے فرمائش ہوئی

رباعی

کیا نامۂ نامی ہے مہیائے ظہور | ہے چشمک ہر نقطہ کہ چشم بد دور
الفاظ میں کیفیت لفظ و معنی | وہ آنکھ میں ہے نور تو یہ دل میں سرور

سبحان اللہ سبحان اللہ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ جی چاہتا ہے تا طاقت گفتار اس طلسم
دلکش کی تعریف کیا کیجئے مگر فراوانی اقبال قبول اور طغیانی ایصال وصول گرم نگاہ
تحصیل حاصل بہتر کہ ہیچ کی نہ لیجئے مصرعہ حاجت مشاطہ نیست روی دلارام را
گو میں بھی یک زبان صد بیان طریقہ ستائش سلیقہ نوآئیں نوا خاطر پسندیدہ
دل درد مند جگر خراش آماجان خروش نواز دق حسک ریز شوق قباحت خیز ادائے
ہوش ربا انداز تاب فرسا تمک گداز شیرینی حلاوت پرداز نمکینی رکھتا ہوں اور ایک
عمر دلی کے روشمدان میں سنگسار رہا ہوں بلکہ وہاں کی مٹی ہوا ہوں اس کا نقش پا ہوں

شعر

گریہ سخن در آورم عشق سخن سرائے را | از بر دوش سر دہی گریۂ ہائے ہائے را

مگر تم ہی کہو کہ ایسا شخص جس کے سایہ پر شمع طور پروانہ اور ان کی وارستگی پر
فیلسوف دیوانہ فطرت سے فطرت ناز بردار لیاقت سے لیاقت شرمسار شوخی جلوگی

شعار چابکی سے چابکی خود رفتگی شعار طبیعت سے ملکیت بہرہ مند ملکیت سے بشریت ارجمند طریقہ سے طریقہ خضر آشنا سلیقہ سے سلیقہ برگزیدگی ربا انداز سے انداز ادب آموز ادا سے ادا بہرہ اندوز شیوہ بیانی سے شیوہ بیانی منت کش سحر زبانی اعجاز نتائج مرکز ناز و نیاز بندہ نواز و ساز طالب مطلوب مطلوب طالب اعنی **اسد اللہ خاں غالب** دام دوامہٗ قام مقامہٗ کس زبان سے سراہا جاوے اور کیا منہ ہے جو اس کی بات لب تک آوے فی الواقع اس کی ستائش ناستودگی خود ستائی اور اسکی نمایش بیہودگی خود نمائی ذرہ کو باریابی دہ خورشید دشوار اور قطرہ کو تہ نشینی دریا ناہموار سبزۂ بیگانہ اور بہار افروز گلستاں سنگ ریزہ ویرانہ اور ارزش اندوز کان بہر کیف وضع ادب خم آموز گردن ابرام اور پاس نگاہ حد دیدہ دوز مقام الزام ۔ **مثنوی**

لکھے کیا کوئی اوج فکر غالب — بیاں سے دور حرف ذکر غالب
سخن رانی اگر ہووے کوئی دیں — تو ایماں سب کا ہو غالب کا آئیں
عجب انداز نکتہ پروری ہے — کہ ہر نقطہ کتاب دلبری ہے
اگر روشن بیانی وہ دکھائے — تو مہر و مہ کو نظروں سے گرائے
سواد قدس شکل نامہ اس کی — دم عیسیٰ صریر خامہ اس کی
طبیعت کا جو پائے اس کے انداز — نزاکت کو ہو کیا ناز پر ناز
جو زہر خندہ اس نے لب پہ جا پائے — تو نیش درد نوش جان بن جائے
اگر یہ خود سری کا مدعی ہو — تو دریا تنگ سے عار قطرگی ہو
نہیں اس کا سخن میں کوئی ہمدوش — کہ اک حرف اسکا ہے معنی صد آغوش
سخن کا مجملاً ہو اس کے کیا ذکر — ہر اک نقطہ ہے جس کا محشر فکر

کھلے جب مرتبہ رتبہ کا اس کے   فلک دے داد اور مجھسے زباں لے

لیکن شایان تعریف اور سزاوار توصیف مقتنم زبان دبیر نکتہ زن سواد ذل دانش نور نگاہ بینش شان شکوہ بندی شکوہ شوکت پسندی کمند آسمان بلکیں سپند چشم خردہ بیں تمغاے خانوادہ شرافت طغرائے اصفائے نجابت سر دفتر سخن آرایان منشی محمد ممتاز علی خاں صاحب خاص روسائے میرٹھ دام اللہ اجلالہ وزید افضالہ ہے کہ حضرت کی نیابت قدر وجلالت امتیاز ہر وقت خطوط بے ربط سے شغل اقلیدس پرداز رہتی ہے خس وخاشاک صحن باغ ان کی تربیت خاص سے دوش صبا پہ سوار اور ذرہ ہائے گوشہ راغ ان کی انجلا آموزی محفل سے محشر خورشید زار بے استفادہ درستی حال تحرک رشک سنگ فرہاد شکست شیشہ اور بے استصلاح فساد امتیاز قوت نامیہ نبات متہم شاخچہ بندی دستہ تیشہ بیکے قوت ممیزہ جہت گریۂ بے اختیاری شمع میں مکافات نیش زنبور سے اثر افروز اور دلیل بیداری نرگس میں رسوائی غفلت انگور سے پرہیز آموز خاک تیرہ سامان سے جوہر صفا طلبگار اعدہوائے شکستہ عنان کو تحریک نقاب آموز نگار مثنوی

مثنوی

زہے کارسازی حسن تمیز   عزیز جہان ہے یہ خوے عزیز
اسے روشن کرے چاہے جس کا کلام   کہ حسن نظام اس کا ماہ تمام
کرے جس کا آراستہ یہ سخن   قدم اس کے لے اڑکے رنگ چمن
ہوا کامیاب اس سے سب کا کلام   نظامی ہے بہر نظام کلام
یہ جس حرف کو دیوے رنگ ادا   ارم اس پہ ہو بلبل مدعا
جو خط جبین کو یہ ترتیب دے   تو روشن سوادی قدم چوم لے

قال ہرزہ درائی و آشفتہ نوائی قلق ناسنجیدہ بیان کج مج زبان کا یہ کہ اِس
ستودہ کیش قدر اندیش نے کس عمدہ عنوان سے فضلائے طبیعت میرزا غالب یعنی
خطوطہائے پریشان اُردو زبان کو روحِ رواں اور مغزِ جان بنا دیا اور کس
عبارت بے سرو پا سے کیسا باغستانِ معنی کھلا دیا حق یہ ہے کہ ایسی سعی
مشکور و محنت دراز و دور کون سی کسی کے لئے کرتا ہے ہر ایک اپنی جیب و
گریبان کو گلہائے مقصود سے بھرتا ہے یہ آپ ہی کا کام ہے اس کا نام الطاف
خاص اور اخلاق عام ہے جب طالبانِ زبان اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیں گے
تو دلّی کا روزمرّہ اُردو اور محاورۂ گفتگو گھر بیٹھے سیکھ جائیں گے بارک اللہ کیا
بے ساختہ عبارت ہے کہ نثر میں نظم کا مزہ آتا ہے اور ہر جملہ نقرۂ معشوق کو شرماتا
ہے مگر افسوس اہلِ مشرق کی حکمت بندی نے بگاڑا کہ دلّی سے زیادہ اُس کی زبان کو
اُجاڑا اب کس کس کو سمجھائیے کافی دل و دماغ کہاں سواے ازیں اُن کو فہم
ہم کو فراغ کہاں ۔

شعر

ہاے دہلی کو ہے دشوار بیانِ دہلی
لُٹ گئی ساتھ ہی دہلی کے زبانِ دہلی

اللہ بس ما بقا ہوس ۔

تمت بالخیر